اپریل
شمع
نئی دہلی
Rs.15/

www.taemeernews.com

ماہنامہ شمع اپریل 1999

(فہرستِ مضامین)

1	فلمی دنیا فلمی لوگ	فلم والا	3
2	غزلیں	پروفیسر جگن ناتھ آزاد	15
3	بلاعنوان	مسرور جہاں	16
4	غزل	کفیل آزر امروہوی	18
5	صاحب، بی بی اور غلام	قاضی مشتاق احمد	20
6	نظم: میں تم اور سائے	کیول سوری	24
7	نمک کا خیال	قیصر تمکین	25
8	مریض	اقبال انصاری	28
9	گمان	انیس پروین	30
10	ناقابلِ فراموش	دیش چترکار	32
11	دھوپ کی پرچھائیں	محمد اقبال احمد کاظمی	36
12	ہندوستان کے کسی بھی ایوارڈ کی میرے نزدیک کوئی اہمیت نہیں ہے	عامر خان	37
13	ابتدا ہی میں عامر، شاہ رخ اور سلمان کے ساتھ کام کرنا ایک کارنامہ ہے: رانی مکرجی	رانی مکرجی	40
14	بزم شمع	ادارۂ شمع	42
15	گلشن اردو کے نئے پھول	ادارۂ شمع	45
16	آج کے مسائل	عادل صلاحی	46
17	بازگشت	ادارۂ شمع	50
18	دوستی کا سفر	نیاز جیراج پوری	54
19	ٹی وی کی دنیا	ادارۂ شمع	55

شمع
اپریل 1999
چوتھا شمارہ
اشاعت کا 61واں سال

ایک کاپی کی قیمت: پندرہ روپے (Rs 15/-)
سال بھر کی قیمت: ایک سو ستر روپے (Rs 170/-)

بانی: یوسف دہلوی (مرحوم)
مدیران: یونس دہلوی
ادریس دہلوی
الیاس دہلوی

مقام اشاعت و صدر دفاتر 1/13-14، آصف علی روڈ،
(کملا مارکیٹ کے سامنے) نئی دہلی 110002

Shama Magazine
1/13-14, Asaf Ali Road,
Opp. Kamla Market, New Delhi - 110002

ٹیلی فون: Phone : (011) 3232674
تار کا پتہ: شمع نئی دہلی
SHAMA NEW DELHI
فیکس: Fax: + 91 (11) 3235167
+91 (11) 3312601 (ATT: SHAMA)

شمع انڈین نیوز پیپر سوسائٹی، نئی دہلی اور آل انڈیا نیوز پیپر ایڈیٹرز کانفرنس کا ممبر ہے۔
مطبوعہ: پرواز پرنٹرز۔ گلی شاہ تارا، اجمیری گیٹ، دہلی
ٹائٹل اور رنگین صفحات مطبوعہ رچنا آفسیٹ، اوکھلا، نئی دہلی
طابع و ناشر: یونس دہلوی

شمع میں شائع ہونے والے تمام ادبی یا نیم ادبی مواد میں نام، مقام، واقعات اور ادارے قطعی فرضی ہوتے ہیں اور حقیقی افراد، مقامات، واقعات یا اداروں سے ان کی مطابقت محض اتفاقیہ ہے جس کے لئے ایڈیٹر، پبلیشر یا مصنف پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔
شمع میں شائع ہونے والے تمام مضامین اور تصاویر کے جملہ حقوق طبع و نقل بحق پبلیشر محفوظ ہیں۔ کسی طرح بھی اس کے کسی حصے کی اشاعت یا کسی بھی طرح استعمال سے پہلے تحریری اجازت لینا ضروری ہے

سرورق: رانی مکرجی
فوٹوگرافر: دوگا پرساد

03 www.taemeernews.com

فلمی دنیا
فلمی نوک

فلم والا

☆وزیر اعظم ہند جناب اٹل بہاری واجپائی پاکستان کے وزیر اعظم جناب میاں نواز شریف سے ملنے کے لئے بس کے ذریعہ لاہور (پاکستان) گئے تو سیاسی جمود ٹوٹا، برف کچھ اور پگھلی، دوستی کی راہیں مزید استوار ہوئیں، نفرتیں کم ہوئیں، قربتیں اور بڑھیں۔

سیاسی طور پر دوستی کا یہ عمل رک رک کر ہوتا ہے۔ چلتے چلتے ایک دم بریک لگ جاتا ہے۔ فضا ایک دم گرم ہو جاتی ہے مگر اس کے برعکس دونوں ملکوں کے عوام امن کے خواہاں ہیں، پائیدار دوستی کے خواہش مند ہیں پیار اور بھروسہ کی فضا چاہتے ہیں دوستی کا ایسا عمل چاہتے ہیں جو رُکے نہیں، ٹھہرے نہیں بلکہ وقت کے ساتھ بڑھتا ہی جائے۔

دوستی کے فروغ میں ہندوستان اور پاکستان کے آرٹسٹ فن کار، سنگیت کار، گلوکار، کھلاڑی، مصنف، ادیب، صحافی گزشتہ 52 سالوں سے دوستی کا پرچم بلند کئے ہوئے ہیں اور اپنے اپنے طور پر اس کے فروغ کے لئے کوشاں ہیں۔ خوشی کی بات ہے کہ اہلِ سیاست کو فن کاروں کی اہمیت کا اندازہ ہے، جس کا بین ثبوت یہ ہے کہ وزیر اعظم ہند جب لاہور گئے تو اپنے ہمراہ دیو آنند، شتروگھن سنہا، جاوید اختر، مہندر کپور کو لے کر گئے۔

اس سے پہلے دلیپ کمار، سنیل دت، سائرہ بانو، شتروگھن سنہا، منوج کمار، راجندر کمار ششی کپور، رندھیر کپور، رشی کپور، راجیو کپور، ریکھا، ونود کھنہ، شرمیلا ٹیگور، کبیر بیدی، سونو والیہ، جاوید اختر، شبانہ اعظمی، دلیر مہدی، کامنی کوشل، طلعت محمود، ہنر تا سنگھ، سیف علی خاں، ریش سپی، زہرہ سہگل وغیرہ متعدد بار پاکستان گئے ہیں۔ اُدھر پاکستان سے محمد علی، زیبا، ندیم، نور جہاں، جاوید شیخ، شبنم، فریدہ خانم، اقبال بانو، عابدہ پروین، مہدی حسن، غلام علی، ریشما، سلامت علی، پرویز مہدی، کمال، غلام فرید صابری، عزیز میاں، اسد امانت علی، انور مقصود، روحی بانو، عذرا کاظمی اور عمر شریف کے علاوہ استاد نصرت فتح علی خاں بار بار آتے رہے اور تجدید محبت کرتے رہے۔ استاد نصرت فتح علی خاں نے تو تین ہندوستانی فلموں میں موسیقی بھی دی۔ محمد علی، زیبا اور ندیم نے ہندوستانی فلم میں کام کیا۔ پاکستان کی مشہور اداکارہ ثمینہ پیرزادہ نے ایک فلم کی ہدایت دی ہے جس کا نام "انتہا" ہے۔ یہ فلم ان دنوں بہت کامیابی سے پاکستان میں چل رہی ہے۔ اس فلم کے گانوں اور ڈانس کی ہدایت ہندوستان کے ڈانس ڈائریکٹر احمد خان نے کی ہے۔ پاکستان کے مقبول شاعر قتیل شفائی نے بہت سی ہندوستانی فلموں کے گانے لکھے ہیں، وہ ان دنوں بھی ممبئی میں ہیں اور کئی فلموں کے لئے گیت لکھ رہے ہیں۔ حسینہ معین "حنا" لکھنے کے لئے متعدد بار ہندوستان آئیں۔ درپن نے جو اب مرحوم ہو گئے بہت سی ہندوستانی فلموں میں کام کیا، ہندوستانی اداکارہ نگار سلطانہ سے شادی بھی کی۔ سلمیٰ آغا نے متعدد فلموں میں کام کیا، زیبا بختیار نے بھی کئی فلموں میں کام کیا اور کئی فلموں کو نامکمل چھوڑ کر پاکستان چلی گئیں۔

یہ فہرست ابھی بھی نامکمل ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی متعدد ہند و پاک فن کار، گلوکار، شاعر، ادیب دوستی کے فروغ کے لئے آتے جاتے رہے ہیں۔

☆ 19 مارچ کو دلی میں تاریخی یادگار حوض خاص

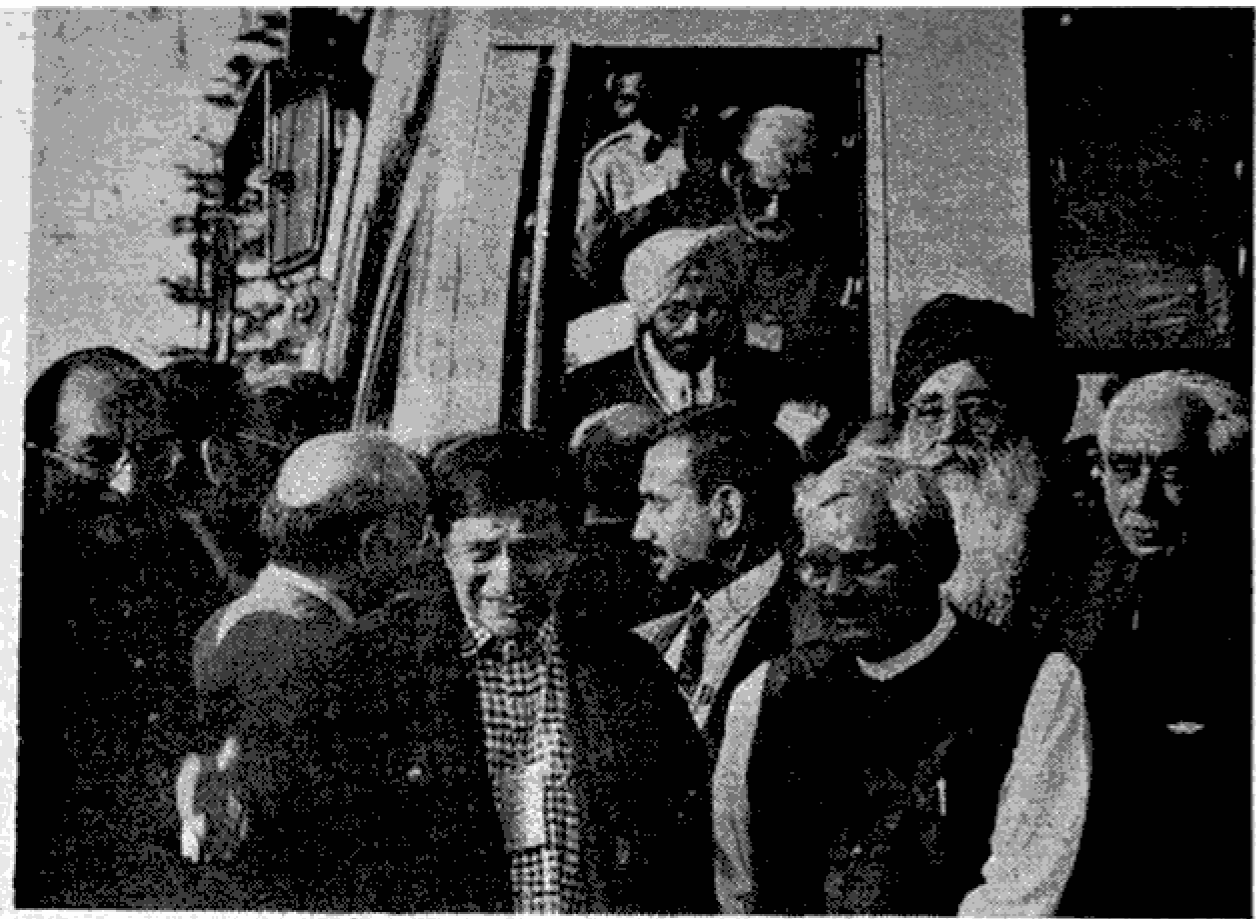

دلی سے لاہور چلی پہلی تاریخ ساز بس میں وزیر اعظم ہند اٹل بہاری واجپائی کے ساتھ لاہور پہنچنے والوں میں دیو آنند بھی شامل تھے

وزیر اعظم پاکستان نواز شریف (پشت) کے ساتھ شتروگھن سنہا اور دیو آنند

04 www.taemeernews.com

میں جناب اٹل بہاری واجپائی کی زیر قیادت مرکزی حکومت کی پہلی سال گرہ منائی گئی تھی جس میں پاکستانی "پواپ" (PoP) گروپ "جنون" نے بھی "دوستی" کے موضوع پر اپنا پروگرام پیش کیا۔

وزیر اعظم ہند اور وزیر اعظم پاکستان صدق دلی سے دوستی چاہتے، امن اور بھائی چارہ کے خواہاں ہیں۔ اس بات پر ایک دوسرے کے ہم خیال نظر آتے ہیں کہ اب بم کی بجائے بس کا دور دورہ ہو، بم نہ چلیں، بسیں چلیں۔

وزیر اعظم ہند جناب اٹل بہاری واجپائی نے لاہور میں اپنے اعزاز میں دیے گئے ایک شان دار استقبالیہ میں اپنی تقریر کے دوران "شمع" "اپریل 1998" میں شائع شدہ، علی سردار جعفری کی طویل نظم کا ایک ٹکڑا"

تم آؤ گلشنِ لاہور سے چمن بردوش
ہم آئیں صبحِ بنارس کی روشنی لے کر

بھی سنایا اور کہا کہ وہ علی سردار جعفری کو بھی اپنے ہمراہ لانا چاہتے تھے، مگر وہ ناسازیِ طبیعت کی وجہ سے نہیں آسکے۔

☆شتروگھن سنہا سے فلم والا کی ملاقات 23 مارچ کو نئی دلی میں ان کے 10.Talkatora Road کے سرکاری بنگلہ میں ہوئی۔ فلم والا کی بات چیت اس بس یاترا سے ہی شروع ہوئی۔ اُس نے شتروگھن سنہا سے پوچھا "آپ وزیر اعظم کے ساتھ بس میں بیٹھ کر پاکستان گئے تھے۔ اس سفر سے آپ پُر امید ہیں یا اسے سیاسی شعبدہ گری (GIMMIC) سمجھتے ہیں؟ یہ سوال خاص طور سے اس لیے پوچھ رہا ہوں کہ آپ بہت صاف گو ہیں اور بغیر کسی لاگ لپیٹ کے جواب دیتے ہیں۔"

"یہ سفر دوستی کا سفر تھا سیاسی شعبدہ بازی کا نہیں۔ اٹل جی اور نواز شریف صاحب مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے تمام اختلافات بھلا کر دوستی کا ہاتھ بڑھایا ہے۔ یہ اپنے آپ میں ایک تاریخی فیصلہ تھا اس کے بہت اچھے نتائج برآمد ہوں گے۔

دوستی کے لیے سیاست داں تو آج بڑھے ہیں میں تو برسوں سے اس سمت بڑھ رہا ہوں اور اپنے طور پر اسے بڑھاوا دے رہا ہوں۔ یہ میرا آٹھواں یا دسواں سفر تھا پاکستان کا۔ دیکھیے میں بہار کا رہنے والا ہوں۔ دس بیس پشتوں سے میرے خاندان میں سے کوئی پاکستان کی طرف نہیں گیا۔ ہاں میری بیوی کے دادا کراچی میں کبھی کمشنر آف پولیس تھے۔ میں اپنی بیوی اور بچوں اور فلمی، غیر فلمی دوستوں کو لے کر پاکستان جاتا رہا ہوں یہی سوچ کر کہ سیاست کی بات اہلِ سیاست جانیں، میرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے۔ میں جب جب وہاں گیا مرحوم ضیاء الحق صدر پاکستان کا مہمان رہا۔ اُن کی وفات پر اُن کے چہلم میں گیا۔ اُن کی بیٹی میرے ہاتھ پر راکھی باندھتی ہے اور یہ سلسلہ برسوں سے چلا آرہا ہے۔ نواز شریف صاحب جب پنجاب کے وزیر اعلیٰ تھے تب بھی مجھے اُن کی مہمان نوازی کا شرف حاصل رہا ہے۔

فن کار عوام کے ہوتے ہیں اس لیے فن کاروں کا فرض ہوتا ہے کہ وہ عوامی رابطہ ہر حالت میں قائم رکھیں۔ شکر کی بات یہ ہے کہ اب دونوں طرف کی سیاسی ہستیاں بھی دونوں ملکوں کے عوام کے جذبات، احساسات اور خواہشات کا احساس کرتے ہوئے مثبت سوچ رکھتے ہیں اور مثبت اقدام اُٹھا رہے ہیں۔"

"خبر ہے کہ آپ پاکستانی فلم "دوستی" میں کام کریں گے؟"

"میں دوستی کے لیے کتنی ہی دور تک جانے کے لیے تیار ہوں۔ میں تو اداکار ہوں۔ اگر فلم میں کام کرنے سے بھی دوستی کو فروغ ملتا ہے تو کام کرنے میں کیا حرج ہے۔"

"یہ فلم آپ کو کس طرح آفر ہوئی؟"

"اٹل جی جب دلی واپس چلے گئے تو میں لاہور میں مزید ایک دن کے لیے رُک گیا تھا۔ وہاں کے مشہور روزنامہ "جنگ" نے ایک فورم کا انعقاد کیا تھا جہاں پاکستان کی آج تک کی سب سے کام یاب فلم "مولا جٹ" کے رائیٹر ناصر ادیب نے ہند پاک دوستی میں فن کاروں کے تعاون کی بات کرتے ہوئے اپنی فلم میں کام کرنے کی مجھے آفر دی جو میں نے قبول کرلی۔ مگر اس شرط کے ساتھ کہ وہ میرا کام ایک ہی شیڈول میں مکمل کرلیں۔ اپریل کے پہلے ہفتہ میں لاہور جارہا ہوں تب میں فلم کی کہانی سنوں گا۔ میرے ہمراہ سبھاش گھئی اور پہلاج نہلانی بھی جائیں گے۔ جو پاکستان کے ساتھ مشترکہ فلم سازی کے امکانات کا جائزہ لیں گے۔"

☆ناصر ادیب کئی سال پہلے ہندوستان آئے تھے۔ فورم میں انہوں نے اپنے سفر کی اچھی اچھی یادوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ ممبئی (اُس وقت بمبئی) کے ہوٹل "ہالی ڈے ان" میں اُن کا قیام تھا، کچھ دن بعد وہ گوا جانے کے لیے نکلے تو بل ادا کرتے وقت انہوں نے بل کی ادائگی کے لیے ہندوستانی روپے دیے تو ہوٹل والوں نے روپے قبول کرنے سے انکار کردیا اور بتایا کہ قانون کے مطابق غیر ملکی مہمان ڈالر، پاؤنڈ اور دوسری غیر ملکی کرنسی میں ہی ادائگی کرسکتے ہیں، ہندوستانی روپے میں نہیں۔ وہ بھی چونکہ غیر ملکی ہیں اس لیے انہیں بھی غیر ملکی کرنسی میں ہی ادائگی کرنا ہوگی۔

ناصر ادیب نے بتایا کہ وہ صبح کے ساڑھے پانچ

شمع
اپریل 1999
چوتھا شمارہ
اشاعت کا 61واں سال

ایک کاپی کی قیمت: پندرہ روپے (Rs 15/-)
سال بھر کی قیمت: ایک سو ستر روپے (Rs 170/-)

بانی: یوسف دہلوی (مرحوم)
مدیران: یونس دہلوی
ادریس دہلوی
الیاس دہلوی

مقام اشاعت و صدر دفاتر 14-1/13 آصف علی روڈ، (کملا مارکیٹ کے سامنے) نئی دلی 110002
Shama Magazine
1/13-14, Asaf Ali Road,
Opp. Kamla Market, New Delhi - 110002

ٹیلی فون: Phone : (011) 3232674
تار کا پتہ: شمع نئی دلی
SHAMA NEW DELHI
فیکس: Fax: + 91 (11) 3235167
+91 (11) 3312601 (ATT: SHAMA)

شمع انڈین نیوز پیپر سوسائٹی، نئی دلی اور آل انڈیا نیوز پیپر ایڈیٹرز کانفرنس کا ممبر ہے۔
مطبوعہ، پروانہ پرنٹرز، گلی شاہ تارا، اجمیری گیٹ دلی
ٹائٹل اور رنگین صفحات، مطبوعہ رتنا آفسیٹ اوکھلا، نئی دلی
طابع و ناشر: یونس دہلوی

شمع میں شائع ہونے والے تمام ادبی یا نیم ادبی مواد میں نام، مقام، واقعات اور ادارے قطعی فرضی ہوتے ہیں اور حقیقی افراد، مقامات، واقعات یا اداروں سے ان کی مطابقت محض اتفاقیہ ہے جس کے لیے ایڈیٹر پبلیشر یا مصنف پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔ شمع میں شائع ہونے والے تمام مضامین اور تصاویر کے جملہ حقوق طبع و نقل بحق پبلیشر محفوظ ہیں۔ کسی طرح بھی اس کے کسی حصے کی اشاعت یا کسی بھی طرح استعمال سے پہلے تحریری اجازت لینا ضروری ہے

سرورق: رانی مکرجی   فوٹوگرافر: دورگا پرساد

چھ بجے کا وقت تھا۔ گوا جانے کے لئے اُن کی فلائٹ کا وقت نزدیک آرہا تھا۔ اُن کے پاس اُس وقت صرف ہندوستانی روپے ہی تھے۔ اتنے سویرے اپنے دوست دھرمیندر یا کسی اور کو اُٹھانا بھی نہیں چاہتے تھے کہ وہ آکر اُن کی ضمانت دے جائیں اس لئے ہوٹل والوں سے ہی بات کی کہ وہ اُنہیں جانیں دیں گوا سے واپس آکر وہ مطلوبہ کرنسی میں ادائیگی کردیں گے۔ یہاں تک کہ انہوں نے اپنا پاسپوٹ بھی رکھ لینے کی پیش کش کی کہ جب ادائیگی کریں گے تب پاسپورٹ لے لیں گے مگر ہوٹل والے نہیں مانے۔ تب ناصر ادیب نے اپنا نام بتاتے ہوئے کہا وہ پاکستانی فلموں کے رائٹر اور ڈائریکٹر ہیں انہوں نے ہی "مولاجٹ" لکھی ہے وہ بل ادا کئے بغیر بھاگ کر نہیں جائیں گے۔ جب ہوٹل والوں نے "مولاجٹ" کا نام سنا تو ان کا رویہ ایک دم بدل گیا۔ انہوں نے کہا کہ آپ نے پہلے ہی کیوں نہ بتایا کہ آپ "مولاجٹ" والے ناصر ادیب ہیں۔ "مولا جٹ" تو ہم نے بیسیوں مرتبہ دیکھی ہے۔ اب آپ جہاں چاہیں آرام سے جائیں۔ بل کی ادائیگی کی بھی ضرورت نہیں۔ آپ ہوٹل میں ہمارے مہمان بن کر رہیے۔"

بات چیت کا رخ موڑتے ہوئے فلم والا نے پوچھا "آپ فلم اور سیاست کی دو کشتیوں کی سواری سے تھک تو نہیں گئے؟"

"میں سیاست میں آج نہیں آیا ہوں۔ سماجی، عام لوگوں کی بھلائی کے کام آج شروع نہیں کئے ہیں اس لئے تھکنے کا سوال نہیں ہوتا۔ میرے دوست راجیش کھنہ، امیتابھ بچن کو سیاست میں لایا گیا۔ وہ جلدی واپس اپنی دنیا میں چلے گئے۔ سنیل دت صاحب کو بھی راجیو گاندھی لے کر آئے مگر وہ برسوں پہلے سے اپنی بیوی نرگس جی کے ساتھ عوام کی بھلائی کے کام کررہے تھے۔ آج بھی وہ امن، بھائی چارہ، دوستی کے مشن پر نکلے ہوئے ہیں۔ میں جب اپنے کیریئر کے عروج پر تھا تب سے راج نیتی سے جڑا ہوا ہوں۔ اس کے لئے فلموں کی قربانی دیتا رہا ہوں۔ ایک نہیں درجنوں بڑی بڑی فلموں کی آفرز کو قبول نہ کرتے ہوئے راج نیتی کے لئے وقت دیتا رہا ہوں۔ یہ سب کچھ بغیر کسی لالچ کے کیا، کسی عہدہ کے لئے نہیں کسی پرمٹ کے لئے نہیں کیا۔ پارٹی کو اقتدار ملا، وہ مجھے راجیہ سبھا میں لے آئی۔ میری ذمہ داریوں میں مزید اضافہ ہوگیا تو میں نے مزید فلمیں

وزیر اعظم پاکستان نواز شریف سے دیو آنند کی ایک خصوصی ملاقات

چھوڑنا شروع کردیں۔ میرا ابھینیتا (اداکار) کا رول بھی عوام کے لئے ہے اور نیتا (لیڈر) کا رول بھی عوام کے لئے ہی ہے۔"

"جب آپ کی پارٹی اقتدار میں نہ تھی تو آپ کو پرمٹ، پلاٹ نہیں ملا مگر اب تو آپ کو سب کچھ مل سکتا ہے پھر بھی آپ نے کچھ نہیں لیا۔ کیا ان سب کے لئے آپ کا دل نہیں چاہتا؟"

"چاہتا ہے۔ بہت چاہتا ہے۔ آخر میں بھی انسان ہوں۔ میری بھی ضروریات ہیں۔ میرے بیوی بچوں کو بھی ان چیزوں کی ضرورت ہے۔ مگر جب بھی مجھے ایسا لالچ ایسی Temptations گھیرتی ہیں تو میری بیوی مجھے بچاتی ہیں۔ روکتی ہیں۔ میرا آئینہ مجھے روکتا ہے کہ اگر میں بھی پرمٹ اور پلاٹ کے بھنور میں پھنس گیا تو خود سے آنکھ نہیں ملاسکوں گا۔ لوگ ہمارے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ ہمارا کام کردیجئے اور جتنا پیسہ چاہئے پارٹی فنڈ کے لئے لے لیجئے۔ مگر میں ان سے صاف صاف کہہ دیتا ہوں کہ پارٹی فنڈ جمع کرنا میرا کام نہیں ہے آپ پرمود مہاجن کے پاس جائیے۔"

"آپ نے اب بہت لمبے وقفے کے بعد فلمیں لینا شروع کردی ہیں۔ دیو صاحب کی فلم لی ہے پہلاج نہلانی کی فلم لی ہے۔ پنجابی فلم "اُدھم سنگھ" کررہے ہیں۔"

"جی ہاں، فلم میرا پیشہ ہے سیاست پیشہ نہیں ہے۔ مجھے اپنے بچوں کو وہ سب کچھ دینا ہے جس کے وہ عادی ہیں۔ اس لئے پیسہ کمانے کے لئے فلمیں تو کرنا ہی ہیں۔"

"فلم "شہید اُدھم سنگھ" جس کے لئے آپ ابھی پٹیالہ گئے تھے، کیا ہے؟"

"یہ آزادی کے متوالے شہید اُدھم سنگھ پر بنائی جارہی ہے۔ راج ببر اس میں اُدھم سنگھ بنے ہیں، گورداس مان

23 مارچ کو ۰۰ پاکستان ڈے کے موقع پر نئی دہلی میں دی گئی ضیافت میں شریک مہمان سے پاکستان کے ہائی کمشنر جناب اشرف جہانگیر قاضی اور ہندوستانی وزیر خارجہ جناب جسونت سنگھ

www.taemeernews.com

اپنے حالیہ دورۂ پاکستان کے دوران صوبہ پنجاب کے گورنر جناب شاہد حامد کے ساتھ شبانہ اعظمی

بھگت سنگھ کا رول کر رہے ہیں۔ میں ایک مسلم پولیس افسر بنا ہوں جو آزادی کے متوالوں کی چپکے چپکے مدد کرتا ہے۔ ایک دن جب انگریزوں کو اس کا پتہ چل جاتا ہے تو وہ بھی شہادت کا جام پی لیتا ہے۔ اس فلم کی شوٹنگ لندن کے علاوہ پاکستان میں بھی ہوگی۔"

☆ پانچ سال قبل دیو آنند کا فلم والا کے ساتھ لاہور جانے کا پروگرام بن رہا تھا جو دیو صاحب کی مصروفیات کی وجہ سے ملتوی ہوتا چلا گیا۔ وزیر اعظم کے ساتھ حالیہ کئے گئے تاریخی سفر کے بارے میں ان کا کہنا ہے "55 سال کے بعد لاہور جا کر بے حد خوشی ہوئی۔ اپنا کالج دیکھا اپنا کمرہ دیکھا۔ پرانے دوستوں سے ملاقات تو نہیں ہو سکی۔ صرف فون پر ہی بات چیت رہی۔ میرے کچھ کلاس فیلوز جو اب حیات نہیں ہیں، ان کی بیگمات نے فون کئے۔ کچھ یادیں دل میں پھر سے چٹکیاں لینے لگیں۔ اپنی ایک کلاس فیلو لڑکی اوشا چوپڑہ کی یاد آنے لگی جس سے دل ہی دل میں محبت کرتا تھا اور اظہار کی کبھی ہمت ہی نہیں ہوئی۔

یہ دوستی کا سفر جو نیک نیتی سے شروع ہوا ہے کاش بہت برس پہلے شروع ہو جاتا۔ خوشی ہے کہ شروع ہوا کیوں کہ سفر شروع نہ ہو تو منزل تک رسائی بھی نہیں ہوتی۔

پاکستان کے وزیر اعظم جناب نواز شریف میرے ہی کالج میں پڑھا کرتے تھے ان سے واگہہ بارڈر پر ملاقات ہوئی اور اس کے بعد ایک خصوصی ملاقات کے لئے بھی انہوں نے وقت عنایت کیا۔ جس میں ہم دونوں کے علاوہ کوئی اور نہیں تھا۔"

"آپ نے پاکستان میں ایک فلم بنانے کا بھی اعلان کیا تھا۔ کیا وہ جذباتی اور وقتی فیصلہ تھا یا آپ اس کے بارے میں سنجیدہ ہیں؟" فلم والا کے یہ پوچھے جانے پر دیو صاحب نے کہا۔

"ٹھیک ہے، لاہور میں قدم رکھتے ہی میں جذباتی ہو گیا تھا لاہور سے 55 سال پہلے فرنٹیر میل میں بیٹھ کر بمبئی (اب ممبئی) گیا تھا کچھ کرنے کے لئے، کچھ بننے کے لئے آج مجھے وہ بہت کچھ مل گیا ہے جس کی تمنا تھی۔ اب تمنا یہ ہے کہ دونوں ملکوں کی دوستی کے لئے کچھ کروں۔ میں فلم میکر ہوں اس لئے فلم کے ذریعہ ہی اپنی بات کہنا چاہوں گا۔ مگر یہ فلم کیا ہوگی، کب شروع ہوگی ابھی اس بارے میں کچھ بھی صاف نہیں ہے۔ فی الحال تو میں اپنی نئی فلم "سینسر" میں مصروف ہوں۔"

☆ گلوکار مہندر کپور کا تعلق تو امرتسر سے ہے مگر وہ اپنے تایا کے ہاں لاہور جایا کرتے تھے۔ لاہور کی بے شمار یادیں 20 فروری 1999 کو تازہ ہو گئیں جب وہ وزیر اعظم کے ساتھ اس بس میں لاہور گئے۔

مہندر کپور نے کہا "یہ سفر میرے دیرینہ خواب کی تعبیر بن کر آیا ہے۔ میں ممبئی میں بیٹھا لاہور کے خواب ہی دیکھا کرتا تھا۔ جب وزیر اعظم کے ہاں سے دعوت نامہ ملا تو میری خوشی کا ٹھکانا نہیں رہا۔ خدا کرے دوستی کا یہ قدم جو دونوں وزرائے اعظم نے اٹھایا ہے آگے بڑھتا جائے۔"

☆ جاوید اختر تو پاکستان جاتے ہی رہتے ہیں ابھی وہ وزیر اعظم کے ساتھ لاہور گئے تھے وہاں سے واپس آتے ہی اپنی بیگم شبانہ اعظمی اور اپنی بیٹی اور بیٹے کے ساتھ لاہور، اسلام آباد اور کراچی چلے گئے۔

جاوید اور شبانہ نے کہا "ہماری خواہش اور دعا ہے کہ دونوں ممالک کے درمیان پچاس سالہ دشمنی دوستی میں بدل جائے کیوں کہ لڑائی جھگڑوں سے مسائل حل نہیں ہوتے۔"

☆ ہندوستان کے بہت سے پروڈیوسرز کی دلی خواہش رہی کہ وہ پاکستان جا کر اپنی فلموں کی شوٹنگ کریں مگر اجازت کسی کو نہیں ملی۔ راج کپور بھی "حنا" کی شوٹنگ پاکستان میں کرنے کا ارمان لے کر سدھار گئے۔ خیر جب ان کے بچوں نے "حنا" شروع کی تو انہیں تام جھام کے ساتھ باقاعدہ شوٹنگ کی اجازت تو نہیں ملی مگر یہ اجازت ضرور ملی کہ کچھ بازاروں اور سڑکوں کی فلم بندی کر سکتے ہیں۔

دوستی کی جو ہوائیں دونوں ممالک میں چلنا شروع ہوئی ہیں ان کا اثر فلموں پر بھی ہوا اور حکومت پاکستان کی طرف سے ایک فلم کی شوٹنگ کی باقاعدہ اجازت مل گئی ہے۔ فلم کا نام ہے "شہید اُدھم سنگھ" جو آزادی کے متوالے، انگریزوں سے لوہا لینے والے رام محمد سنگھ آزاد کی سچی کہانی پر مبنی ہے۔ جس نے لندن جا کر جلیان والا باغ میں شہید ہونے والے بے گناہ ہندوستانیوں کے خون کا بدلہ جنرل ڈائر کو مار کر لیا تھا۔ اس فلم میں رام محمد سنگھ آزاد یعنی ادھم سنگھ کا رول کر رہے ہیں راج ببر۔ فلم کی شوٹنگ زور شور سے پٹیالہ میں چل رہی ہے، اس لئے فلم والا نے پٹیالہ فون کر کے راج ببر سے بات کی۔

راج ببر نے بتایا کہ فلم میں ان کے علاوہ شتروگھن سنہا، گورداس مان، امریش پوری، رنجیت، بیری جان، کویتا سین اور آئرلینڈ کی ایک لڑکی کرسٹین کام کر رہے ہیں۔ پٹیالہ سے قافلہ لندن جائے گا جہاں 18 اپریل سے شوٹنگ ہوگی جو 12 دن چلے گی۔ واپسی میں یہ لوگ پاکستان جائیں گے۔ جہاں ہفتہ بھر کی شوٹنگ ہوگی۔

فلم والا کے یہ پوچھنے پر کہ پاکستان میں شوٹنگ کی اجازت کس طرح ملی۔ راج ببر نے بتایا کہ "اس میں سب سے بڑا ہاتھ تو دونوں ممالک میں بڑھتی دوستی اور تعاون کا ہے جس سے امید کرنی چاہئے کہ ہندوستانی فلم ساز پاکستان جا کر اور پاکستانی فلم ساز ہندوستان آ کر شوٹنگ کر سکیں گے۔ لندن میں ادھم سنگھ ٹرسٹ ہے جس کی برانچ لاہور میں بھی ہے۔ یہ اجازت اسی ٹرسٹ کے ذریعہ حاصل ہوئی ہے۔ یہ بہت اچھی شروعات ہے اور بہت ہی اچھی فلم سے ہوئی ہے۔"

☆ پاکستان کے ایک ذمہ دار اور معتبر ذریعہ سے یہ تشویش ناک خبر موصول ہوئی ہے کہ ملکہ ترنم نور جہاں کی طویل علالت نے ان کی قوت گویائی اور بصارت پر بہت بُرے اثرات مرتب کئے ہیں۔ تمام دنیا میں اپنی آواز کا جادو جگانے والی نور جہاں کی آواز تقریباً گم ہو کر رہ گئی ہے ان کی بات ان کے مونہہ سے کان لگا کر سنی جا سکتی ہے اور یہی حال بصارت کا ہے ان کی بینائی اتنی کمزور ہو چکی ہے کہ وہ قریب سے قریب تر بیٹھے ہوئے انسان کا چہرہ بھی نہیں دیکھ سکتیں۔

07 www.taemeernews.com

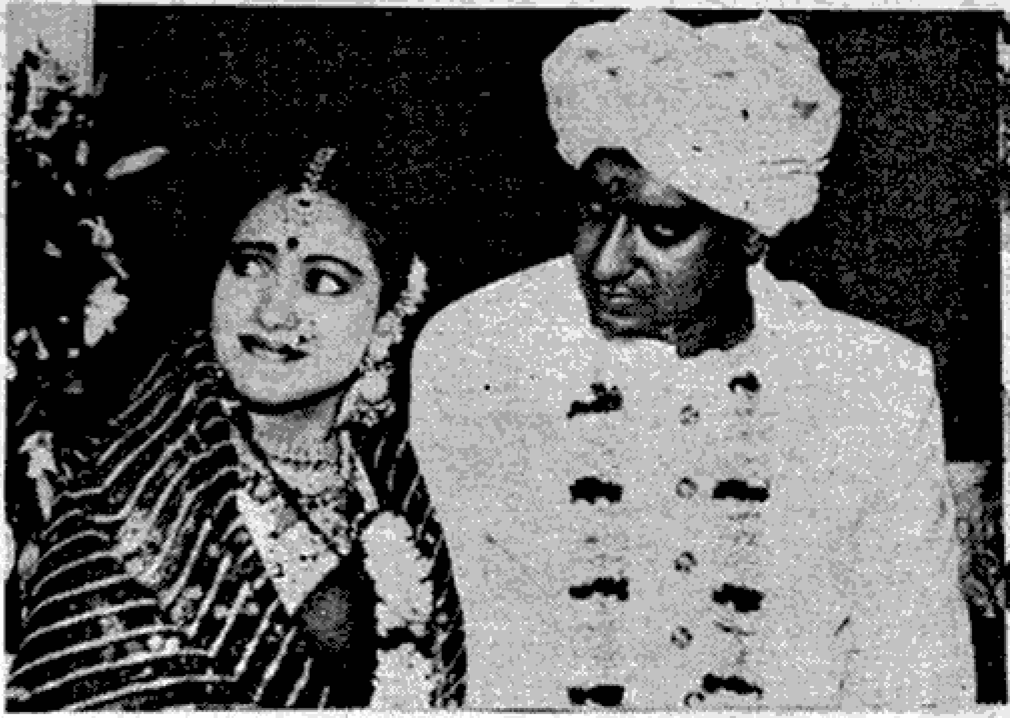

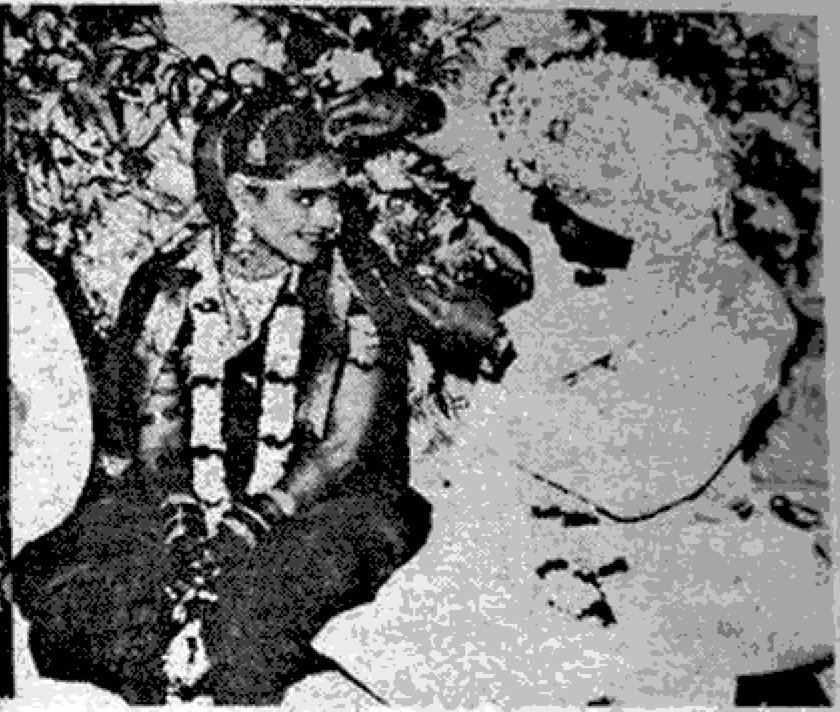

☆اجے دیوگن اور کاجول کی شادی کی تاریخ کئی بار تبدیل ہوئی مگر اس بار جو تاریخ طے ہوئی وہ 24 فروری تھی۔ ان ہی دنوں شمع پوسٹ کیا جاتا ہے اس لئے یہ طے ہوا کہ شمع کچھ دیر سے پوسٹ کیا جائے تاکہ شادی کی تصاویر اس میں شامل کی جا سکیں۔ 5 فروری کو خبر ملی کہ اجے دیوگن کی دادی کا انتقال ہو گیا ہے اور شادی کی تاریخ آگے بڑھ گئی ہے۔ اس لئے اس خبر کے ساتھ اپنے مقررہ وقت پر شمع کی پوسٹنگ کر دی گئی۔ تب ہی 24 فروری کو خبر ملی کہ اجے اور کاجول نے آج شادی کر لی کیوں کہ جیوتش کے حساب سے 24 فروری کی تاریخ اور شام 6 بجے سے 8 بجے تک کا وقت بہت ہی شبھ بتایا گیا تھا۔ اگر یہ گھڑی ٹل جاتی تو ایسی ہی مبارک ساعت کئی سال بعد آتی۔ تو یہ وجہ تھی کہ شمع ماہ مارچ میں شادی کی تصاویر شائع نہیں ہو سکیں۔ جو اب آپ کی نذر ہیں۔ بات پرانی ہو گئی ہے اس لئے ہم اتنی تصاویر نہیں دے رہے ہیں جتنی دینا چاہتے تھے۔

08 www.taemeernews.com

سنیل دت آج کل پیار، امن اور دوستی کے ساتھ سری لنکا، بھوٹان، نیپال اور پاکستان کے دورے پر ہیں۔

☆ماضی میں قومی یک جہتی کے لئے ممبئی سے امرتسر تک پیدل یاترا کرنے والے اور ہیروشیما سے ناگاساکی (جاپان) میں ایٹم بم کے تباہ کاریوں کی طرف پوری دنیا کی توجہ مبذول کرانے کے لئے پیدل یاترا کرنے والے سنیل دت آج کل پیار، امن اور دوستی کا پیغام لے کر جنوبی ایشیا کے پانچ ممالک کے دورے پر ہیں اس سفر میں ان کے ہمراہ اٹھارہ نوجوان ہیں جو 85 دنوں میں 15000 کلو میٹر کا سفر طے کریں گے۔ پچھلے دنوں یہ قافلہ سری لنکا کے دارالخلافہ کولمبو سے 5 جیپوں میں عازم سفر ہوا۔

☆لتا منگیشکر کے نام پر ایک خوشبو "لتا" اگست میں بازار میں آئے گی۔ اس سے قبل زینت، روینہ اور شاہ رخ کے نام کی خوشبویات آچکی ہیں۔

☆یش چوپڑہ اور شکتی سامنت کو سوئٹزر لینڈ کی اعزازی شہریت وہاں کے قونصل جنرل کی طرف سے فلموں میں سوئٹزر لینڈ کی خوب صورت عکاسی کے اعتراف میں دی گئی ہے۔

☆رام گوپال ورما کی نئی دریافت آفتاب جوان کی نئی فلم "مست" میں اُرملا ماتونڈکر کے مقابل ہیرو کا رول ادا کر رہا ہے فلموں کے لئے کوئی نئی چیز نہیں ہے فلم "شہنشاہ" میں اس نے جونیئر امیتابھ بچن اور فلم "اول نمبر" میں جونیئر عامر خاں کا رول ادا کیا تھا۔ فلم "چال باز" میں یہ سری دیوی کا چھوٹا بھائی بنا تھا اور فلم "سوکروڑ" میں دیو آنند کا بیٹا۔ "مسٹر انڈیا" کے دس بچوں کے گروپ میں ایک بچہ آفتاب ہی تھا اور فلم میں موگامبو (امریش پوری) نے جس بچے کو کھولتے ہوئے تیزاب کے حوض پر لٹکایا تھا وہ بھی آفتاب تھا۔ آفتاب کا تیسرا تعارف یہ بھی ہے کہ جب بالکل بچہ تھا بچوں کی غذا فیرکس کے ہر ڈبے پر اس کی تصویر نظر آتی تھی۔

☆1999 ہر اعتبار سے سنجے دت پر مہربان نظر آتا ہے۔ "داغ دی فائر" کی کام یابی نے اگر سنجے دت کے بکھرے ہوئے کیریئر کو سنبھالا ہے تو نجی زندگی میں اسے اس وقت زبردست کام یابی ملی جب اس کی بچی تریشالا کے معاملے میں اس کا اور اس کی پہلی سسرال والوں کے درمیان عدالت سے باہر ایک فیصلہ ہو گیا اس فیصلے کے مطابق اب تریشالا اپنے والد سے بغیر کسی روک ٹوک کے کہیں بھی مل سکتی ہے۔

☆متھن چکرورتی کی نئی فلم "آگ ہی آگ" کے پروڈیوسر جواہر لال بافنا کی نظر میں ان کی زندگی جہنم کی آگ سے بدتر ہو گئی تو وہ کسی کو بتائے بغیر 19 مارچ کی صبح ہی صبح غائب ہو گئے مگر جاتے جاتے ایک خط ضرور چھوڑ گئے جس میں انہوں نے اپنی موجودہ حالت کا براہ راست الزام فلم کے ہیرو متھن چکرورتی پر لگاتے ہوئے لکھا کہ متھن چکرورتی پروڈیوسرز کا دوست نہیں دشمن ہے، وہ ان کا خون پی رہا ہے۔ میں اپنے تمام پروڈیوسر دوستوں سے اپیل کرتا ہوں کہ اس کے پاس نہ جائیں، اس کو اپنی فلموں میں نہ لیں۔ جواہر لال بافنا نے خط کے آخر میں لکھا۔ میں اپنا گھر بار چھوڑ کر جا رہا ہوں، مجھے تلاش کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔

بافنا کے بیٹے نے گمشدگی کی اطلاع پولیس کو دی جس نے انہیں احمد آباد میں ڈھونڈ نکالا۔ بافنا گزشتہ 41 سالوں سے فلمیں بنا رہے ہیں ان کا کہنا ہے کہ متھن کے غیر ذمہ دارانہ رویہ کی وجہ سے وہ قریب 50 لاکھ روپے کے نقصان تلے آگئے انہوں نے قرضے اُتارنے کے لئے اپنی بیوی اور بہو کے زیورات تک بیچ دیے۔ جواہر لال بافنا نے بتایا کہ ان کا ارادہ باقی زندگی امرتسر کے گوردوارہ میں ہی پڑے رہ کر گزارنے کا تھا کیوں کہ ان میں اپنی بیوی اور بہو سے آنکھ ملانے کی ہمت نہیں تھی۔

☆آنے والے ہفتوں میں متھن چکرورتی کی 14 فلمیں ریلیز ہو رہی ہیں جن میں "کہانی قسمت کی" "بے نام" "بغاوت۔ ایک جنگ" "پھول اور آگ" "بلیدان" "پھندے باز" "دادا" "سوتیلا" "اگنی پتر" "گنگا کی قسم" "جوالا مکھی" "میری عدالت" "سزہریلے" "اور" کالی ٹوپی لال رومال" شامل ہیں۔

☆کرشمہ کپور کی چھوٹی بہن کرینہ کپور کا کیریئر بڑے قرینہ کے ساتھ آگے بڑھتا نظر آرہا ہے پروڈیوسر وکی کمار جس نے اپنی پچھلی دو فلموں "انگ رکھشک" اور "زور" اپنے دوست سنی دیول کے ساتھ بنائی ہیں اپنی نئی فلم وہ بوبی دیول کے ساتھ بنائے گا جس کی ہیروئین کرینہ کپور ہوگی فلم کی ہدایت نزیش ملہوترہ کی ہے۔ عباس مستان کی ہدایت میں بننے والی پروڈیوسر وجے گلانی کی نئی فلم میں بھی کرینہ کپور، بوبی دیول کے مقابل ہیروئین کا رول ادا کرے گی۔ سنیل درشن کی ایک فلم میں کرینہ، اکشے کمار کی ہیروئین ہوگی۔ کرینہ کی پہلی فلم جے پی دتہ کی فلم "رفیوجی" ہے جو 1999 کے آخر تک ریلیز ہو جائے گی۔

اردو چینل "فلک" 12 اپریل سے

اردو والوں کے لئے جاتی صدی کا یہ سب سے بڑا تحفہ ہے کہ 12 اپریل سے ان کی اپنی زبان کا سٹیلائٹ ٹی وی چینل باقاعدہ طور پر شروع ہو رہا ہے جس کا نام "فلک" ہے یہ جواں عمر مگر پختہ عزائم کے مالک سید عروج کا پروجیکٹ ہے۔

"فلک" کی تجرباتی ٹیلی کاسٹ 11 مارچ سے 24 گھنٹے ہو رہی ہیں مگر 12 اپریل سے ابتداء میں روزانہ 8 گھنٹے مختلف نوعیت کے پروگرام دکھائے جائیں گے پھر آہستہ آہستہ یہ 24 گھنٹے کا چینل بن جائے گا۔ "فلک" کی پہنچ 135 ایشیائی، افریقی اور یورپی ممالک تک ہے۔

www.taemeernews.com

☆ 1951 میں بنی فلم "بادل" جس میں مدھو بالا اور پریم ناتھ نے مرکزی رول ادا کئے تھے اپنے دھرمیندر کی پسندیدہ فلم ہے اور فلم سے زیادہ اس فلم کا نام دھرمیندر کو عزیز ہے جب دھرمیندر نے بوبی دیول کی پہلی فلم بنانے کا اعلان کیا تو ان کی خواہش تھی کہ اس فلم کا نام "بادل" ہو مگر 1985 میں اسی نام سے راما نند ساگر کے بیٹوں موتی ساگر اور آنند ساگر نے متھن چکرورتی اور پونم ڈھلون کے ساتھ فلم بنائی تھی فلم کا نام ان کے نام رجسٹرڈ تھا۔ دھرمیندر کی لاکھ کوششوں کے باوجود انہیں تو بوبی کی پہلی فلم کا نام "بادل" نہیں مل سکا مگر دھرمیندر کی دوسری پسندیدہ فلم "برسات" (راج کپور، نرگس، نمی، پریم ناتھ) کا نام مل گیا۔ مگر صدق دل سے کسی چیز کی چاہت ہو تو وہ ضرور ملتی ہے چاہے تاخیر ہی سے اب یہی دیکھئے کہ سلیم اختر کی نئی فلم کا نام "بادل" ہے اور فلم کا ہیرو بوبی دیول۔

☆ دو فلموں "ستیہ" اور "کون" کے ہیرو منوج باجپائی کی آج ہر طرف مانگ ہے، ریشی سپی کی ایک مدت بعد جو فلم آئے گی اُس میں باجپائی نظر آئے گا، دکو کی فلم (مادھوری ڈکشت، سنیل شیٹی) کی کاسٹ میں بھی اُسے شامل کیا گیا ہے۔ ٹوٹو شرما کی اگلی فلم جس کی ہدایت سدھیر مشرا کے سپرد کی گئی ہے میں باجپائی منیشا کوئرالہ کے مقابل سائن کیا گیا ہے۔ دیو آنند بھی اپنی نئی ملٹی اسٹار کاسٹ فلم "سینسر" میں باجپائی کو لینا چاہتے تھے مگر باجپائی نے معذرت کرلی۔

☆ 7 مارچ کو پوری فلم انڈسٹری میں اُس وقت سنسنی پھیل گئی جب سبھاش گھئی کے چند بد خواہوں نے اس المناک افواہ کو جنم دیا کہ سبھاش گھئی اچانک حرکتِ قلب بند ہو جانے سے انتقال کر گئے۔ ان افواہ بازوں میں آپس میں بھی تال میل نہیں تھا لہٰذا چند نے فون پر ان کی موت کو ہارٹ اٹیک بتایا اور چند نے اسے قتل کی واردات بتایا۔ حالانکہ اس دن سبھاش گھئی فلمستان اسٹوڈیو میں لگائے گئے ایک شاندار سیٹ پر فلم "تال" کے کلائمکس کی فلم بندی میں مصروف تھے۔

☆ کرشمہ کپور نے ساجد نڈیاڈوالا کی نئی فلم "ہر دل جو پیار کرے گا" صرف اس وجہ سے چھوڑ دی کہ اس کے ستارے ڈانس ڈائریکٹر فرح خاں سے نہیں ملتے۔ ساجد نے فرح کو کرشمہ پر ترجیح دی اور اب فلم میں کرشمہ کی جگہ پریٹی زنٹا آ گئی ہے۔ سلمان خاں اور رانی مکرجی فلم کے دیگر اہم ستارے ہیں۔

☆ اداکارہ ارونا ایرانی کی بطور فلم سازہ پہلی فلم "اناڑی نمبر ون" کے لئے امیتابھ بچن کی آواز میں اشلوک ریکارڈ کیا گیا ہے جو فلم کے لوگو کے ساتھ بیک گراؤنڈ میں گونجے گا۔ آپ کو یاد ہو گا کہ امیتابھ بچن کی بحیثیت ہیرو پہلی فلم "بامبے ٹو گوا" کی ہیروئین ارونا ایرانی تھی۔

☆ اداکار ارشد وارثی نے 14 فروری کو اپنی گرل فرینڈ ماریا سے شادی کرلی۔

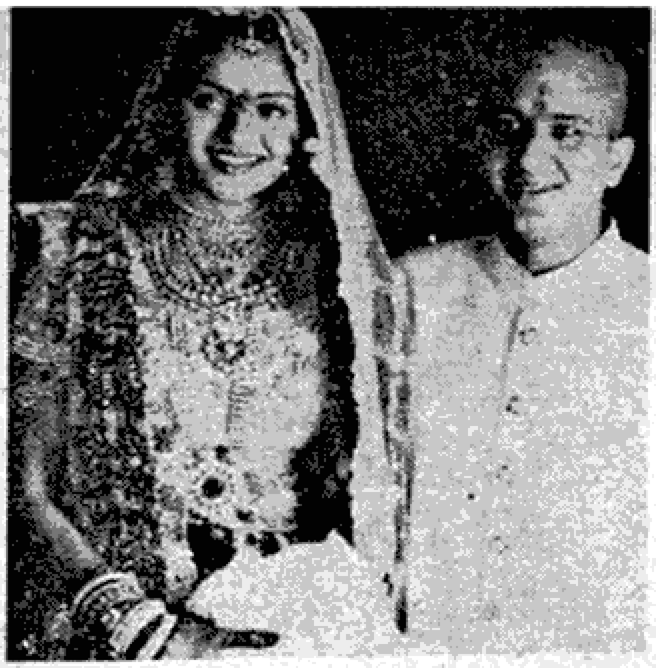

اداکارہ مدھو نے 19 فروری کو جوہی چاولہ اور جے مہتہ کے ایک کزن آنند شاہ سے شادی کرلی۔

سابق اداکارہ میناکشی سشادری اپنی بیٹی کیندرا کے ساتھ
فلموں سے کنارہ کشی کے بعد میناکشی اپنی تعلیم مکمل
کرنے کے بعد امریکہ میں ہندوستانی ثقافت کو فروغ دینے
کا ارادہ رکھتی ہے۔

سابق اداکارہ پوجا بیدی ابراہیم اپنی بیٹی عالیہ کے ساتھ

☆ چندر چوڑ سنگھ کی شادی کی شہنائیاں بھی جلد بجنے والی ہیں، اس کے والدین نے اپنی بہو یوپی میں تلاش کی ہے جہاں وہ رہتے ہیں۔

☆ گرما گرم خبر یہ سنی جا رہی ہے کہ سلمان خاں اور ایشوریہ رائے کے درمیان کچھ کچھ نہیں بہت کچھ ہو رہا ہے۔ ایک زمانہ میں سلمان اور سنگیتا بجلانی کے درمیان بہت کچھ تھا۔ پھر سومی علی کے ساتھ بہت کچھ دیکھا اور سنا گیا۔ جب تک سلمان خاں کی شادی نہیں ہو جاتی بہت کچھ سننے اور دیکھنے کو ملتا رہے گا۔

www.taemeernews.com

فلم "سلسلہ ہے پیار کا" کی شوٹنگ کے دوران لی گئی تصویر میں ہدایت کار شری دیو، چندر چوڑ سنگھ، سازاین. سی. پی اور ارونا ایرانی

☆ راج کنور کی فلم "داغ دی فائر" باکس آفس پر کام یاب ہی نہیں رہی اس نے سنجے دت کے کیریئر کو بھی زبردست سنبھالا دیا مگر کیا آپ کو یہ جان کر حیرت نہیں ہوگی کہ پہلے راج کنور یہ فلم بحیثیت ڈائریکٹر، پروڈیوسر این۔ این۔ سپی کے لئے بنانے والا تھا۔ این۔ این۔ سپی اس فلم کو رشی کپور، مادھوری ڈکشت، اجے دیوگن اور امریش پوری کے ساتھ بنانے والے تھے مگر جب فلم کے سیٹ پر جانے کی باری آئی تو حالات بدل چکے تھے رشی کپور کی بہت سی فلمیں فلاپ ہو گئیں۔ مادھوری ڈکشت کی ڈبل رول کی تین فلمیں ("سنگیت" "یارانہ" اور "آنسو بنے پھول") پہلے ہی فلاپ ہو چکی تھیں اُسے خدشہ تھا کہ چونکہ اس فلم میں بھی اُس کا ڈبل رول ہے شاید یہ فلم بھی فلاپ ہو لہٰذا اس نے معذرت کر لی۔ اجے دیوگن نے اتنا معاوضہ مانگا کہ سپی کے لئے وہ قابل قبول نہ تھا امریش پوری اس فلم میں وہ رول کرنے والا تھا جو راج کی فلم میں راج ببر نے کیا ہے مگر بد قسمتی کہ ان دنوں امریش پوری ایک حادثہ کا شکار ہو کر بستر پر چلے گئے اور ان طرح این۔ این سپی کی فلم نہیں بن سکی اور جب راج کنور نے خود یہ فلم بنائی تو سنجے دت کے علاوہ مہیما چودھری اور چندر چوڑ کو بھی ایک کام یاب ترین فلم ملی۔

☆ شاہ رخ خاں ودھو ونود چوپڑہ کی نئی فلم "کشمیر" میں ہیرو کا رول ادا کرے گا۔

☆ پروڈیوسر واشو بھگنانی نے اپنی دو نئی فلموں کے لئے راج کمار سنتوشی اور راج کنور کو سائن کیا ہے۔

☆ کے۔ سی۔ بوکاڈیہ کی نئی فلم سنی دیول اور سنیل شیٹی کے ساتھ بنائی جائے گی۔

☆ "موجود" بنانے والے این۔ چندرا اپنی دو نئی فلموں کے لئے انیل کپور اور گووندا سے بات چیت کر رہے ہیں۔

☆ راج کنور نے "اتہاس" کے بعد "ڈھائی اکشر پریم کے" نئے ستاروں کے ساتھ بنانے کا اعلان کیا تھا انڈسٹری میں آج کل یہ چرچہ ہے کہ اب یہ فلم ابھشیک بچن کے ساتھ بنائی جائے گی۔

☆ پروڈیوسر مارکنوس زیور (پچھلی فلم ڈولی سجا کے رکھنا) اپنی نئی فلم ابھشیک بچن اور رتیک روشن کے ساتھ بنائیں گے۔ فلم کی ہدایت راج کمار سنتوشی کی ہوگی۔ پروڈیوسر موہن کمار کی زیر تکمیل فلم (جس میں ہیرو کا رول رتیک روشن ادا کر رہا ہے) کا نام "چاندنی چوک" رکھا جا رہا ہے۔ دلی کے تاریخی بازار چاندنی چوک کے پس منظر میں بنائی جانے والی اس رومانی فلم کی ہدایت ستیش کوشک کی ہے۔ 1954 میں بی آر چوپڑہ نے مینا کماری اور شیکھر کے ساتھ فلم "چاندنی چوک" بنائی تھی۔

☆ "ہم آپ کے دل میں رہتے ہیں" کی زبردست کام یابی سے پروڈیوسر ڈی راما نائیڈو اتنے خوش ہوئے کہ انھوں نے فلم کے ہیرو انیل کپور کو تحفے میں ایک مرسیڈیز کار انعام میں دی ہے اور اپنی ایک نئی فلم میں ہیرو کا رول انیل کپور کو دیا ہے۔ اس فلم کی ہدایت بھی ستیش کوشک کی ہوگی۔ فلم کی ہیروئنیں ایشوریا رائے اور پریتی زنٹا ہیں۔

☆ پہلی فلم "غلامی" سے پچھلی فلم "بارڈر" تک اپنی تمام فلموں کی آؤٹ ڈور شوٹنگ راجستھان میں کرنے والے ہے۔ جے۔ پی۔ دتہ نے اپنی زیر تکمیل فلم "رفیوجی" کا کلائمکس 20 مارچ سے جے پور میں فلمایا "رفیوجی" کا ایک بڑا حصہ بھج (گجرات) میں پہلے ہی فلمایا جا چکا ہے۔

☆ دیو آنند کے حوصلوں کو داد دینا چاہیے کہ ان کی پچھلی فلم "میں سولہ برس کی" ممبئی کے علاوہ اور کہیں ریلیز نہیں ہو سکی تھی مگر انھوں نے اپنی نئی فلم "سنسر" کے لئے شمی کپور، ہیما مالنی، ونود کھنہ، شترو گھن سنہا، راج ببر، جیکی شروف، گووندا، امریش پوری، ارونا ایرانی، آئیشہ جلکا، جانی لیور، آرچنا پورن سنگھ، شواجی ساٹم، سمتا جیکر، ریش بھنگر، تارا دیش پانڈے، نکھل کپور، ہنا گریوال اور ونے کے علاوہ چار نئے چہرے حنا کوشک، موہنی شرما، دو عدد شعیب خاں سائن کئے ہیں ایک شعیب خاں اپنا نام تبدیل کرے گا۔ فلم میں دیو آنند فلم ڈائریکٹر کا رول ادا کر رہے ہیں ان کی بیوی ہیما مالنی بنی ہیں دراصل "سینسر" فلم میکنگ کی کہانی ہے موسیقی جتن للت دے رہے ہیں۔ فلم کی کاسٹ میں ممتا کلکرنی کو بھی شامل کیا گیا ہے۔

☆ شاہ رخ خاں مشہور آرٹسٹ ایم ایف حسین کی ہدایت میں بننے والی فلم "گج گامنی" میں مہمان اداکار کی حیثیت سے کام کرے گا۔

☆ اداکارہ کونیکا نے ایک جیوتشی کے مشورے پر اپنا نام تبدیل کر کے نیا نام ملیکہ رکھا ہے۔

☆ راجکوٹ سول کورٹ نے شبانہ اعظمی کی فلم "گاڈمدر" کو ذرا سی تراش خراش کے بعد عام نمائش کی اجازت دے دی ہے۔

☆ فلم انڈسٹری کتنے نشیب و فراز سے گزرے مگر ڈیوڈ دھون کی گاڑی تیز رفتاری کے ساتھ اپنی منزل کی طرف گامزن رہتی ہے اب یہی دیکھئے کہ اس کی ہدایت میں بننے والی فلمیں "بیوی نمبر ون" (انیل کپور، سلمان خاں کرشمہ کپور، سیف علی خاں، تبو اور سشمیتا سین) اور "حسینہ مان جائے گی" (سنجے دت، گووندا، کرشمہ کپور، پوجا بترا) "چل میرے بھائی" (سنجے دت، سلمان خاں، کرشمہ کپور) اور "کنوارا" (گووندا، اُرملا ماتونڈکر، نغمہ) پہلے سے سیٹ پر ہیں اور جلد ہی اس کی پانچ نئی فلمیں سیٹ پر جا رہی ہیں ان میں پہلی فلم پروڈیوسر گوردھن تنوانی کی فلم ہوگی۔ 15 مئی کو سیٹ پر جانے والی اس فلم میں سلمان خان اور کرشمہ کپور کی جوڑی پیش کی جا رہی ہے۔

www.taemeernews.com

15 جولائی کو مورانی برادرز کی فلم سیٹ پر جائے گی جس میں شاہ رخ خاں اور کرشمہ کپور مرکزی رول ادا کریں گے۔ تیسری فلم ٹائم کی فلم ہوگی جس کے لئے گووندا اور اکشے کمار سائن کئے گئے ہیں۔ چوتھی فلم جتیندر کی فلم ہوگی جس کا ہیرو گووندا ہے اور پانچویں فلم کا ہیرو بوبی دیول ہوگا۔

☆ نوبیل پرائز یافتہ پروفیسر امرتیا سین کی اداکارہ بیٹی نندنا سین نے صرف ایک ہندوستانی بنگالی فلم "گڑیا" میں کام کیا جس کے ہدایت کار گوتم گھوش اور ہیرو متھن چکرورتی تھا۔ یہ فلم کینس فلم فیسٹیول میں گئی اور وہیں سے نندنا پر بین الاقوامی فلموں کے لئے راہیں کھل گئیں۔ ہارورڈ یونیورسٹی کی تعلیم یافتہ نندنا کناڈا میں بنائی گئی فلم "ماریا" مکمل کر چکی ہے۔ اٹلی کی ایک فلم "Gills" میں وہ کام کر رہی ہے۔ اس کے علاوہ نندنا نے ایک اور انگریزی فلم "Forever" بھی سائن کی ہے جس کی شوٹنگ ٹورنٹو اور نیویارک میں ہوگی اس فلم کی مصنفہ بھی نندنا ہے ایک ارجنٹائنا کی فلم ہے اور ایک فرانس میں بنائی جانے والی جاسوسی فلم ہے جس میں نندنا کام کرے گی۔

☆ فلم والا نے چند ماہ پہلے آپ کو بتایا تھا کہ ڈمپل کپاڈیہ پہلی بار ایک اسٹیج پلے میں کام کرے گی مگر اب پتہ چلا ہے کہ ماں ڈمپل نے تو ڈرامہ میں کام کرنے سے انکار کر دیا ہے مگر بیٹی ٹونکل اب ستیہ دیو دوبے کے اس ڈرامے میں کام کرے گی۔

☆ راہول روئیل نے ان تمام خبروں کی تردید کی ہے کہ کاجول نے اُن کی نئی فلم میں کام کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ فلموں کے مشہور فوٹو گرافر گوتم راج ادھیکش کی صلاح پر اپنی فلم "بے خودی" میں کاجول کو متعارف کرانے والے راہول روئیل اپنی اس نئی فلم میں کاجول کے والدین کے رولز کے لئے رشی کپور اور ڈمپل کپاڈیہ کو لے رہے ہیں۔

☆ نصیر الدین شاہ نے ڈائرکٹر بننے کا فیصلہ کر لیا ہے آج کل وہ اپنی پہلی فلم کے اسکرپٹ پر کام کر رہے ہیں۔

☆ پرکاش مہرہ کے بیٹے امیت مہرہ نے فلم ساز بننے کا فیصلہ کیا ہے۔ امیت مہرہ پروڈکشنز کی پہلی فلم کا ہیرو سلمان خان ہوگا۔

☆ غزل نواز طلعت عزیز نے فلموں میں موسیقی دینے کا فیصلہ کیا ہے۔

☆ سلمان خاں اور رانی مکرجی فلم ساز شیام بجاج کی نئی فلم میں مرکزی رول ادا کر رہے ہیں فلم کے ہدایت کار کے مُرلی موہن راؤ (پچھلی فلم بندھن) ہیں۔

☆ چائلڈ آرٹسٹ کی حیثیت سے 1949 میں بی آر چوپڑہ کی فلم "افسانہ" سے اپنا فلمی کیریئر شروع کرنے والے جگدیپ نے سالِ رواں میں اپنے کیریئر کی نصف صدی مکمل کر لی۔

☆ خان برادرز کی نئی فلم "ہیلو برادر" کی پندرہ روزہ آؤٹ ڈور شوٹنگ ماریشس میں کی جاری ہے جس میں دو گیتوں کی فلم بندی اور کلائمکس کے ساتھ چند خصوصی مناظر فلمائے جا رہے ہیں سہیل خاں کی ہدایت میں بننے والی اس فلم میں سلمان خاں، ارباز خاں، رانی مکرجی وغیرہ اہم رول ادا کر رہے ہیں۔

☆ موسیقار لکشمی کانت کی بیٹی راجیشوری، موسیقار سلسیل چودھری کی بیٹی انترا اور موسیقار بپی لہری کی بیٹی ریما کی آوازوں میں فلم "بامبے گرلز" کے لئے ایک گیت پہلی بار ریکارڈ کیا گیا۔ فلم کے موسیقار بپی لہری ہیں۔

☆ پران لال مہتہ کی فلم "چلو عشق لڑائیں" میں گووندا کے دوستوں میں امیتابھ، شاہ رخ خاں، سلمان خاں، عامر خاں، سنی دیول، نانا پاٹیکر، انیل کپور اور اجے دیوگن نظر آئیں گے مگر یہ اصلی امیتابھ، شاہ رخ، سلمان، عامر، سنی، نانا، انیل اور اجے نہیں بلکہ ان سے ملتی جلتی شکل کے دوسرے اداکار ہیں۔

☆ کمل ہاسن کی نئی ہندی اور تمل فلم "ہے رام" میں ہیما مالنی، شاہ رخ خاں اور رانی مکرجی پہلی بار کسی تمل فلم میں ایک ساتھ کام کر رہے ہیں۔ کمل ہاسن نے

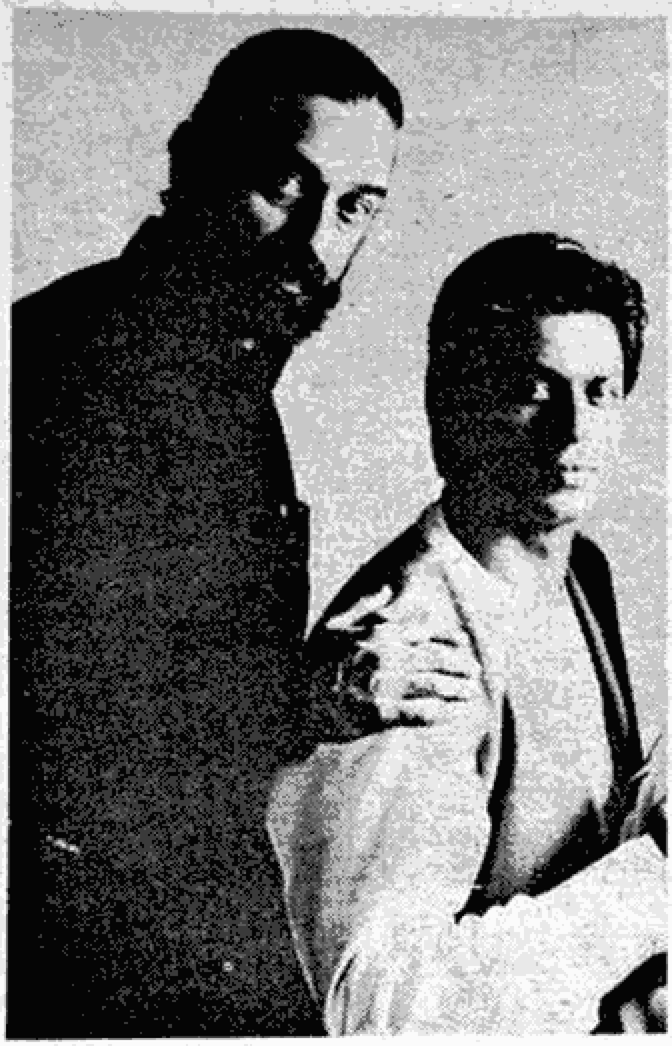

شاہ رخ اور کمل ہاسن فلم "ہے رام" میں

فلم کے لئے ایک تمل زبان میں گیت بھی لکھا ہے جسے ہری ہرن اور کویتا کرشنا مورتی کی آوازوں میں ریکارڈ کیا گیا ہے۔ شاہ رخ خاں کے تمل مکالمے اس کی اپنی آواز میں ریکارڈ کئے جائیں گے۔

☆ کشمیر کے وزیر اعلیٰ ڈاکٹر فاروق عبداللہ نے فلم والوں کو کشمیر میں شوٹنگ کی دعوت دیتے ہوئے بے شمار مراعات کا وعدہ کیا تو کئی یونٹ والے وادیٔ کشمیر گئے۔ بونی کپور نے اپنی قریب قریب مکمل فلم

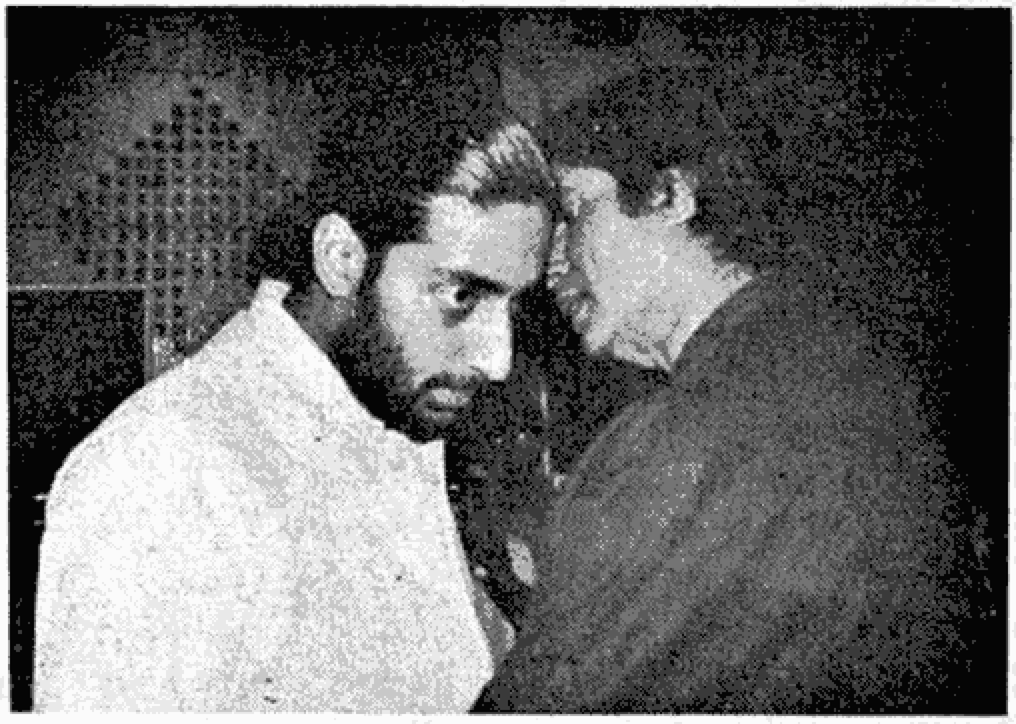

ایک فلمی تقریب میں باپ (امیتابھ) اور بیٹا (ابھیشیک) کانا پھوسی کرتے ہوئے

www.taemeernews.com

سعید صابری جے پور والے اپنے صاحبزادے فرید صابری جے پور والے کے ساتھ

"پکار" کی کچھ شوٹنگ سری نگر میں کی۔ اس شوٹنگ کا افتتاح وزیر اعلیٰ نے کلیپ دے کر کیا۔ حال ہی میں مرکزی سرکار نے جموں کشمیر کے کلچر سے متعلق ٹی وی سیریلز بنانے کے لئے پرسار بھارتی کو قریب 15 کروڑ روپے دینا منظور کئے ہیں۔ اس کے تحت راج ببر بھی ایک سیریل بنا رہے ہیں۔

☆ اردو کے مشہور ترقی پسند بزرگ شاعر اختر سعید خاں کو مدھیہ پردیش سرکار کی جانب سے پچھلے دنوں "اقبال سمان" پیش کیا گیا۔ ایک لاکھ روپے نقد اور توصیفی سند پر مشتمل یہ ایوارڈ اس سے قبل علی سردار جعفری، مجروح سلطان پوری، قرۃ العین حیدر، اختر الایمان، آنند نارائن ملا اور معین احسن جذبی کو دیا جا چکا ہے۔

☆ ہندوستانی فلموں کی موسیقی کی دنیا میں ہی نہیں بلکہ عالمی موسیقی میں بھی اتنا طویل گیت ابھی تک ریکارڈ نہیں کیا گیا ہے جو فلم "صرف تم" کے لئے ریکارڈ کیا جا رہا تھا پورے تیرہ منٹ کا لمبا یہ گیت سعید صابری، فرید صابری اور امین صابری کی آوازوں میں ریکارڈ کیا گیا۔

ان صابری قادر اینڈ برادرز نے اس فلم سے پہلے بھی کئی فلموں کے گانے گائے ہیں لیکن بنیادی طور پر یہ فن کار قوالی کے میدان میں اپنی کامیابی کا علم بلند کئے ہوئے ہیں۔ فلم والا بھی اس گیت کی ریکارڈنگ پر موجود تھا۔ فرید صابری کے ساتھ فلم والا کی طویل بات چیت ہوئی۔

"اسٹیج پر آپ کتنے برسوں سے قوالی گا رہے ہیں؟"

"تقریباً 24 سالوں سے میں اپنے والد سعید صابری اور بھائی امین صابری کے ساتھ گا رہا ہوں اب تک بارہ ہزار سے زیادہ شوز کئے ہیں۔"

"فلموں میں آپ کا کس طرح داخلہ ہوا؟"

"موسیقار رویندر جین جی سے ہمارا تعلق رہا ہے انہوں نے ہمارا گانا سنا تھا وہ جب "حنا" کا میوزک دے رہے تھے تو ایک گانے کے لئے رویندر جین نے ہمیں یاد کیا ہمارے لئے یہ بڑے فخر کی بات تھی کہ راج کپور جیسے فلم ساز کی فلم اور رویندر جین جیسے منجھے ہوئے موسیقار پہلی فلم کے لئے ہمیں ملے۔ اس طرح سب سے پہلا گانا "حنا" کے لئے ہی گایا تھا "کب آؤ گے، جسم سے جان جدا ہوگی کیا جب آؤ گے"۔ "حنا" کے اس گانے کو فلم کے دوسرے موسیقاروں نے بھی پسند کیا اس کے بعد تو ہمیں دوسری فلموں کے گانوں کی آفرز بھی ملنے لگیں۔"

"فلم "حنا" کے علاوہ آپ نے کن کن فلموں کے لئے گانے گائے ہیں؟"

فلم "اُف یہ محبت" میں ہم نے چار گانے گائے تھے نانا پاٹیکر کی "ابھے" میں دو گانے گائے تھے۔ سبھاش گھئی کی "پردیس" میں "نہیں ہونا تھا" گانا گایا۔ وجے آنند کی فلم "جانا نہ دل سے دور" کے لئے بھی ایک گانا ریکارڈ کیا ہے "صرف تم" کے لئے تو اس وقت گا رہے ہیں اس وقت اور دوسری سات فلموں کے لئے بھی گانے گا رہے ہیں۔"

"ایک تجربہ کار قوال ہونے کے ناطے کیا آپ مانتے ہیں کہ فلموں میں قوالی کا روپ بگاڑ کر اسے بازاری رنگ دے کر خراب کیا گیا ہے اور ہیروئین فحش اشاروں کے ساتھ گا رہی ہے "تو چیز بڑی ہے مست مست"؟"

"جی ہاں، ہم یہ محسوس کر رہے ہیں کہ قوالی کو سوقیانہ رنگ دے دیا گیا ہے جب کہ قوالی ایک روحانی اور رومانس کی چیز ہے ہم تو یوں بھی صوفیانہ قوالی زیادہ گاتے ہیں، ہم فلموں میں بھی اپنی قوالی کا معیار برقرار رکھیں گے۔"

"آپ فلموں میں پیسے کے لئے گانا چاہتے ہیں یا شہرت کے لئے؟"

"خدا کے فضل سے ہمیں شہرت اور عزت کافی ملی ہے اور دولت کی ہوس کبھی نہیں رہی اسی لئے ہم آج بھی جے پور میں ہی رہتے ہیں، فلموں میں آنے اور کام کرنے کا ایک ہی مقصد ہے اپنے فن کو زیادہ لوگوں تک پہنچانا اور فلموں میں ایسا گیت، سنگیت دینا جو لوگوں کو لطف و سکون دے سکے۔"

"آج کل لوگ آپ کو پاکستان کے صابری برادرز سمجھ بیٹھتے ہیں؟"

"اسی لئے ہم ہمیشہ اپنے نام کے آگے جے پوری لگا دیتے ہیں تاکہ کوئی غلط فہمی نہ ہو۔"

"کن شاعروں کے کلام زیادہ تر گاتے ہیں؟"

"بہت لمبی فہرست ہے مرزا غالب سے لے کر اسد اجمیری تک سبھی کے کلام کو گاتے ہیں، کلام اچھا ہو اور الفاظ دل کو چھو لینے والے ہوں تب ہی گانے میں بھی مزا آتا ہے۔ میر تقی میر، خواجہ میر درد، ذوق، جگر، شمیم جے پوری، کیف بھوپالی، شعری بھوپالی ..... سبھی کے کلام گاتے ہیں۔"

"اسٹیج پر گانے اور فلموں میں ریکارڈنگ پر گانے میں کافی فرق ہوتا ہے آپ اس میں کیسے تال میل قائم کرتے ہیں؟"

"ہم فلم کے موسیقار سے پہلے تال میل بٹھا لیتے ہیں پھر کوئی مسئلہ نہیں ہوتا "حنا" کی ریکارڈنگ ہمارے لئے نیا تجربہ ضرور تھی لیکن اب تو فلم کے ساتھ ساتھ ہم "البم" کے لئے بھی گانے ریکارڈ کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ہم سبھی طرح کے گانوں کے عادی ہو چکے ہیں۔"

"اور اب تو لمبے گانے، گانے کے بھی عادی ہو گئے ہیں؟"

"جی ہاں، "صرف تم" کا یہ لمبا گانا ایک ریکارڈ ہے اس فلم کے فلم ساز لکا ریکارڈ بک میں اسے درج

www.taemeernews.com

کرانے کی سوچ رہے ہیں کیونکہ عالمی موسیقی کے میدان میں یہ گانا سب سے لمبا ہے ہمیں خوشی ہے کہ دنیا کی فلم موسیقی میں ہم نے کم سے کم ایک ریکارڈ تو قائم کر ہی دیا ہے۔" فرید صابری نے خوشی سے کہا اور فلم والا ریکارڈنگ تھیٹر سے باہر آگیا۔

☆کون کہتا ہے کہ فلم سنسار میں دل والے فلم ساز نہیں ہیں کم سے کم یوگیش شیٹی کے بارے میں تو ایسا بالکل نہیں کہا جاسکتا۔ اپنی فلم "ہم تم پہ مرتے ہیں" کے لئے فلم ساز شیٹی نے منگلور میں ایک بڑا سیٹ لگوایا اور فلم کی ساری کاسٹ اس شوٹنگ میں حصہ لے رہی تھی۔ ایک دن گووندا کو ممبئی جانا ضروری تھا کیوں کہ اسے ایک سماجی تقریب میں شریک ہونا تھا۔ کیوں کہ وہ اس تقریب میں برسوں سے شریک ہوتا رہا ہے لیکن منگلور سے شام کی کوئی فلائٹ نہ ہونے کی وجہ سے گووندا کافی پریشان تھا کہ کیا کرے، تب ہی فلم ساز یوگیش شیٹی نے گووندا کو خوش خبری سنائی کہ اس کے لئے بنگلور سے ایک مخصوص ہیلی کاپٹر آرہا ہے جو اسے سیدھے بنگلور ایرپورٹ پر لے جائے گا۔ یہ سن کر گووندا بہت خوش ہوا اور اس طرح ہیلی کاپٹر بنگلور پہنچا اور پھر ہوائی جہاز سے ممبئی پہنچا۔ ہیرو کے لئے یہ مخصوص بندوبست کرنے پر فلم ساز یوگیش شیٹی کو ہیلی کاپٹر کا کرایہ ایک لاکھ چالیس ہزار روپے ادا کرنا پڑا۔

☆اُس دن "سن اوین سینڈ" ہوٹل کی ایک پارٹی میں ڈائریکٹر پارتو گھوش سے فلم والا کی ملاقات ہوگئی۔ یہ پارٹی پارتو گھوش نے ہی اپنے سیریل "چمتکار" کے لئے دی تھی۔

"آپ تو ایک کامیاب اور نامور ڈائریکٹر ہیں آپ کو "چمتکار" سیریل بنانے کی کیا ضرورت پڑگئی؟" فلم والا نے پوچھا۔

"کئی سال پہلے فاروق شیخ کو لے کر ہم "چمتکار" کی کہانی پر کام کر رہے تھے اس وقت اس کہانی پر فلم بنانے کا ارادہ تھا لیکن کئی وجہ سے ہم اس کہانی پر فلم نہ بنا سکے۔ بعد میں کئی دوستوں کے کہنے پر ہم نے اس کہانی پر سیریل بنانے کا فیصلہ کیا اسی کا نتیجہ ہے یہ "چمتکار"۔

"سیریل "چمتکار" کو ٹیلی کاسٹ ہوتے ہوئے تین سال سے زیادہ ہوگیا ہے لیکن دیکھنے والوں میں یہ اتنا مقبول کیوں نہیں ہو رہا ہے؟"

"اگر یہ مقبول نہ ہوتا تو سونی چینل اسے تین سال تک نہ چلاتا۔ آج بھی "چمتکار" کافی پسند کیا جارہا ہے اور ٹی۔ آر۔ پی ریٹنگ میں یہ شروع ہی سے اوپر رہا ہے لیکن سونی چینل نے اسے بہتر اور موثر ڈھنگ سے پیش نہیں کیا۔"

"ادھر "یگ پرش" اور "غلام مصطفیٰ" کی ناکامی سے آپ کا کیریئر بہت متاثر ہوا ہے؟"

"جی ہاں، یہ تو سچ بات ہے کیونکہ یہ دونوں ہی بڑی فلمیں تھیں اور یہ فلم انڈسٹری میں ان دونوں ہی فلموں سے بہت امیدیں لگائی جارہی تھیں۔ لیکن دونوں ہی فلمیں ناکام ہوجانے سے میرے کیریئر کو گہرا دھکا لگا۔ سچ تو یہ ہے کہ "یگ پرش" کی ناکامی کا سبب خود فلم ساز پران لال مہتہ ہیں میں آپ کو کیا بتاؤں کہ کیا ہوا؟ مجھے پران لال مہتہ نے اپنی فلم "ہنڈریڈ ڈیز" کی ڈائریکشن سونپی تھی اور یہ میرے لئے پہلا بڑا موقع تھا اسی بات کا احسان مان کر میں کامیاب ہونے کے بعد بھی پروڈیوسر پران لال سے ملا اور انہیں "یگ پرش" کا پلان بتایا۔ لیکن پران لال نے کہا کہ جو ڈائریکٹر ایک ساتھ تین چار فلمیں کر رہا ہو وہ اس کے ساتھ فلم نہیں بناتے۔ اس وقت میرے پاس پانچ چھ فلمیں تھیں، اس لئے چپ چاپ لوٹ آیا۔ لیکن تب ہی پتہ چلا کہ پران لال جی نے اپنی نئی فلم "ساتواں آسمان" کے لئے مہیش بھٹ کو سائن کیا تو مجھے بہت تکلیف ہوئی۔ کیوں کہ مہیش بھٹ بھی اس وقت پانچ چھ فلمیں ڈائریکٹ کر رہے تھے تب میں نے پران لال مہتہ سے پھر رابطہ کیا اور پوچھا کہ انہوں نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا؟ اور مہیش بھٹ کو لے لیا، تو پران لال نے کہا کہ مہیش بھٹ تو جینئس ہے اس کا مطلب یہ تھا کہ میں بے وقوف ہوں اس جواب سے میرے دل کو ٹھیس لگی اور یہ سوچ کر لوٹا کہ آئندہ پران لال مہتہ سے نہیں ملوں گا۔ لیکن "ساتواں آسمان" بُری طرح فلاپ ہوگئی اور پران لال مہتہ بھاری الجھن کا شکار ہوگئے تو ہمارے چند مشترکہ دوستوں نے کہا کہ میں پران لال مہتہ سے "یگ پرش" کے پروجیکٹ کو لے کر ایک بار پھر ملوں۔ انہیں آج مدد کی ضرورت ہے میں نانا پاٹیکر اور سری دیوی کے ساتھ فلم اناؤنس کرکے انہیں ڈوبنے سے بچا سکتا ہوں، میرا دل تو نہیں چاہتا تھا لیکن کچھ دوستوں کی سفارش پر اور کچھ اپنے دیرینہ تعلقات کے ناطے میں پھر پران لال مہتہ سے ملا۔ اور اس بار وہ "یگ پرش" بنانے کو مان گئے۔ تب میں نے ان سے بار بار گزارش کی کہ یہ چالو فارمولہ سبجیکٹ نہیں ہے اور اسی لئے وہ اسے "ہینڈل ود کیئر" مان کر سنبھالیں، فلم بننے کے دوران بھی میں نے انہیں یہ بار بار یاد دلایا۔ اس درمیان سری دیوی نے فلم چھوڑ دی اور ہم نے منیشا کوئرالہ کو لے لیا تھا لیکن فلم کی ریلیز پر پران لال مہتہ "ہینڈل ود کیئر" بھول گئے اور انہوں نے اسے دوسری ہی فلموں کی طرح ریلیز کردیا اور نتیجے میں ناکامی ہاتھ لگی۔

"آپ اپنا پروڈکشن بھی تو شروع کرنے والے تھے اس کا کیا ہوا؟"

"کر رہا ہوں بہت جلد میں دو فلمیں اپنے پروڈکشن میں شروع کروں گا ایک فلم "سیندور کھیلا" ہوگی اور دوسری "درگا"۔ "سیندور کھیلا" یعنی "سیندور کا کھیل" ہندی اور بنگالی میں بنائی جائے گی اور "درگا" کو ہم صرف ہندی میں بنائیں گے۔ "سیندور کھیلا" کے بنگالی ورژن کے لئے ہم نے پرسن جیت اور چرنجیت کو لیا ہے۔ جو کہ بنگالی فلموں کے شاہ رخ خاں اور سلمان خاں مانے جاتے ہیں رِتو پرنا فلم کی ہیروئین ہے اس فلم کی شوٹنگ میں نیپال کے آؤٹ ڈور سے شروع کروں گا۔"

ڈائریکٹر پارتو گھوش نے بتایا کہ اس وقت وہ گووندا کے ساتھ "دل کے آس پاس" اور "دلہن دل والوں کی" کی ڈائریکشن کر رہے ہیں۔

Top Ten

ایک اندازے کے مطابق اس ماہ کی دس مقبول ترین فلمیں یہ سمجھی جارہی ہیں۔

- کچے دھاگے
- داغ دی فائر
- انٹرنیشنل کھلاڑی
- آرزو
- کون
- فائر
- لال بادشاہ
- لاوارث
- کالا سامراجیہ
- آگ ہی آگ

www.taemeernews.com

☆ فلم والا جب فلم "حد کردی آپ نے" کی شوٹنگ پر پہنچا تو وہاں ڈائریکٹر منوج اگروال، گوونداور رانی مکرجی پر ایک رومانٹک شرارتوں والا گانا فلمارہے تھے۔ فلم والا کچھ دیر تک شوٹنگ دیکھتا رہا اور پھر گوونداسے باتوں میں مشغول ہوگیا۔

"فلم "حد کردی آپ نے" کامیڈی فلم لگتی ہے؟"

"بالکل صحیح سمجھا آپ نے، یہ میری دوسری کامیڈی فلموں کی طرح کی ہی تفریحی فلم ہے میرا رول بھی ہنسنے ہنسانے والا ہے۔ مجھے ایک لڑکا اپنی ہونے والی بیوی کی جاسوسی کرنے کے لئے غیر ملکی سفر پر اس کے ساتھ بھیج دیتا ہے، میں کس طرح اس کی محبوبہ کی جاسوسی کرتا ہوں اور کیسے کیسے چکروں میں پھنس جاتا ہوں وہی اس فلم کی کہانی کی بنیاد ہے یورپ کے خوب صورت مناظر اس فلم کی خاص دل کشی ہیں۔"

"آج کل ہر بڑی فلم کی شوٹنگ باہر کے ملکوں میں کرنا کیا فیشن نہیں بن گیا ہے؟"

"جی ہاں، آپ ٹھیک کہتے ہیں آج کل زیادہ تر فلم ساز صرف ڈانس اور رومانس کی شوٹنگ کے لئے باہر کے ملکوں میں جاتے ہیں۔ لیکن "حد کردی آپ نے" کے ساتھ ایسا نہیں ہے یہ کہانی ایسی ہے جس میں کریکٹرز پکنک منانے کے لئے بیرونی ملک کے سفر پر جاتے ہیں کریکٹرز کے ساتھ ساتھ کہانی چلتی ہے کہانی کی ضرورت کو دیکھتے ہوئے باہر کے ملکوں میں شوٹنگ کرنا ضروری تھا۔"

"آپ کی کامیڈی کے ایک جیسے لٹکے جھٹکے دیکھ کر کیا سچ مچ فلم بین بور نہیں ہوگئے ہیں؟"

"اگر ایسا ہوتا تو ابھی ابھی "دولہے راجہ" ہٹ نہیں ہوتی، میرے فین یہی لٹکے جھٹکے دیکھنا چاہتے ہیں اور جب تک وہ مجھے اس انداز میں پسند کرتے رہیں گے میں یہ کرتا رہوں گا۔"

"رانی مکرجی کے ساتھ اس فلم میں پہلی بار کام کررہے ہیں۔ کیسی لگی؟"

"کچھ نہ پوچھیے "حد کردی آپ نے" کی ایک مہینے کی لمبی آؤٹ ڈور شوٹنگ میں رانی کے بارے میں کافی باتیں مجھے معلوم ہوئیں، وہ تو حقیقت میں ایک اچھی لڑکی ہے۔ مزاج کے لحاظ سے بھی میری ہی طرح مست مولا خوش مزاج لڑکی ہے۔ یورپ میں شوٹنگ کے لئے ایک شہر سے دوسرے شہر یا ہوٹل سے لوکیشن جانے کے لئے ہمارے پاس ایک بڑی سی بس تھی۔ اسی بس میں ہم کھاتے پیتے اور آرام کرتے اور ناچتے گاتے تھے۔ رانی بھی سب کے ساتھ خوب ناچتی گاتی تھی۔ دوسرے لوگوں کی طرح رانی کو بھی "دولہے راجہ" کا "انکھیوں سے گولی مارے" گانا بہت پسند تھا۔ اور بس میں بھی وہ اسی گانے پر خوب ناچتی تھی۔ دل لگا کر سخت محنت کرنا، شوٹنگ پر یونٹ کو بھرپور تعاون دینا رانی کا مزاج ہے آپ جلد ہی رانی کے ساتھ میری دو اور فلموں کے بارے میں بھی سنیں گے۔ رانی اپنے خوش گوار مزاج اور تعاون کے سبب بہت جلد ہی کئی بڑی ہیروئینوں کو پیچھے چھوڑ دے گی۔"

گوونداسے آگے کچھ بات ہوتی لیکن اسے شاٹ کے لئے بلالیا گیا۔

جیسے ہی رانی شاٹ دے کر آئی فلم والا اس کے ساتھ باتوں میں مشغول ہوگیا۔

"فلم "حد کردی آپ نے" آپ کیا رول کررہی ہیں؟"

"ایک شرارتی لڑکی کا رول ہے۔ میں اپنی فیملی کے ساتھ غیر ملکی سفر پر جاتی ہوں جہاں مجھے گوونداملتا ہے ہم دونوں کی ملاقات پیار میں بدل جاتی ہے۔ لیکن ہندوستان لوٹنے سے پہلے ایک دوسرے پر شک کرنے کی وجہ سے ہمارا جھگڑا ہوجاتا ہے بعد میں ہم ہندوستان میں ملتے ہیں میں کسی اور لڑکے سے شادی کرتی ہوں گوونداشادی کے منڈپ میں آجاتا ہے۔ گٹار لے کر گانا گاتا ہے اور ہمارے درمیان پیار کے جو لمحے گزرے تھے انہیں یاد دلاتا ہے اس کے بعد کیا ہوتا ہے؟ وہ میں نہیں بتاؤں گی۔"

"اچھا چلئے یہ تو بتادیجئے کہ گوونداکیسا لگا؟"

"گوونداتو بہت سلجھا ہوا منجھا ہوا اداکار ہے ساتھ ہی بہت معاون بھی ہے اور کتنی ہی تھکان کیوں نہ ہو وہ کیمرے کے سامنے آتے ہی چست ہوجاتا ہے وہ تو ایک ایسا ہیرو ہے جس کے ساتھ کام کرکے نہ صرف انرجی ملتی ہے بلکہ اداکاری کے خاص طور پر کامیڈی کے گر سیکھنے کو ملتے ہیں۔"

"گوونداآج کل آپ کے نام کی سفارشیں کررہا ہے اور آپ کو تین فلمیں بھی سائن کرائی ہیں؟"

"یہ سب جھوٹی باتیں ہیں، افواہیں ہیں میڈیا نے ان دنوں گوونداکے بارے میں اناپ شناپ چھاپنا شروع کردیا ہے لیکن یہ سب فضول باتیں ہیں حال ہی میں ہم اسی فلم کی آؤٹ ڈور شوٹنگ فرانس، جرمنی، سوئٹزرلینڈ اور آسٹریا میں کرکے لوٹے ہیں جب ہی سے یہ سلسلہ جاری ہے۔"

"گوونداور عامر خاں میں سے آپ کسے زیادہ پسند کرتی ہیں؟"

"یہ تو ایسا ہی سوال ہے کہ آپ اپنی دونوں آنکھوں میں سے کسے پسند کرتے ہیں، میرے لئے ایک اداکار کے طور پر عامر اور گووندا دونوں ہی برابر ہیں دونوں کا اپنا اپنا اسٹائل ہے عامر سنجیدہ قسم کا ہے اور شوٹنگ پر ہنسی مذاق کم پسند کرتے ہیں لیکن گوونداکو سنجیدگی ذرا بھی پسند نہیں ہے اسے تو ہر وقت ہنسی مذاق اور قہقہے اچھے لگتے ہیں۔"

☆ فلم "حد کردی آپ نے" کا پورا یونٹ ایک بار پھر بارہ روزہ آؤٹ ڈور شوٹنگ کے لئے آسٹریلیا چلا گیا ہے۔ جہاں تین گیتوں کے علاوہ بہت سے مناظر کی فلم بندی کی جائے گی۔ اس شیڈول کے بعد فلم کی شوٹنگ مکمل ہوجائے گی۔

گووندااور رانی مکرجی فلم "حد کردی آپ نے"

15 www.taemeernews.com

جسے رنگین بنانا ہے، وہ افسانہ یہیں تک ہے
"یہی صحرا ہے" اپنے خوں کا نذرانہ یہیں تک ہے
اب آگے پھول ہیں، غنچے ہیں بلبل کے ترانے ہیں
رفیقو! بس یہیں رک جاؤ، ویرانہ یہیں تک ہے
کبھی معدوم کہتے ہیں، کبھی مشکوک کہتے ہیں
ہماری عقل کا محدود پیمانہ یہیں تک ہے
تمہاری نذر ہے اب جان بھی، ایمان بھی، دل بھی
فقیروں اور درویشوں کا نذرانہ یہیں تک ہے
مری مٹی تمہیں آواز دے دے کر پکارے گی
فقط وہ جان دے گا، سوزِ پروانہ یہیں تک ہے
تصوّر میں گلستاں تھے، حقیقت میں تھے ویرانے
اب آگے کیا بتاؤں، میرا افسانہ یہیں تک ہے
مناظر سامنے جو ہیں، مقدر ہیں وہ اُوروں کا
تری قسمت میں اے آزاد! ویرانہ یہیں تک ہے

عقل سے ہوتا نہیں رحمت کا اندازہ یہاں
خود بخود ہی غیب سے کھلتا ہے دروازہ یہاں
ہے یہی دنیا مکافاتِ عمل، اے بے خبر!
کھینچتا جا عشرتِ فانی کا خمیازہ یہاں
دیکھ تُو اپنے عمل کو، تکیہ شہرت پر نہ کر
کام کچھ دیتا نہیں، دو دن کا آوازہ یہاں
غم ہے اک دولت، یہ دولت ہاتھ سے جانے نہ پائے
منتشر ہونے نہ پائے غم کا شیرازہ یہاں
اے گلستانِ وطن! تیری ہوا کو کیا ہُوا
اب تفکّر رہ نہیں سکتا ترو تازہ یہاں
منزلِ دنیا کو اے آزاد! کیا سمجھے گا تُو
کچھ خوشی کا ہے، نہ ہے کچھ غم کا اندازہ یہاں

(پروفیسر) جگن ناتھ آزاد
A-25, Government Quarters,
Gandhi Nagar,
JAMMU (J&K)-180 004

16 www.taemeernews.com

مسرور جہاں
195/95,Crown gate,
Jagat Narain Road,
Lucknow(U.P.)226003

بلا عنوان

چودہواں سال لگتے ہی لڑکیوں کے بدن میں بجلیاں تڑپنے لگتی ہیں۔ سر سے پاؤں تک ان کے پورے وجود سے شرارے سے لپکنے لگتے ہیں اور ہر عضو سے روشنی کی گرم کرنیں پھوٹنے لگتی ہیں۔ ان تڑپتی، مچلتی بجلیوں کی آنچ ایک میل کی دوری سے بھی محسوس ہوتی ہے۔ اور شراروں کی لپک فاصلوں کے باوجود مقابل کو جلانے ...... اور جلا کر خاکستر کرنے کی قدرت رکھتی ہے۔ روشنی کا انعکاس بند پلکوں کے کواڑ پھلانگ کر دل کی سطح پر ہل چل مچا دیتا ہے۔ نتیجے میں تباہی اور بربادی مقدر ہو جاتی ہے۔ ان تباہ کن ہتھیاروں کی زد سے کون کافر محفوظ رہ سکتا ہے؟؟

پھول بیگم کو چودہواں سال لگا تو نہ ان کے بدن میں بجلیاں تڑپیں، نہ شرارے لپکے......... نہ ہی قیامت آئی۔ ان کے نازک نازک دودھیا جسم سے مشک نافہ کی مانند بھینی بھینی خوشبو پھوٹتی تھی۔ ان کے سراپا سے ٹھنڈی ٹھنڈی چاندنی منعکس ہوتی تھی۔ اور ان کے کلیوں جیسے لبوں سے ادا ہونے والا ہر لفظ شبنم کے قطروں کی طرح پاکیزہ اور مصفّیٰ ہوتا تھا......

ان کے قریب آنے والے کی گستاخ نگاہیں جھک کر ان کے قدموں پر سجدہ ریز ہو جاتی تھیں۔ وہ نہ مغرور تھیں، نہ احساسِ حسن نے انہیں ستم گر بنایا تھا۔ بلکہ فطری شرم و حیا نے انہیں سنوارا تھا۔ اور اس طرح سنوارا تھا کہ ان کی طرف اٹھنے والی نظروں میں احترام کے سوا اور کوئی عکس ڈھونڈنے سے نہیں ملتا تھا۔

پھول بیگم کے حسن کی خوشبو پھیلی تو دور، قریب کے رشتے دار بھنوروں کی طرح منڈلانے لگے۔ ہر دل ان کا تمنائی تھا، ہر آنکھ ان کی شیدائی تھی لیکن انہیں ان چھچھورے، دل پھینک اور ہرجائی نوجوانوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ انہوں نے کوئی آئیڈیل نہیں بنایا تھا، کسی کافر کا بت نہیں تراشا تھا، کسی کو دل میں نہیں بسایا تھا۔ لیکن ان کی پسند کا معیار عام لڑکیوں سے الگ ضرور تھا........ اور شاید یہ ان کی بلند نگاہی تھی کہ انہیں چاند کے ارد گرد، آس پاس چکر لگانے والا وہ چکور نظر نہیں آیا جو بچپن سے اب تک ہر پل، ہر لمحہ ان پر اپنا آپ وارنے پر تیار رہتا تھا۔ جو ہر قدم پر ان کا سایہ بنا رہتا تھا۔

وہ اسے جس نام سے پکارتیں، جس نام سے مخاطب کرتیں، حاضر ہو جاتا: ننھن۔ ننھو۔ ننھی...... کئی نام تھے اس کے۔ یہ پیار کے القاب نہیں تھے۔ نہ ہی وہ کسی کا چہیتا تھا ایک کنیز زادہ بھلا کسی کے پیار یا التفات کے لائق ہی کب ہوتا ہے۔ یہ سارے القاب اور خطاب تو اس کی شخصیت، اس کے وجود، اور اس کے "ہونے" کی نفی کرتے تھے۔ وہ ہو کر بھی نہیں تھا، ورنہ اس کا اچھا بھلا نام شجاعت کیا برا تھا؟ اس نام پر جاگیریں تو عطا نہیں کی جا رہی تھیں۔ نہ ہی وہ کسی کی وراثت کا دعوے دار تھا۔ یہ نام تو اس کی ماں نے رکھا تھا۔ اور ماں نے نام کے سوا اس کو دیا بھی کیا تھا؟....... لیکن یہ نام بھی کسی کی زبان پر نہ چڑھ سکا۔ ہاں، ماں ضرور اس ڈیوڑھی کی چوکھٹ پر بھینٹ چڑھ گئی۔

خدا جانے اس کا جرم کیا تھا؟

ہر بڑے اور امیر گھرانے کی طرح اس ڈیوڑھی پر بھی ملازموں کی ریل پیل تھی۔ خاندان کے ہر فرد کے لئے الگ الگ خدمت گار تھے۔ بچوں تک کے لئے انائیں اور آیائیں مقرر تھیں۔ مردوں سے زیادہ عورتیں ملازم تھیں۔ حد ہے کہ سرکاروں اور صاحب زادوں تک کی خدمت پر ہر رنگ اور نسل کی خادمائیں مامور تھیں۔

اللہ بخش میراثی جب تک زندہ رہا ڈیوڑھی کی خدمت کرتا رہا۔ اس کے مرنے کے بعد اس کی بیوہ نے بھی یہیں پناہ لی۔ ڈیوڑھی والوں کو نام بگاڑنے میں کمال حاصل تھا۔ مجال ہے جو کسی نوکر کو اس کا سیدھا پورا نام لے کر بلائیں۔ "گل بانو" بھی "گلبیا" بن گئی۔ اور گل بانو کا نام تو یوں بھی اس پر پھبتی ہی لگتا تھا۔ نہ

17 www.taemeernews.com

وہ گلوں کی مانند گل اندام تھی، نہ ہی اس کا رنگ گورا گلابی تھا۔ شب دیجور کی مانند سیاہ رنگ، اونچا قد، مردوں جیسے مضبوط ہاتھ پاؤں، اور مہین چھلوں جیسے گدی سے چپکے ہوئے بال۔ مانو سیدھی حبش سے چلی آرہی ہو۔ شہر میں حبشیوں کے کئی خاندان آباد تھے۔۔۔ محرم کے زمانے میں جب پندرہ بیس حبشنیں حلقہ بنا کر ایک ساتھ بڑے نظم وضبط سے نوحے پڑھتیں، اور بھاری مضبوط ہاتھوں سے سینہ زنی کرتیں، تو اچھے اچھے مردوں کا پتہ پانی ہو جاتا۔ سال کے باقی مہینوں میں وہ مختلف ڈیوڑھیوں پر نوکری کرتیں۔ جہاں سخت محنت کے کام انہیں سونپے جاتے۔

گلبیا بھی بہت محنتی تھی۔ منجھلے صاحب کی خدمت وہ جی جان سے کرتی تھی۔ ایسی بھیانک، بد صورت عورت سے منجھلی بیگم کو بھلا کیا خطرہ محسوس ہوتا، سو وہ اس کی فکر نہیں کرتی تھیں۔ خواہ وہ گھنٹوں منجھلے صاحب کی مالش کرے، یا ان کے ہاتھ پاؤں دبائے۔

منجھلی بیگم اپنی نواڑی پلنگڑی پر بیٹھی گلوریاں نوش کرتیں۔ یا پھر دن میں چار بار اپنا لباس تبدیل کر کے بج سنور کر آئینہ دیکھتیں اور اپنے حسن کو سراہتیں۔

گلبیا نے ایک تندرست اور توانا لڑکے کو جنم دیا تو ڈیوڑھی کی بیگمات نے یہ سوچنے کی زحمت بھی گوارا نہیں کی کہ اللہ بخش میراثی کو مرے ہوئے برسوں ہو گئے تو یہ لڑکا کہاں سے آگیا۔ درجنوں ملازموں میں سے کوئی بھی اس کا جنم داتا ہو سکتا تھا۔ برسوں کسی کو اس کے نام تک کا پتہ نہیں چلا۔ وہ تو جب ایک دن منجھلے صاحب نے گلبیا کو ڈانٹا "کیا بہری ہو گئی ہے، گلبیا۔ سنائی نہیں دیتا، شجاعت کب سے رو رہا ہے؟" تب آس پاس والوں نے پہلی بار نام سنا۔ اور فوراً شجاعت کا قافیہ وجاہت سے ملایا، جو منجھلے صاحب کا نام تھا۔

اور اگلے ہی دن منجھلی بیگم نے ماں بیٹے کو نکال باہر کیا۔

بڑے سرکار کے مرتے ہی ایک ڈیوڑھی کی چار ڈیوڑھیاں ہو گئی تھیں۔ سب لوگ اپنے اپنے حصے کے مطلق العنان حاکم تھے۔ سو چھوٹی بیگم نے گلبیا اور اس کے بیٹے کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ وہ تو ہمیشہ اس تاک میں رہتی تھیں کہ منجھلی بیگم کو کیسے جلائیں۔ اب جو یہ موقع ہاتھ آیا تو انہیں لپک لیا۔ گلبیا کے کام سے وہ بھی خوش رہتی تھیں۔ شجاعت کو شجن بنا کر انہوں نے اس کی اوقات ضرور بتا دی۔ معصوم بچہ ان ٹکڑوں کو بھلا کیا سمجھتا۔ وہ تو ان کی ایک آواز پر دوڑا آتا۔ پہلے گھٹنوں کے بل، پھر پاؤں پاؤں۔

جب گلبیا مری تو شجن سات، آٹھ برس کا تھا، اور قد کاٹھ سے نو دس برس کا لگتا تھا۔ بالکل اپنی ماں پر گیا تھا۔ وہی رنگ اور ویسا ہی مضبوط اور محنتی۔

پھول بیگم کی عمر اس وقت بہ مشکل چھ برس کی ہوگی۔ شجن اس پریوں جیسی حسین اور نازک شہزادی کے ساتھ گھنٹوں کھیلتا تھا۔ چھوٹی بیگم نے کبھی اس بے جوڑ دوستی پر اعتراض نہیں کیا۔

پھول بیگم موٹر میں بیٹھ کر اسکول جانے لگیں تو شجن بھی ڈرائیور کے ساتھ اگلی سیٹ پر تن کر بیٹھ جاتا۔ وہ اب خود کو بہت بڑا اور ذمہ دار سمجھنے لگا تھا۔ اندر باہر کے ڈھیر سارے کاموں کے ساتھ پھول بیگم کو اسکول لے جانے اور لانے کا کام بھی اس کے ذمے تھا۔ اسے یہ کام سب کاموں سے زیادہ پسند تھا۔ ملازموں کی تعداد بھی اب کم ہو گئی تھی۔ اس لئے پھول بیگم کے بیشتر کام شجن ہی انجام دیتا تھا۔ وہ بھی ایک طرح سے اس کی عادی ہو گئی تھیں۔ شجن کا نکلتا ہوا قد، چوڑا چکلا سینہ۔۔۔۔ اور مضبوط ہاتھ پاؤں دیکھ کر انہیں کبھی خیال نہیں آیا کہ وہ جوان ہو گیا ہے۔ شاید اس جیسے نوکر کبھی جوان نہیں ہوتے۔ اور ہوتے بھی ہیں، تو ان کی جوانی کو قابل اعتنا نہیں سمجھا جاتا۔

خاندان کی لڑکیاں "بیریوں" کی مانند پھیل کر چھتنار ہوتی جا رہی تھیں۔ اور کئی تو بھٹ کٹیا کی جھاڑی کی طرح خطرناک حد تک جوان ہو گئی تھیں۔ لیکن ابھی تک کسی اور کے آنگن میں ڈھیلا تو کیا، کنکری تک نہیں آئی تھی۔ پھول بیگم کے آنگن میں رشتے پکے کے آم کی طرح پٹا پٹ گر رہے تھے۔ چھوٹے صاحب اور چھوٹی بیگم کو رشتے کے انتخاب میں مشکل ہو رہی تھی۔ پھول بیگم کے سر تاج من "سلامت نہ جانے کن کونوں کھدروں میں چھپے بیٹھے تھے۔ اور یہاں پھول بیگم کو اپنا اسکول چھٹتا نظر آرہا تھا۔

بڑے سرکار کے آغا صاحب سے گہرے مراسم تھے۔ ان کے پوتے آغا خوشنود کا رشتہ آیا تو پھول بیگم کی خوش نصیبی پر گویا مہر ثبت ہو گئی۔ ایرانی ماں اور مغل باپ کی اولاد، آغا خوشنود۔ خاندانی رئیس، تعلیم یافتہ اور مردانہ وجاہت کے مالک تھے۔ ان کا قالینوں کا کاروبار تھا۔ ادھر پھول بیگم میٹرک کا امتحان دے کر فارغ ہوئیں اُدھر آغا صاحب برات لے کر آگئے۔ پھول بیگم رخصت ہو کر جانے لگیں، تو ماں سے التجا کی۔

"امی حضور! شجن کو ہمارے ساتھ کر دیجئے۔"

لاکھوں کا جہیز دے کر بیٹی کو رخصت کرنے والے والدین بیٹی کی اتنی چھوٹی سی خواہش کیسے رد کر دیتے۔ سو شجن بھی جہیز میں دے دیا گیا۔ لڑکیوں کو تو میکے کی طرف سے اُڑ کر آنے والا کوا بھی اپنا سا لگتا ہے۔ یہ تو شجن تھا۔ ان کا مزاج داں۔ وفادار۔ اور خدمت گزار۔

تھوڑے ہی دن میں آغا صاحب بھی شجن کی خدمت اور وفاداری سے خوش ہو گئے۔ وہ پھول بیگم سے بھی زیادہ اس کا خیال کرتے تھے۔

ایک سال پر لگا کر اُڑ گیا اور پھول بیگم ننھی سی پیاری سی بیٹی کی ماں بن گئیں۔ آغا صاحب نے بیوی کے نام کی مناسبت سے اس کا نام مہک رکھا۔

پھول اور مہک۔۔۔ یہ دونوں آغا صاحب کو اپنی جان سے زیادہ عزیز تھیں۔ وہ بھول گئے کہ ان کی اپنی جان بھی اپنی نہیں، کسی اور کی امانت ہے۔ ایران سے وطن واپس آتے ہوئے ان کا پلین کریش ہو گیا۔

مہک اس وقت پانچ برس کی تھی، اور باپ سے بہت مانوس تھی۔ پھول بیگم اسے کیا سنبھالتیں؟ وہ تو خود اس حال میں تھیں کہ کوئی انہیں سنبھالتا۔ شجن نے ہی حوصلہ کیا۔۔۔۔۔ اور ماں، بیٹی کو اس طرح سنبھالا کہ اپنا آپ ان پر وار دیا۔ اور انہیں ٹوٹ کر بکھرنے سے بچا لیا۔

وقت اتنا تیز گام ہے کہ ایک پل نہیں ٹھیرتا۔ اور ظالم ایسا کہ کسی کے دکھ سکھ کا بھی خیال نہیں کرتا۔ بس آگے ہی آگے بڑھتا جاتا ہے۔ خوشیوں کو روندتا،

یہ کہانی بغیر کسی عنوان کے شائع کی جا رہی ہے۔ آپ اس کہانی کا کیا عنوان مناسب سمجھتے ہیں؟
اپنی پسند کا ایک عنوان یا زیادہ سے زیادہ پانچ عنوان ماہنامہ شمع آصف علی روڈ، نئی دہلی 110002 کے پتہ پر بھیج دیں۔ جس کارڈ یا کاغذ پر عنوان بھیجیں اس پر اپنے نام پتہ کے علاوہ اور کچھ نہ لکھیں 20۔ اپریل 1999 تک ملنے والے تمام عنوانات میں سب سے اچھے عنوان پر پچاس روپے اور دوسرے، تیسرے نمبر پر آنے والے عنوانات پر بیس، بیس روپے کی کتابیں انعام میں دی جائیں گی۔ مدیران شمع کا ہر فیصلہ قطعی، آخری اور قابل قبول ہوگا۔

www.taemeernews.com

دکھوں کو سمیٹنا۔ نہ پیچھے چھوٹنے والوں کی فکر، نہ ساتھ چلنے والوں کا لحاظ۔

ایک دن پھول بیگم نے حساب کتاب کیا تو پتہ چلا کہ آغا صاحب کو جدا ہوئے برسوں بیت گئے۔ کاروبار سمٹ کر ایک دوکان تک محدود ہو گیا تھا۔ نقصان کا حساب کون کرتا؟ سب سے بڑا نقصان برداشت کرنے کے بعد روپے پیسے کا نقصان کیا معنی رکھتا تھا۔ پھول بیگم کے ہمدردوں میں اچانک ہی اضافہ ہو گیا تھا۔ ان کے لئے اتنے رشتے آئے کہ کسی کنواری کے بھی نہ آئے ہوں گے۔ مرنے والے کی یادیں اتنی دھندلی نہیں ہوئی تھیں کہ وہ چاہنے والے شوہر کی محبت دل سے کھرچ کر سہاگ کا نیا جوڑا پہن لیتیں۔ وہ اگر زندہ تھیں، تو اپنی بیٹی کے لئے۔ نہ ہی اتنی نادان تھیں کہ ان نام نہاد ہمدردوں کی آنکھوں میں رقصاں حرص و للچ کو نہ پہچانتیں۔ اپنے ارادوں میں ناکام ہونے کے بعد انہوں نے پھول بیگم کو بدنام کیا، لیکن انہوں نے ان کے سارے ہتھکنڈے ناکام بنادیے۔

اور اب تو مہک نے پندرہویں برس میں قدم رکھ دیا تھا۔ اگر آغا صاحب زندہ ہوتے تو وہ اسے خوب پڑھواتیں۔ ڈاکٹر، انجینیر، یا اعلیٰ افسر بناتیں۔ لیکن میاں کے ساتھ سارے ارمان بھی ختم ہو گئے تھے۔ اگر شجن نہ ہوتا تو شاید یہ دونوں ماں بیٹی ختم ہو گئی ہوتیں۔ شجن نے کاروبار بھی سنبھالا، اور انہیں بھی ---- وہ اس کی بہت احسان مند تھیں۔ کئی بار انہوں نے اس پر زور دیا کہ وہ اپنی شادی کرلے، لیکن اس کا انکار، اقرار میں نہ بدلا۔

"امی!" مہک ان کے کاندھے سے لگی لاڈ کر رہی تھی

"کیا بات ہے جان؟"

"میں میٹرک میں فیل ہو جاؤں گی" مہک نے اطمینان سے پھول بیگم کو اطلاع دی۔

"اچھا ---- ؟ یہ پیشین گوئی کس لئے کر رہی ہو؟"

"میری انگریزی اور میتھس بہت کمزور ہے امی"

"پھر ---- ؟؟" وہ مسکرائیں اور اس کے جواب کا انتظار کرنے لگیں۔

"ٹیوٹر کے بغیر پاس نہیں ہو سکتی ----"

"ہوں۔ شجن سے کہو ---- ٹیوٹر لے آئے گا۔"

"امی میں آپ سے ٹیوٹر کے لئے کہہ رہی ہوں۔ بازار سے سامان نہیں منگوانا ہے۔" مہک جھنجھلا گئی۔

"پھر کس سے کہوں؟" بے بسی سے پھول بیگم نے سوال کیا۔

"میری دوست کو جو ٹیوٹر پڑھاتا ہے وہی مجھے بھی پڑھادے گا۔ اس نے بات کرلی ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ کل سے بلالو" پھول بیگم نے رضا مندی دے دی تو مہک نے ان کے گلے میں بانہیں حائل کردیں۔

شاہد حسین، ایم ایس سی تھے اور ملازمت کی تلاش میں تھے۔ فی الحال ٹیوشن کرکے بیکاری کا غم غلط کر رہے تھے۔ دیکھنے میں سنجیدہ اور مہذب تھے۔ پھول بیگم کو وہ خاصے معقول لگے۔ مہک بھی ان سے مطمئن تھی۔ وقت کی پابندی سے وہ مہک کو پڑھانے آرہے تھے۔

جب تک مہک پڑھتی، پھول بیگم ذرا فاصلے پر بیٹھی کوئی کتاب دیکھتیں ---- یا سلائی، کڑھائی کا کام کرتی رہتیں۔ جوان لڑکی کے معاملے میں وہ کسی باہر والے پر اعتبار کرنے کی قائل نہیں تھیں۔ سن و سال، رُتبہ ---- اور رشتہ تک بھی کسی برائی کو روکنے میں ناکام ہو جاتا ہے۔ سیٹھ ابراہیم، سرور بھوجانی، انور حسین رائے زادہ، یہ سب شادی شدہ اور کئی بچوں کے باپ تھے۔ آغا صاحب سے ان کے کاروباری اور دوستانہ مراسم تھے۔ لیکن آغا صاحب کی آنکھ بند ہوتے ہی کسی رشتے اور واسطے کا احترام نہ کیا اور نکاح کا پیغام دے دیا۔ مہک تو ابھی کم سن اور نادان ہے۔ زمانہ کے سرد و گرم سے ناواقف ہے۔ یہ تو ماں کا فرض ہے کہ اولاد کو دنیا والوں کی میلی نظروں سے بچائے۔

پھول بیگم کئی دن سے سخت پریشان تھیں۔ جب بھی ان کی نگاہ سوئی دھاگے سے اوپر اٹھتی تو شاہد حسین کی نظروں سے ٹکرا جاتی۔ وہ زیرلب مسکرا کر مہک سے مخاطب ہو جاتے اور پھول بیگم ہارے غیرت کے پسینے پسینے ہو جاتیں، اور کسی بہانے سے اٹھ کر چلی جاتیں۔

سفید کفن جیسے لباس میں زندہ لاش جیسی عورت سے کوئی مرد بھلا کیسے دل چسپی لے سکتا ہے؟ وہ اپنی سونی کلائیوں کو دیکھتیں، ہاتھ کی پشت پر ابھری ہوئی نسوں کے جال کو گھورتیں۔ اور اپنے وہمی پن کو دل ہی دل میں کوستیں۔

لیکن ---- ---- یہ ان کا وہم نہیں تھا۔ گرم گرم نظروں کی تپش کا احساس وہم ہو سکتا ہے۔ لیکن کیا وہ

غزل

نہ کر شکوہ زمانے کا، زمانہ اور کیا دے گا
تمناؤں کو دھوکہ، قربتوں کو فاصلہ دے گا
نہ جانے جاگتی آنکھوں نے کیسا خواب دیکھا تھا
کوئی لمحہ مری بکھری کتابوں کو سجادے گا
امیدوں کے چراغوں کو جلاؤ شوق سے، لیکن
انہیں اندھی ہوا کا ایک ہی جھونکا بجھادے گا
وہ سارے خواب جو دہلیز پر میں چھوڑ آیا ہوں
انہی خوابوں کا سناٹا، مرے گھر کا پتہ دے گا
میں اس کی چھاؤں میں کچھ دیر سو تو جاؤں گا لیکن
وہ بوڑھا پیڑ، کوئی دکھ بھرا قصہ سنادے گا
دریچے تیری یادوں کے کھلیں گے ذہن میں جب بھی
کبھی تنہائی کاٹے گی، کبھی موسم سزا دے گا
صدا یہ آج بھی آتی ہے محرومی کے لمحوں میں
خدا کے نام پر دے دے، تجھے بابا خدا دے گا
تمہارا شہر، شہر بے مروت ہی سہی لیکن
کبھی تو یہ مری ماں کی دعاؤں کا صلہ دے گا
ابھی بس ڈوب جائے گا مری امید کا سورج
یہ ظالم آج بھی بچوں کو بھوکا ہی سلادے گا
نہ جانے کتنی یادوں کے اجالے جگمگائیں گے
مرا ماضی، مرے ہاتھوں میں جب بھی آئینہ دے گا
سہاروں سے تو مجبوری کی یہ دلدل ہی اچھی ہے
سہارا جس سے مانگو گے، وہ نظروں سے گرادے گا
بھرے بازار میں چلنے سے پہلے سوچ لو آزر
نہ کوئی ہاتھ تھامے گا نہ کوئی راستہ دے گا

کفیل آزر امروہوی
422,Gali Matia Mahal,
Jama Masjid,
DELHI-110006

19 www.taemeernews.com

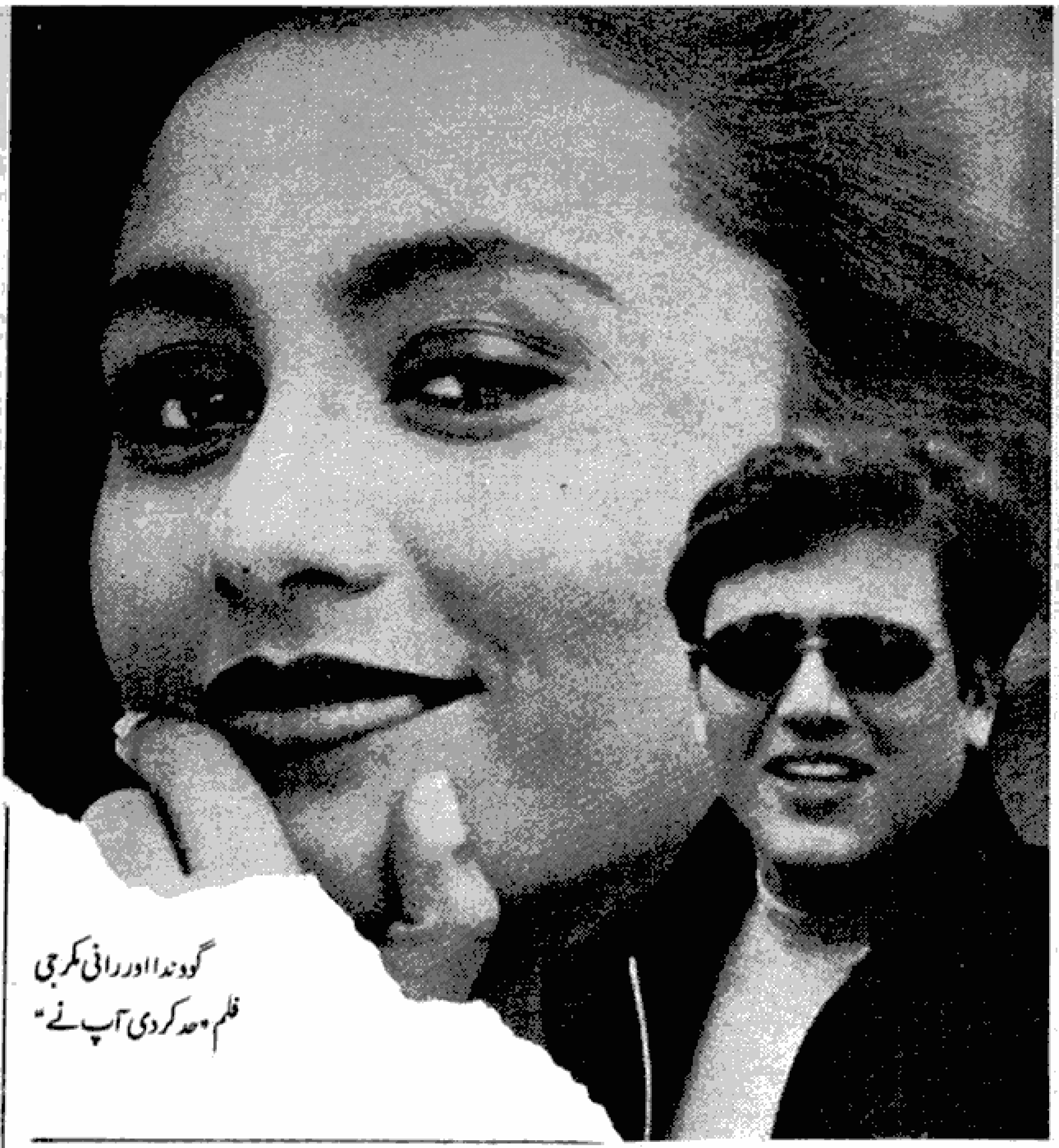

گووندا اور رانی مکرجی
فلم "حد کردی آپ نے"

مسکراہٹ بھی دھوکہ ہے۔ جو شاہد حسین کے ہونٹوں سے پھسل پھسل جاتی ہے، اور جسے روکنے یا چھپانے کی انہیں فکر بھی نہیں ہوتی۔

اس غریب، تعلیم یافتہ اور خاندانی، مگر بے روزگار نوجوان کو دیکھ کر خیال آیا تھا کہ اگر یہ دو چار برس عمر میں کم ہوتا، تو انہیں اپنی مہک کے لئے ایک آئیڈیل شریک حیات مل جاتا۔ وہ اسے اپنے پاس رکھتیں، اور سارا کاروبار اسے سونپ کر مطمئن ہو جاتیں۔

انہیں مہک کی کسی بات سے یہ شبہ نہیں ہوا تھا کہ وہ شاہد حسین کے بارے میں کچھ اور سوچتی ہے۔ حالانکہ اکثر دیکھنے سننے میں آیا تھا کہ کم عمر لڑکیاں اپنے سے بڑی عمر کے مردوں میں دل چسپی لیتی ہیں۔ خاص طور پر ایسی لڑکیاں، جن کے سر پر باپ کا سایہ نہیں ہوتا۔ عدم تحفظ کا احساس انہیں ان مردوں کے قریب لے جاتا ہے۔ اس پسند کا انجام خواہ کچھ بھی ہو۔

لیکن مہک تو صرف اپنے کام سے کام رکھتی تھی۔ استاد سمجھ کر ان کا احترام بھی کرتی تھی۔ اور استاد صاحب اپنی شاگرد کے گھر میں بیٹھ کر کسی اور کو نہیں، لڑکی کی ماں کو تکتے رہتے ہیں، جو عمر میں ان سے کچھ نہیں تو آٹھ دس سال ضرور بڑی ہوگی۔ کئی بار جی میں آیا کہ انہیں خوب جھاڑ پلائے۔ اور کھڑے کھڑے نکال باہر کرے......

لیکن بیٹی کا لحاظ، اپنی عزت کا خیال، اپنا پندار مجروح ہونے کا دکھ انہیں کوئی انتہائی قدم اٹھانے سے روک لیتا۔ پھر اب تو تھوڑے ہی دن کی بات تھی۔ مہک کا امتحان ہوتے ہی ٹیوٹر کی ضرورت نہیں رہے گی، اور یہ سلسلہ خود بخود ختم ہو جائے گا۔

شادی سے پہلے .... اور آغا صاحب کے انتقال کے بعد بھی، انہوں نے کیسے کیسے جتن کئے، اپنی عزت پر آنچ نہیں آنے دی۔ کتنے رشتے ٹھکرائے۔ کاروبار میں نقصان برداشت کیا۔ اپنے جذبات اور فطری تقاضوں کو کچل کر ہر آندھی کا مقابلہ کیا ...... اور جب کشتی، حیات کو طوفانوں کی زد سے بچا کر نکال لائیں، ساحل مراد دو چار گام رہ گیا، تب یہ شخص میری پاکیزگی اور تقدس کو اپنی گندی نظروں سے داغ دار کرنا چاہتا ہے ....

اُس روز مہک کا آخری پرچہ تھا۔ شاہد حسین وقت مقررہ سے کچھ پہلے ہی آگئے۔ پھول بیگم نے انہیں دیکھا تو ناگواری چھپا نہ سکیں۔ رکھائی سے کہا۔ "مہک ابھی نہیں آئی ہے۔ شاید کچھ دیر سے آئے گی، آخری دن ہے، سہیلیوں سے ملتے جلتے وقت لگے گا...."

"جانتا ہوں۔ آج میں آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ مہک کے سامنے بات نہیں ہو سکے گی۔"

"کہئے ...." وہ ان کے مونہہ سے اعتراف گناہ چاہتی تھیں۔

"میں .... میں آپ کو .... پسند کرتا ہوں۔ آپ کے ساتھ شادی ...." ان کا جملہ ادھورا ہی رہ گیا۔

بس چٹاخ کی آواز ہوئی اور دوسرے لمحے شاہد حسین گھر کے باہر تھے۔ پھول بیگم وہیں زمین پر بیٹھ گئیں۔ پھر بچوں کی طرح لوٹ گئیں اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔

"....بیگم صاحب.... بی بی.... کیا بات ہے۔ سب خیریت ہے نا؟.... اس طرح کیوں رو رہی ہیں؟"

ثمن حسب معمول دوپہر میں دوکان بند کر کے گھر آیا تھا۔ پھول بیگم کو جو اس طرح تڑپ تڑپ کر روتے دیکھا تو بے چین ہو گیا۔

"بی بی .... آپ کو خدا کا واسطہ۔ کیا بات ہے؟ مجھے بتائیے .... میں ہوں نا ....!!!"

ثمن نے ایک بار پھر اپنے ہونے کا احساس دلایا۔ اور اس کے لہجہ کا اعتماد انہیں خوش گوار حیرت سے دوچار کر گیا۔ انہوں نے بڑی آس سے اسے دیکھا۔

"میں ہوں نا!!!" جیسے سایہ دار، چھتنار درخت!

"میں ہوں نا!!!" جیسے مرمٹنے کا خاموش وعدہ!

"ثمن!" انہوں نے جیسے بہت دور سے آواز دی۔

اور پھول بیگم کی پکار، نیزہ کی انی بن کر اس کے کلیجے میں چبھ گئی۔ اس نے بے اختیار اپنا سر ان کے پاؤں پر رکھ دیا۔

یہ کمزور لمحہ آج کہاں سے آگیا؟

"بی بی .... یہ نمک خوار تو آپ کے قدموں کی دھول بھی نہیں ہے۔ اسے اپنے قدموں میں ہی رہنے دیجئے ...."

.... اور وہ ان سے زیادہ بلک کر رو دیا۔

●

20 www.taemeernews.com

صاحب بی بی اور غلام

قاضی مشتاق احمد
B/6, Ray- venue society
I.C.S Colony ,
PUNE- 411007

چیف منسٹر کا موڈ دو دن سے خراب تھا۔ دو روز پہلے مرکزی کابینہ کے ایک اہم ممبر ریاستی راجدھانی آئے تھے اور چیف منسٹر کے "گاڈ فادر" کو جنھیں دنیا "صاحب" کے نام سے جانتی تھی، دھمکی دے کر گئے تھے کہ اگر صاحب نے اپنی حرکتیں بند نہیں کیں تو مرکزی حکومت ریاستی سرکار کو برخاست بھی کر سکتی ہے۔ صاحب کو اس بات کی توقع نہیں تھی۔ وہ اس صورت حال کے لئے چیف منسٹر کو ذمہ دار سمجھ رہے تھے کیوں کہ ان ہی کی کمزوری کی وجہ سے مرکزی حکومت کے حوصلے بلند ہوئے تھے، ورنہ کس کی ہمت تھی کہ صاحب کے سامنے زبان کھولے؟ اور یہ مرکزی وزیر مشرومسوپ پیتے پیتے دھمکی دے گیا "آپ کو ابھی اور اسی وقت فیصلہ کرنا ہوگا۔ ابھی یا کبھی نہیں۔" صاحب نے محسوس کیا کہ یہ گیدڑ دھمکی نہیں ہے، اور انہوں نے مرکزی وزیر کے سامنے گھٹنے ٹیک دئے۔ بند کمرے میں ہوئے اس ڈرامہ کا کوئی چشم دید گواہ بھی نہیں تھا جو باہر آکر یہ کہے کہ ہر کسی کو اپنے سامنے جھکانے والا آج فلاں فلاں کے قدموں پر گر پڑا۔ صاحب ان لوگوں میں سے ہیں جو گرتے ہوئے بھی اپنی ٹانگ اوپر رکھتے ہیں۔ وہ جب مرکزی وزیر سے مل کر باہر آئے تو اُن پر کیمروں کے فلیش چمکے۔ پریس والے اُن کا بیان سننے کے لئے بے چین ہو گئے، لیکن صاحب نے کسی سے کوئی بات نہیں کی اور سیدھے اپنے "غار" کی طرف کوچ کر گئے جسے عرف عام میں "مدر ہاؤس" کہا جاتا ہے۔ چیف منسٹر بھی بھیگی بلی بنے صاحب کے پیچھے پیچھے گئے۔ لیکن انہیں مدر ہاؤس میں داخل ہونے کی اجازت تک نہیں ملی۔

ان حالات میں بھلا کون ہوگا جو چین کی نیند سو سکے۔ ویسے صاحب کئی ایک کی نیندیں اُڑانے میں ماہر تھے۔ چیف منسٹر پر ایسے کئی موقعے آئے تھے اور گزر گئے تھے لیکن یہ دو دن بڑے بھاری گزرے۔ انہوں نے کئی بار صاحب سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی، لیکن صاحب کا پرسنل اسسٹنٹ ہر بار "صاحب آپ سے ابھی نہیں مل سکتے۔ ساری سر!" کہہ کر فون رکھ دیتا۔

چیف منسٹر نے صاحب کے قریبی لوگوں کی معرفت بھی رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی لیکن انہیں ناکامی کا مونہہ دیکھنا پڑا۔ ادھر بار بار لیڈر آف اپوزیشن کی طرف سے سندیسے آرہے تھے کہ چیف منسٹر کی کرُسی خطرہ میں ہے۔ اگر وہ اپوزیشن کی طرف ہاتھ بڑھائیں تو وہ ان کی مدد کے لئے تیار ہیں۔ لیکن چیف منسٹر جانتے تھے کہ ہاتھ بڑھانے کا مطلب بھڑوں کے چھتہ کو چھونا ہے۔

www.taemeernews.com

صاحب کے ایک اشارہ پر شہد کی سیکڑوں مکھیاں اُن پر ٹوٹ سکتی ہیں۔ جس انسان نے اس سے پہلے کئی بے گناہوں کے خون کی ہولی کھیلی ہو، اس کے لئے ایک مجبور اور غرض مند کمزور انسان کو راستے سے ہٹانا کوئی بڑی بات نہیں۔ غرض مند انسان بے غیرت بھی ہو جاتا ہے۔ اور چیف منسٹر کی کرسی فرنیچر کی دکان کے شوروم میں رکھی ہوئی کرسی نہیں کہ پیسے دیئے اور خرید لی۔

ویسے چیف منسٹر کے لئے یہ کوئی مفت کا سودا بھی نہیں تھا۔ انہوں نے صاحب کے سامنے دولت کے انبار لگا دیئے تھے، لیکن صاحب جانتے تھے کہ جو انبار چیف منسٹر کے گھر کے اندر لگ رہے ہیں وہ کئی گنا زیادہ ہیں۔ اس انبار کے سامنے شرم، حیا، غیرت، خودداری یہ سب کتابی باتیں ہیں۔ تھوڑی دیر کی بے شرمی اور پانچ برس کی شان و شوکت، سیاسی آدمی کے لئے "شیم پروف" (Shame-Proof) ہونا بہت ضروری ہوتا ہے۔

چیف منسٹر کا اسٹاف اپنے مالک کے چہرہ کا اُترا ہوا رنگ قریب سے دیکھ کر سمجھ چکا تھا کہ اب معاملہ چل چلاؤ کا ہے۔ ویسے چیف منسٹر کسی پر ثابت نہیں ہونے دے رہے تھے کہ اُن کے سینے میں اُٹھے ہوئے طوفان انہیں کتنا پریشان کر رہے ہیں۔ اپنے اسٹاف کو انہوں نے سخت ہدایت دے رکھی تھی کہ فون کسی بھی صورت میں انگیج نہ رکھا جائے جوں ہی ان کے لئے صاحب کے پرسنل اسسٹنٹ دیش پانڈے کا فون آئے اُسے فوراً جوڑ دیا جائے اور دیش پانڈے کا فون تھا کہ آنے کا نام نہیں لے رہا تھا۔ چیف منسٹر بار بار اسٹاف کو یاد دہانی کر رہے تھے۔

"نہیں سر! مدر ہاؤس سے کوئی فون نہیں"

"تم لوگ فون کو تو خالی رکھ رہے ہو نا؟"

"جی سر!"

ٹھیک ساڑھے دس بجے چیف منسٹر کے پرائیوٹ سکریٹری نے چیف منسٹر کو ان کا دن بھر کا پروگرام سنایا "11 بجے کیبینٹ میٹنگ، 12 بجے ایک اہم معاہدہ کے لئے آنے والے غیر ملکی کمپنی کے سربراہ سے ملاقات، ساڑھے بارہ بجے! ایک پرائیوٹ چینل کے لئے انٹرویو......."

ٹھیک اُسی وقت "مدر ہاؤس" سے دیش پانڈے کا فون آیا کہ صاحب نے اسی وقت چیف منسٹر کو طلب کیا ہے۔ چیف منسٹر کے بنگلہ کے پورچ میں انہیں دفتر لے جانے کے لئے گاڑی تیار تھی۔ اس کے آگے پیچھے حفاظتی دستے کی گاڑیاں بھی الگ کھڑی تھیں۔ چیف منسٹر جانتے تھے کہ صاحب کو پتہ ہے کہ آج 11 بجے کابینہ کی میٹنگ ہے، 12 بجے غیر ملکی کمپنی کے سربراہ سے ملاقات طے ہے، اس کے باوجود انہوں نے فوری طور پر مدر ہاؤس بلایا ہے۔ صرف یہ ثابت کرنے کے لئے ان کے سامنے کابینہ، غیر ملکی وفد وغیرہ حقیر چیزیں ہیں، اور وہ ریاست کے وزیر اعلیٰ تک کو ایک معمولی کارندے کی طرح دوڑا سکتے ہیں۔

موت کا پیغام لے کر دروازے پر کھڑے ہوئے یم دوت کو لوٹایا جا سکتا ہے، لیکن صاحب کے بلاوے کو نہیں ٹالا جا سکتا۔

ایک ہی سیکنڈ میں وائرلیس سیٹ کھنکھنانے لگے۔ چیف منسٹر کی کاروں کا کارواں سکریٹریٹ کی بجائے "مدر ہاؤس" کی طرف روانہ ہو گیا۔ کابینہ کی میٹنگ کے لئے آئے ہوئے وزیروں کو مطلع کر دیا گیا کہ میٹنگ 11 بجے کی بجائے شام سات بجے ہوگی۔ غیر ملکی وفد سے ملاقات کا وقت بھی تبدیل کر دیا گیا۔ اور پرائیویٹ چینل کو اپائنٹمنٹ کینسل کر دیئے جانے کی اطلاع دے دی گئی۔

یہ کارواں جیسے ہی مدر ہاؤس پہنچا، باہر کھڑا ہوا پولیس کا دستہ الرٹ ہو گیا۔ سارا ماحول پولیس کے بھاری بھرکم جوتوں کی آوازوں سے گونج اٹھا۔ احاطہ کے باہر کھڑے ہوئے لوگ اور راستہ سے گزرتے ہوئے راہ گیر بھی چیف منسٹر کے مدر ہاؤس میں داخل ہونے کا تماشہ دیکھنے لگے۔ کیوں کہ اخبارات میں وہ چیف منسٹر کے کئی بار بے آبرو ہونے کے قصے پڑھ چکے تھے۔

"کیسا بے شرم آدمی ہے"

"کتنا اکڑ کر چل رہا ہے! اب اندر جاتے ہی صاحب کے قدموں پر گر جائے گا"

"اتنی لاچاری کیوں؟ کیا اب بھی کھا کھا کر اس کا پیٹ نہیں بھرا......"

"صاحب کی مہربانی ہے، ورنہ زیادہ سے زیادہ کسی سکول کا ہیڈ ماسٹر ہوتا"

چہ مگوئیاں جاری تھیں۔ بندوبست کے لئے کھڑے ہوئے پولیس کے سپاہی تک مشکل سے اپنے چہرے پر آئی ہوئی مسکراہٹ روک پا رہے تھے۔

دیش پانڈے نے ہمیشہ کی طرح نہایت میٹھی مسکراہٹ کے ساتھ چیف منسٹر کا خیر مقدم کیا اور نہایت حلیمی کے ساتھ کہا "سر! آپ کو بی بی جی سے ملنے کے لئے کہا گیا ہے۔"

چیف منسٹر کا ماتھا ٹھنکا۔ "لیکن مجھے تو صاحب کے بلاوے کی اطلاع تھی"

"سر! میں اپنی طرف سے کبھی کچھ نہیں کہتا" دیش پانڈے کے لب و لہجہ میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔

"میں پہلے صاحب سے تو مل لوں" چیف منسٹر نے نہایت بے بسی کے عالم میں کہا۔

"ساری سر! ابھی ابھی غیر ملکی وفد صاحب سے ملنے آنے والا ہے...." دیش پانڈے بولا "ادھر تشریف لایئے۔"

بی بی جی کے کمرے کا فاصلہ صرف دس گز تھا لیکن چیف منسٹر کو ایسا محسوس ہو رہا تھا گویا وہ دس میل کا فاصلہ طے کر کے آئے ہیں۔ اب انہیں صاحب کی بیٹی سے بھی ملنا ہوگا۔ کل تک اُن کے سامنے اسکرٹ، فراک پہن کر گھومنے والی بچی، "ہیلو انکل" کہہ کر گھر کے اندر داخل ہو جانے والی لڑکی!

یہ اس زمانے کی بات ہے جب صاحب نے سیاست میں نیا نیا قدم رکھا تھا۔ چیف منسٹر اُس زمانے سے ان کے ساتھ تھے۔ صاحب مدر ہاؤس میں نہیں بلکہ ایک چھوٹے سے پرانے فلیٹ میں رہتے تھے۔ جوانی کے دن تھے مرادوں کی راتیں تھیں۔ پولیس کے ڈنڈے کھاتے کھاتے اقتدار کی بٹیر ہاتھ آ گئی اور پھر اُس بٹیر کا وہی انجام ہوا جو اندھے کے ہاتھ آئی ہوئی بٹیر کا ہوتا ہے۔ صاحب پر اقتدار کا نشہ چڑھ گیا۔ اچھے بُرے کی انہیں تمیز نہیں رہی۔ اس سے تو وہ بیئر کے نشہ کے دن اچھے تھے جب کم از کم وہ انسانوں کو پہچانتے تو تھے۔ لیکن اب ان کے ہاتھ میں گویا لوگوں کی تقدیر بدلنے کی طاقت تھی، اور یہ طاقت انسان کو اندھا بنا دیتی ہے۔

چیف منسٹر بی بی جی کے کمرے میں داخل ہو گئے۔ وہاں کا ماحول گرم تھا۔ بی بی جی اپنی ملازمہ بھاگا بائی پر برس رہی تھیں جس نے صبح کے ناشتہ میں آلو کی بجائے میتھی کے پراٹھے بنائے تھے۔ بی بی جی نے چیف منسٹر کی طرف دیکھ کر انہیں اشارے سے بیٹھ جانے کے لئے کہا لیکن بھاگا بائی سے سلسلہ کلام جاری رکھا، حالانکہ وہ اس معاملے کو بعد میں بھی نپٹ سکتی تھی، جب کہ ریاست کا چیف منسٹر وہاں موجود تھا جس کا ایک ایک سیکنڈ قیمتی ہوتا ہے۔

www.taemeernews.com

"بھاگا بائی! تم لوگ نمک حرام ہو۔ جس تھالی میں کھاتے ہو اُسی میں چھید کرتے ہو۔ یاد کرو وہ دن جب تم ایک غلیظ جھونپڑے میں رہتی تھیں۔ آج ہماری مہربانی سے پکّے مکان میں رہتی ہو۔ تمہارے بیٹے کو دودھ سینٹر پر نوکری دلادی ہے۔ تمہارے بیمار شوہر کا علاج کرایا ہے۔ یہ مت سمجھو تمہیں نکال دیا تو ہم پر کوئی پہاڑ ٹوٹ پڑے گا، لیکن اتنا ضرور ہے کہ تمہارا حشر بُرا ہو گا۔"

بھاگا بائی بار بار معافی مانگ رہی تھی، لیکن بی بی جی کا غصہ تھا کہ بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ چیف منسٹر نے کئی بار گھڑی کی طرف دیکھا۔ قہرِ درویش بر جانِ درویش۔ انہیں ایسا لگ رہا تھا گویا بی بی جی یوں تو بھاگا بائی کو برا بھلا کہہ رہی ہیں لیکن ان کا نشانہ وہ خود ہیں۔ شاید بھاگا بائی پر بھڑاس نکالنے کے بہانے بی بی جی چیف منسٹر پر غصہ نکال رہی ہے کیوں کہ چیف منسٹر نے بی بی جی کی طرف سے آئی ہوئی کئی فون کالز پر کوئی خاص توجہ نہیں دی تھی۔

بی بی جی کو سنیما گھر بنانے کے لئے سرکاری پلاٹ درکار تھا۔ وہ ایک فلم بنانی چاہتی تھیں جس میں ٹاپ کا ایک ہیرو سائن کرنے کے لئے ٹال مٹول کر رہا تھا۔ ان کا ایک وفادار، غنڈہ گردی کے الزام میں پولیس لاک اپ میں تھا۔ بی بی جی اسے بغیر کسی کاروائی کے چھڑانا چاہتی تھیں۔ اپنے ایک سماجی ادارے کے لئے وہ ایک شو کرنا چاہتی تھی اور اس کے لئے چیف منسٹر فنڈ سے اُسے ایک کروڑ روپے درکار تھے۔

دراصل بی بی جی چیف منسٹر سے بدلہ لینے کے لئے موقع تلاش کر رہی تھیں کہ مرکزی وزیر کی آمد نے بارود کے ڈھیر پر دیا سلائی کا کام کیا۔ صاحب بھی ایک عرصے سے چیف منسٹر سے خفا تھے۔ ان کی اعلان شدہ کئی الٹ پٹانگ اسکیمیں کاغذی تیاریوں سے آگے نہیں بڑھی تھیں۔ اخبارات نے نئی حکومت کا نام "ڈھنڈورچی سرکار" رکھا تھا جو اسکیموں کا ڈھنڈورہ تو پیٹ دیتی تھی لیکن اُن پر سنجیدگی سے عمل کرنے کے لئے کوئی کاروائی نہیں کرتی تھی۔ صاحب اپنی اور اپنی پارٹی کی ڈوبتی نیا کو بچانے کے لئے سیاسی قلابازیاں کھا رہے تھے، اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہے تھے کہ وہ ریاست کی منفرد طاقت ہیں مگر ایسے وقت بیچ میں یہ مرکزی وزیر کود پڑا۔ اس کا تعلق ایک ایسی پارٹی سے تھا جو ریاست کی حکومت میں آدھے کی حصہ دار تھی۔ اگر چیف منسٹر حکمت عملی سے کام لیتے تو شاید یہ نوبت نہ آتی۔ لیکن اب تو بگار چیف منسٹر پر ہی اُترنا تھا۔

ادھر بھاگا بائی کا پتہ کاٹنے کے بعد بی بی جی نے چیف منسٹر کی طرف توجہ دی۔ "کل میں نے حکارام کو پلاٹ کے سلسلہ میں فون کیا تھا لیکن اُس نے نہایت بدتمیزی کے ساتھ مجھ سے بات کی۔ میں چاہتی ہوں اسے فوراً معطل کر دیا جائے۔"

"کون حکارام؟"

"ظاہر ہے کہ میں سیکریٹری درجہ سے کم کسی آفیسر سے بات نہیں کر سکتی" بی بی جی بولیں۔

"بہتر ہوتا آپ مجھ سے بات کرتیں"

"آپ سے بات کر کے فائدہ؟ میں کئی بار آپ کو مطلع کر چکی ہوں کہ مجھے شہر میں فوری طور پر سنیما ہال بنانے کے لئے ایک سرکاری پلاٹ درکار ہے"

"اس کے لئے کچھ قاعدے قوانین ہیں ......"

"قاعدے قوانین کس نے بنائے ہیں؟ کیا انہیں بدلا نہیں جا سکتا؟"

"بدلا جا سکتا ہے، لیکن اس میں بھی کچھ وقت لگے گا۔"

"کتنا وقت؟ دس سال بیس سال یا پچیس سال؟" بی بی جی کا لہجہ سخت ہو گیا تھا۔ "ممکن ہو اس وقت تک آپ وہاں نہ ہوں"

"دیکھئے ....."

"آپ مجھے بہلانے کی کوشش نہ کریں۔ میں خود دیکھ لوں گی کہ پلاٹ کیسے حاصل کیا جائے۔ لیکن حکارام کو معطل کرنے میں تو کوئی پریشانی نہیں ہو گی آپ کو؟"

"وہ آئی اے ایس آفیسر ہے، کوئی چپراسی نہیں ....."

"مجھے اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ کون ہے"

"میں اس معاملے میں صاحب سے ڈسکس کروں گا۔"

"تو آپ یہ سمجھتے ہیں کہ میں یہ بات صاحب سے ڈسکس کئے بغیر کر رہی ہوں؟"

اب بحث آگے بڑھانے کی گنجائش نہیں تھی۔ چیف منسٹر کسی طرح جان چھڑا کر باہر آئے۔ ملاقاتیوں کے کمرہ میں بھیڑ جمع ہو چکی تھی۔ دوسرے اور تیسرے درجہ کے کئی ورکرز صاحب سے ملنے کے لئے قطار لگائے کھڑے تھے۔ اتنے میں غیر ملکی وفد آ گیا۔ اس کے سربراہ جو آج چیف منسٹر سے ملنے کے لئے آنے والے تھے، یہاں صاحب سے ملنے کے لئے اندر جا رہے تھے۔ وہ چیف منسٹر سے اچھی طرح واقف تھے لیکن انہوں نے "ہیلو" تک نہیں کہا، صرف مسکرا کر دیکھ لیا اور صاحب سے ملنے کے لئے ایسے چلے گئے جیسے کوئی تیز رفتار گاڑی کسی کھٹارے کو اوورٹیک کر کے آگے بڑھ جاتی ہے۔ دیش پانڈے ہمیشہ کی طرح مسکراہٹیں بکھیرتا ہوا آیا "اس وقت تو صاحب بزی ہیں۔ آپ شام میں فون کر کے آجائیے" دیش پانڈے کا یہ جملہ ملاقاتیوں کے کمرہ میں موجود سبھی نے سنا۔ ممکن ہے انہیں سنانے کے لئے ہی یہ جملہ کہا گیا ہو۔

قریب ہی کھڑے ہوئے باڈی گارڈ بھی کوچ کے لئے تیار ہو گئے، کیوں کہ اُن کا "پارسل" بھی بیرنگ لفافے کی طرح واپس لوٹایا جا رہا تھا۔ "مدر ہاؤس" کے احاطہ میں کھڑے ہوئے گارڈ دوبارہ الرٹ ہو گئے۔ ان کے جوتوں کی آواز دوبارہ فضا میں بلند ہوئی۔ کچھ دیر پہلے شیر کی طرح اندر جانے والے چیف منسٹر بھیگی بلی کی طرح مونہہ چھپائے باہر آگئے تھے۔

دفتر میں آتے ہی انہوں نے چیف سیکریٹری

راہِ سلامتی پہ قدم

سرحد پہ جو ملے ہیں نواز اور واجپئی
حل سارے مسئلوں کا اب آسان تو ہوا
راہ سلامتی پہ قدم تو بڑھائے ہیں
منزل بھی مل ہی جائے گی، امکان تو ہوا
کشمیر پہ بھی ہو گی کھلے دل سے گفتگو
آدھی صدی کے بعد، یہ اعلان تو ہوا

محسن بھوپالی

Mohsin Manzil IV - F-5/3A,
Nazimzabad # 4,
KARACHI - 74600 (Pakistan)

www.taemeernews.com

کوطلب کیا اور ان سے پوچھا کہ حکارام کو معطل کرنے کا کوئی راستہ ہے؟

"وہ ہماری حکومت کا ایک سینئر اور نہایت قابل آفیسر ہے۔ اس نے تو نہ کوئی سنگین جرم کیا ہے، اور نہ سرکاری پیسوں کی خرد برد۔ بھلا اُسے کس الزام کے تحت معطل کیا جاسکتا ہے؟"

"آپ کوئی الزام تلاش کرلیں"

"اور اس کا ثبوت کیا دوں؟ معاملہ کورٹ میں بھی جاسکتا ہے ......"

"کورٹ میں کیس لڑنے کے لئے کئی قابل وکیل موجود ہیں" چیف منسٹر نے بیزاری کے ساتھ کہا "آپ تو ہر معاملہ میں "نو" (No) کہتے ہیں اسی لئے لوگوں نے آپ کا نام "مسٹر نو" رکھا ہے"

"تو آپ کوئی یس باس" (Yes, Boss) کہنے والا چیف سیکریٹری، تلاش کرلیں۔ میں کل سے ایک مہینہ کی چھٹی پر جارہا ہوں"

چیف سیکریٹری کے چلے جانے کے بعد چیف منسٹر کو ایسا لگا جیسے وہ بالکل اکیلے ہوگئے ہیں۔ Alone Against Rome (روم کے خلاف اکیلا)!

ایک طرف صاحب تھے، دوسری طرف بی بی اور تیسری طرف یہ اکیلا غلام! چاروں طرف سے خونخوار درندے مونہہ پھاڑے ان کی جانب بڑھ رہے تھے، اور تماشہ گاہ میں جمع زبردست ہجوم تالیاں بجا رہا تھا۔

شام میں جب کابینہ کی میٹنگ شروع ہوئی تو وہ اپنے ساتھیوں کے چہرے پر پھیلی ہوئی مسکراہٹ دیکھ کر اور زیادہ پریشان ہوگئے۔ اُن کے حریف وزیر جو اُن کی کرسی پر بیٹھنے کے لئے اُتاؤلے ہورہے تھے اپنی مسکراہٹ اور خوشی کو چھپا نہیں پا رہے تھے۔ شاید "مدر ہاؤس" سے انہیں کوئی وعدہ مل چکا تھا۔ کل تو سبھی چیف منسٹر کے ساتھ تھے، لیکن ڈوبتے جہاز کا کون مسافر ہوتا ہے؟ سب سے پہلے تو چوہے ہی فرار کا راستہ تلاش کرلیتے ہیں۔ چیف منسٹر کی وفاداری کی قسمیں کھانے والوں کی حالت سہمے ہوئے چوہوں جیسی ہی تھی۔

"آج شاید چیف منسٹر صاحب کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے" حریف وزیر نے کہا "اس لئے میری تجویز ہے کہ آج کی میٹنگ یہیں ختم کردی جائے"

چیف منسٹر خود بھی اس تجویز سے متفق ہوگئے۔ تب تک شام کے اخبارات باہر آگئے تھے۔ صبح "مدر ہاؤس" میں چیف منسٹر کے بے آبرو ہو کر صاحب سے ملے بغیر واپس لوٹا دیے جانے کی کہانیاں صفحہ اول کی زینت تھیں۔ چیف سیکریٹری کے اچانک رخصت پر چلے جانے کی خبر بھی پریس تک پہنچ چکی تھی۔

کیبنٹ میٹنگ کے کمرے سے چیف منسٹر باہر نکلے تو اخبار نویسوں کی ایک ٹولی ان کی منتظر کھڑی تھی۔ جرنلسٹوں نے چیف منسٹر پر سوالات کی بوچھار کردی۔ ایک رپورٹر نے تو یہاں تک پوچھ لیا "تو آپ استعفا دینے کے لئے گورنر ہاؤس کب جارہے ہیں؟"

"استعفا ہمیشہ میری جیب میں رہتا ہے" چیف منسٹر نے جواب دیا۔

"تو آپ اسے جیب سے باہر کیوں نہیں نکالتے؟"

"جب ضرورت ہوگی، نکال لوں گا"

اور اس کی ضرورت انہیں فوراً ہی پڑگئی۔ موبائیل پر انہیں سیدھے گورنر ہاؤس جاکر استعفاء دینے کے احکام صاحب کی طرف سے مل چکے تھے، اور مزے کی بات یہ کہ اتنا اہم سندیسہ صاحب کی جانب سے دیش پانڈے نے دیا تھا۔

یورپ میں اُردو کتابوں کا سب سے بڑا مرکز: بک سینٹر بریڈفورڈ

کتابیں، میگزین، کیسٹ

سیاسیات۔ ادبیات۔ ناول۔ افسانے۔
کلاسک فن موسیقی انسائیکلوپیڈیا شمع۔ اخبار جہاں
اور دیگر ڈائجسٹ۔ رسالے۔ ڈکشنریاں۔ عیدکارڈ۔
قاعدے سپارے اور نصابی کتب۔
قوالیوں، فلمی اور غیر فلمی گانوں کے کیسٹ

ہول سیل اور ریٹیل پر خرید فرمائیں۔

تاج کمپنی
کے اعلےٰ اور دیدہ زیب
قرآن مجید

تفاسیر، احادیث، فقہ، سیرت و تواریخ، صرف و نحو، تصوف، اسلامیات، اقبالیات، خطبات، عملیات، وظائف

شمع نئی دہلی
جواب عرض
جاسوسی ڈائجسٹ
شفق
کرکٹر
دوشیزہ
رابطہ
اخبار وطن
آداب عرض

اُردو ڈائجسٹ
سیارہ ڈائجسٹ
سسپنس ڈائجسٹ
خواتین ڈائجسٹ
حکایت
آنچل
رومان
پاکیزہ
اخبار جہاں

قرآن مجید اور اسلامی کتب کے ہدیوں میں خاص رعایت

BC THE BOOK CENTRE

Express House, White Abbey Road, Bradford, W. Yorks. BD8 8EJ Tel: 0274-727864 (2 Lines) Fax: 0274-728136
MANCHESTER BRANCH: 247 Wilmslow Road, Manchester 14 - Telephone: 061-256-3108

www.taemeernews.com

میں، تم اور سائے

ملی ہو جب بھی کبھی، دوستوں کے جھرمٹ میں
تمہارے چہرے پہ قوس و قزح کے سائے تھے
تمہارے لہجے میں دھیمے سروں کا جادو تھا
تمہاری آنکھوں نے مستی کے گیت گائے تھے

حسین پھولوں کا کانٹوں سے ربط گہرا ہے
تمہارے دل پہ بھی بادل گھٹن کے چھائے تھے
تمہاری باتوں میں حزن و ملال کے باعث
کئی سوال مرے ذہن میں در آئے تھے

میں سوچتا تھا کہ اس دل نواز صورت کا
خزاں سے دور کا رشتہ بھی کیسے ممکن ہے؟
جو نیم مردہ دلوں کو حیاتِ نو بخشے
خود اُس کی شوخ بہاروں سے کیسی اَن بن ہے؟

تمہارے بارے میں کچھ دوستوں کا کہنا تھا
کہ تم نے ٹوٹ کے چاہا تھا اک ستم گر کو
قدم قدم پہ تمہیں اُس نے سنگسار کیا
نہ بھول پائی ہو تم پھر بھی پہلے دل بر کو

ازل سے دھوپ بھی کھلتی رہی ہے دنیا میں
سیاہی رات کی اپنی جگہ مسلم ہے
ہوں جس کے جسم کے اندر، ہزار ہا موسم
بدلتی رت کا اُسے اس قدر بھی کیا غم ہے؟

کبھی کبھی مجھے وحشت سی ہونے لگتی تھی
تمہارے بارے میں، میں اتنا سوچتا کیوں ہوں؟
اگر نہیں ہے کوئی رشتہ درمیاں اپنے
تمہارے دل کی عبارت کو کھوجتا کیوں ہوں؟

ہوا یہ اس لئے شاید، کہ جب کبھی تم نے
خطاب مجھ سے کیا، ساری بات مبہم تھی
تمہاری آنکھوں میں یا تو شدید نفرت تھی
یا اُجلی نکھری محبت کی نرم شبنم تھی

عجیب بات تھی یہ سارے دوستوں کے لئے
تضاد اتنا تو موضوعِ عام بنتا ہے
گداز روح پہ گر، تیر رحم کے برسیں
گھٹن جکڑتی ہے سانسوں کو، دل سلگتا ہے

مجھے یہ یاد ہے، اُس جان لیوا موسم میں
ہر ایک لمحے نے برسوں کا بھیس بدلا تھا!
مری خموشی کے باوصف تم نے جان لیا
مرے سکوت کے صحرا میں شور برپا تھا

تبھی کہا تھا یہ تم نے، اُداس لہجے میں
"میں جانتی ہوں تمہیں مجھ سے کیا شکایت ہے۔
بتانا چاہا تھا پہلے بھی، پر میں ڈری تھی
سمجھ نہ پاؤ گے تم یہ عجب حکایت ہے۔

"تمہارے جیسا ہی اک شخص تھا کہ جس کی مہک
سمونی چاہی تھی میں نے ہر ایک دھڑکن میں
ہمالیہ سے بھی اونچا مقام دے کے اُسے
چھپانا چاہا تھا دل کے اچھوتے آنگن میں

"مگر وہ شخص تھا کوچوں میں گھومنے والا،
وہ کیسے چھوٹے سے آنگن پہ اکتفا کرتا؟
ہوس کے ناگ پنپتے تھے جس کی ہر رگ میں
لطیف رشتوں کی کیسے وہ ابتدا کرتا؟

"تمہارے جیسا ہی اک شخص تھا کہ جس نے مجھے
لہو لہان کیا ذلتوں کے خنجر سے
جو دے کے سب سے بڑی کائنات کی گالی
نکل گیا تھا مری زندگی کے منظر سے

"نہ جانے کیوں میرے دل کو یقین ہے اس کا
تلاش ہے مجھے جس کی، تم ہی وہ منزل ہو
کہ تم ذہین ہو، مخلص ہو، درد مند بھی ہو
یہی وجہ ہے کہ میری وجہ سے بےکل ہو

"یہ واقعہ ہے کہ تم وجہِ انتشار بھی ہو
تمہیں ہی دیکھ کے وہ شخص یاد آتا ہے
بلاد کار کی وحشت لئے جو آنکھوں میں،
مرے وجود میں ہنستا ہے، کھلکھلاتا ہے

"تمہاری وجہ سے وہ مجھ کو یاد آتا ہے،
تمہاری وجہ سے میں اُس کو بھول پاؤں گی۔
پر اس سے پہلے میں آدھی بھی اور ادھوری بھی؟
تمہارے پیار کی چھاؤں میں کیسے آؤں گی؟

"اگر یقین ہے مجھ پر تو اعتبار کرو۔
میں اپنے آپ پہ جب اختیار پاؤں گی،
یہ کائنات سمیٹوں گی ایک چہرے میں
سوا تمہارے میں دنیا کو بھول جاؤں گی۔"

بتاؤں کیسے میں تم کو، کہ اس وضاحت سے
تمام شہر میں کتنے دیے جلائے تھے!
ہوائیں تند تھیں لیکن گزرتے برسوں کی،
دھندلکے بن گئے سب، خواب جو سجائے تھے

بھٹک رہا ہوں میں تاریکیوں کے جنگل میں،
نہ جانے شہرِ تمنا کی ضو کدھر ہوگی؟
میں سوچتا ہوں، ابھی کتنی رات باقی ہے
تمہارے میرے تعلق کی کب سحر ہوگی؟

کیول سوری
2417, Kamra Bangash,
Darya Ganj, NEW DELHI-110 002

www.taemeernews.com

نمک کا خیال

قیصر تمکین

160,Oaksford,
CWMBRAN, NP44 6UN
(U.K.)

بھائی یونس صاحب

ہندوستان میں پیاز کی قلت ہوئی۔ قیمتیں آسمان کو چھونے لگیں۔ پیاز کے نوحے لکھے گئے۔ حکومتیں اس مسئلے پر بدل گئیں۔

پیاز کی قلت پر زیادہ اشک فشانی کی کیا ضرورت۔ یہاں انگلستان میں بھی گاہے گاہے اچھی خاصی دل چسپی رہتی ہے۔ بعض اشیاء کی قلت ہوتی رہتی ہے، لیکن بالکل مقامی طور پر۔ جیسے برفباری یا کسی حادثے سے راستے بند ہوگئے اور سپلائی نہ آسکی یا کسی خاص چیز کی پیداوار کے علاقے میں ہڑتال وغیرہ ہوگئی۔ ٹوائیلٹ پیپرز کی قلت تو مقامی لوگوں کے لئے تقریباً عذاب ہو گئی تھی۔ کچھ دن ہوئے نمک کی کمیابی بلکہ نایابی ویلز میں اور انگلستان کے جنوب مغرب کے دیگر علاقوں میں رہی، کیوں کہ ان دنوں ادھر لاریوں کا راستہ بند تھا اور ریل کے ذریعہ مرچ مسالوں کی ترسیل عام طور پر نہیں ہوتی۔ سلسلہ کہانی "نمک کا خیال" میں، میں نے اشارہ کیا ہے کہ ایشیائی پنساریوں کی قسمت سے یہاں بھی کبھی کبھی چیزوں کی قلت ہوجاتی ہے اور یہ حضرات چونکہ اس سلسلے میں خاصے "تجربہ کار" ہوتے ہیں اس لئے ان کے تو وارے نیارے ہوجاتے ہیں۔۔۔۔ ۔۔۔۔

قیصر تمکین

اس روز دوپہر کھانے میں نمک نہیں تھا۔

رشو نے کچھ دال ترکاری پکانے کی کوشش کی تو امجد نے منع کر دیا۔ خواہ مخواہ محنت سے کیا فائدہ۔ سارا پکا پکایا کھانا محض نمک نہ ہونے کی وجہ سے خراب ہو گا۔ مگر رشو نہ مانی۔ اس نے اپنی مخصوص دال اچھی طرح پکا کر اور بگھار کر رکھ دی اور خالص مشرقی خواتین کی طرح قسمت پر شاکر ہوتی ہوئی بولی "اب جس اللہ نے کھانا دیا ہے، وہی نمک کا انتظام بھی کرے گا۔"

امجد کو ہنسی آگئی۔ اس نے ٹوسٹ پر مربہ لگا کر کھایا اور جلدی جلدی ایک پیالی کافی پی کر نکل گیا۔

دفتر میں اسے خیال آیا کہ کینٹین جا کر نمک کی دو چار پڑیاں اٹھا کر جیب میں ڈال لے۔ یعنی یہ کہ باقاعدہ چوری کرے۔ لیکن وہاں بھی قحط تھا۔ کہاں تو یہ تھا کہ ہر طرف نمکدان پڑے رہتے تھے اور نمک کی پڑیاں کوڑے کرکٹ کے ساتھ بہا دی جاتی تھیں، کہاں یہ کہ اس نے ٹماٹر کا شوربہ منگایا تو وہ بھی میٹھا تھا۔ جب اس نے شکایتی لہجے میں مونھ بنا کر دیکھا تو کینٹین کی نگراں عورت سمجھ گئی اور جل کر بولی "اگر نمک ہوتا تو میں اپنے گھر نہ لے جاتی۔۔۔۔ ۔۔۔۔"

امجد کا کام چار بجے ختم ہوجاتا تھا۔ اس دن وہ دفتر کا کام ختم ہونے کے بعد بھی خاصی دیر تک بیٹھا سوچتا رہا۔ اس کے نتھنے رشو کے ہاتھ کی پکائی ہوئی مخصوص دال اور اس کے اشتہا انگیز بگھار کی خوشبو کے تصور ہی سے پھڑک رہے تھے۔ مگر۔۔۔۔ دو تین وقت سے اسے کیا، بہت سے اور لوگوں کو بھی کوئی نمکین چیز کھانے کو نہیں ملی تھی۔

حیرت کی ہی نہیں بلکہ ناقابل یقین بات تھی کہ دنیا کے اس خوشحال ترین ملک میں بھی تمام ممکنہ سہولیات کے باوجود کبھی کبھی معمولی اشیاء کا قحط پڑ جاتا تھا۔ ابھی تھوڑی مدت پہلے ٹوائلٹ پیپرز یعنی کاغذی رومالوں کا قحط پڑ گیا تھا، جس سے ایک عجیب مضحکہ خیز صورت پیدا ہو گئی تھی۔ امجد کو ان دنوں کا ایک واقعہ یاد تھا۔ دفتر کے غسل خانوں میں راشن کے طور پر دو چار پیکٹ رکھ دیے جاتے تھے۔ عام جگہوں پر یعنی لاریوں کے اڈے اور چھاپے خانے میں لوگ اخبار پھاڑ پھاڑ کر کام چلا رہے تھے۔ امجد نے اپنے شعبے کے نگراں ڈپٹی اڈیٹر نائجل جیرٹ کو دیکھا جو جنرل منیجر کے کمرے سے ہاتھ میں جھولا لئے نکل رہا تھا۔ امجد سمجھ گیا کہ جنرل منیجر کا بڑا سا کمرہ عام طور پر خالی ہی رہتا تھا۔ اس سے ملا ہوا حمام اور اجابت خانہ بڑا نفیس اور اعلیٰ چمک دار تھا۔ نائجل جیرٹ یقیناً وہاں سے ٹوائلٹ پیپرز لے کر نکل رہا تھا۔ اس بات کو آزمانے کے لئے اس نے نائجل کو چھیڑتے ہوئے کہا "کیا بات ہے جیرٹ صاحب۔ جھولا بہت بھاری لگ رہا ہے۔۔۔۔"

نائجل گھبرا گیا مگر سمجھ دار تھا، عقل مندی سے کام لے گیا "یار، یہاں سے دو چار ٹوائلٹ رولز لئے جا رہا ہوں۔ کیا کروں۔۔۔۔ گھر میں تو۔۔۔۔ ہاں تم چاہو تو یہ بات مشتہر بھی کر سکتے ہو۔"

امجد کو ترس آگیا۔ نائجل اگر بات چھپانے یا امجد کو بے وقوف بنانے کی کوشش کرتا تو امجد خوب بات کا بتنگڑ بناتا۔ ایک ایک کو پکڑ کر۔ خاص طور پر پریس بار میں تو ضرور ہی ڈپٹی اڈیٹر صاحب کی چوری کا مزے لے لے کر ذکر کرتا۔ لیکن جس بے چارگی سے نائجل نے کہا "تم چاہو تو یہ بات مشتہر بھی کر سکتے ہو۔" اس پر امجد نے ایسی خاموشی اختیار کی کہ وہ یہ بات کبھی خواب میں بھی زبان پر نہ لایا۔

اب ادھر کئی دنوں سے نمک کا قحط پڑ گیا تھا۔

نمک کا خیال آتے ہی امجد کے تن بدن میں آگ سی لگ گئی۔ انگلستان میں بسے ہوئے ایشیائی دوکان دار جو اپنے ملکوں میں ذخیرہ اندوزی میں ماہر تھے، ان کی قسمت یہاں بھی ان کے ساتھ آئی۔ یہاں بھی ان کی چاندی ہو گئی۔ چنانچہ حاجی سلطان نے بہت خشکی سے جواب دیا "نمک کہاں جی؟ اپنے ہی کھانے کو گھر میں نہیں ہے۔"

امجد کو پورا یقین بلکہ ایمان کی حد تک تھا کہ حاجی سلطان نے گھر میں سیروں نمک جمع کر رکھا ہو گا۔ وہ اصل میں امجد سے خوشامد کرانا اور اس کی ناک رگڑوانا چاہتا تھا۔ اس کے بعد اگر وہ تھوڑا سا نمک دیتا بھی تو قیمت کے طور پر امجد کی کھال تک اتروا لیتا۔

امجد نے دفتر سے نکلتے ہوئے تہیہ کیا "نمک تو بہر حال مجھے حاصل کرنا ہی ہے۔ رشو کی پکائی ہوئی بہترین دال برباد نہ ہونے دوں گا۔ ہاں مگر نہ تو ان ایشیائی پنساریوں کی خوشامد کروں گا اور نہ سونے کے بھاؤ نمک خریدوں گا۔۔۔۔"

اپنے دل ہی دل میں ایشیائی پنساریوں کے بارے میں سوچتے ہوئے اسے مادھو کی بیوی کا خیال آگیا۔ مادھو کی بیوی اسے بھائی کہتی تھی، اس لئے اس کے بارے میں سوچتے ہوئے امجد ذرا پس و پیش میں پڑ گیا۔

26 www.taemeernews.com

وہاں جاؤں کہ نہ جاؤں؟"

مادھو کی بیوی گجرات کی تھی۔ اس کا شوہر مہاراشٹر کا تھا۔ کچھ زبان کا جھگڑا پیدا ہو گیا تو دونوں گجراتی اور مراٹھی بھول کر انگریزی کے ماحول میں آ گئے۔ لندن آ کر مادھو کی بیوی بہت گھبراتی۔ دن بھر گھر میں اکیلے پڑے اس کو خفقان اور اختلاج رہنے لگا جس کا علاج اس نے خود ہی کیا۔ اپنے گھر کے سامنے کے کمرے کو اس نے دوکان کی شکل دے دی اور وہاں نمک مرچ، مصالحے اور تازی ترکاریاں بیچنے لگی۔ امجد نے اس کی دوکان کی ترقی میں بہت ہاتھ بٹایا۔ اس کا دفتر قریب تھا۔ اس نے دفتر کے لوگوں کو مادھو کی دوکان کے بارے میں بتایا۔ وہ اپنے جاننے والوں سے کہتا۔ "بے چاری اکیلی عورت اتنی محنت کر رہی ہے۔ ہم سب کو چاہیے اس کی مدد کریں اس کا ہاتھ بٹائیں۔۔۔"

جب گاہک مستقل آنے لگے تو مادھو کی بیوی نے کام اور پھیلایا۔ وہ صبح سے شام تک طرح طرح کی مٹھائیاں بنانے، دہی کی پھلکیاں اور سموسے تلنے میں مصروف رہتی۔ شام ہوتے ہی اس کا گھر ایک طرح کا کلب بن جاتا۔ لوہے کے کارخانے سے واپس آنے والے مزدور اور آس پاس کے کاریگر اور مستری جمع ہو جاتے۔ ناک اور آنکھ سے پانی پوچھتے ہوئے اور سوں سوں کرتے ہوئے چٹ پٹے سموسے اور پھلکیاں کھاتے اور تلے ہوئے تازہ مٹر میں، تھوڑی اور ہری مرچ کی فرمائش کرتے۔

امجد نے مادھو کی بیوی سے براہ راست نمک کی بات نہیں کی، بلکہ بظاہر سرراہے پوچھا۔ "تمہارے یہاں کیا حال ہے؟ نمک وغیرہ کا قحط ہے؟ ہمارے پاس تو گھر میں کھانے میں ڈالنے کو بھی نہیں ہے۔"

یہ بات اس نے گھما کر اس لئے کہی کہ اگر کہیں مادھو کی بیوی بھی صاف منع کر دے تو اسے زیادہ شرمندگی نہ ہو کہ بات ضائع ہوئی۔

مادھو کی بیوی نے امجد کو دیکھا۔ وہ سمجھ گئی۔ چہرے پر تشویش کے آثار دکھائی دیئے۔ آہستہ سے بولی۔ "دیکھو بھائی، میں ابھی آتی ہوں۔ کچھ نہ کچھ تو گھر میں ہو گا ہی۔۔۔۔"

امجد دوکان کے باہر گلی کے کونے پر جا کھڑا ہوا۔ مادھو کی بیوی گھر میں گئی اس کا گھر اوپر کی منزل میں تھا۔ نیچے کے سارے کمرے جوڑ کر اس نے بڑی دوکان کی شکل دے دی تھی۔ گھر میں شاید وہ اپنے شوہر اور دیور سے بحث کرتی رہی، کیونکہ تھوڑی دیر بعد وہ مونہہ پھلائے ہوئے آئی اور کہا۔ "نمک کے چار چھ ڈبے تھے، جو علاقے کا نیشنل فرنٹ کا کونسلر لے گیا۔ کونسلر نے دھمکی دی تھی کہ اگر نمک نہیں دو گے تو نسلی غنڈے تمہاری دوکان کے شیشے توڑ ڈالیں گے۔

27 www.taemeernews.com

آس

یہ تو کوئی آہٹ تھی
یہ تو کوئی سایہ تھا
اک جانی پہچانی صورت کا
لیکن ٹھہرو،
یہ آہٹ مجھ کو سمو لینے دو
اپنے دل کی دھڑکن میں
یہ آہٹ،
اک آس بنے گی، جس کے سہارے
وہ مہکے گا خوشبو بن کر
اِک دن میرے آنگن میں

ربانی عبدالجبار
"IHASAN" ,172 West 21st Street,
BAYONNE, New Jersey, 07002 (U.S.A.)

امجد نے بہت ہی خوش اخلاقی سے کہا۔ کوئی بات نہیں۔ میں نے تو یوں ہی پوچھا تھا کہ شاید تمہارے پاس ہو۔ ویسے ہمیں ابھی ایسی کوئی خاص ضرورت بھی نہیں ہے۔ گھر میں تو کام چل ہی رہا ہے۔"

امجد گاڑی چلاتا ہوا دوسری کاؤنٹی کی طرف نکل گیا۔ راستے میں وہ ٹھٹکا، اور کچھ سوچ کر موٹر وے کے مہنگے ہوٹل میں گھس گیا۔ وہاں کے امیرانہ ماحول میں اس نے کافی منگائی اور آس پاس کی میزوں پر منڈلاتا ہوا نمک کی پڑیاں بہت مہارت سے چرانے لگا۔ اطمینان سے اپنی میز پر آکر اس نے یہ پڑیاں اپنے بریف کیس میں ڈالتے ہوئے دیکھیں اور کھسیا کر رہ گیا۔ جو پڑیاں اس نے نمک سمجھ کر چرائی تھیں وہ سب شکر کی تھیں، اس نے غصے میں پڑیاں اپنی کافی میں جھونک دیں۔

کافی پیتے پیتے اس کے ذہن میں ایک اور لہر آئی اس نے میزیں صاف کرنے والی لڑکی کو اشارے سے بلا کر ایک پونڈ دیا اور کہا نمک کی جتنی پڑیاں ممکن ہو سکیں اسے لا دے۔ لڑکی غیر ضروری طور پر اس کی میز پونچھنے لگی، گویا صفائی میں مصروف ہو۔ وہ شرارت کے لہجے میں آہستگی سے کہتی جا رہی تھی۔ جتنا نمک ممکن تھا وہ تو میں پہلے ہی اپنے تھیلے میں ٹھونس چکی ہوں۔۔۔۔ تمہیں۔۔۔

ہاں ذرا ٹھہرو۔ اب تم نے یہ پونڈ دیا ہے تو کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی پڑے گا۔ انتظار کرو۔ میں ابھی آتی ہوں۔"

وہ بڑی دیر تک بیٹھا رہا مگر وہ لڑکی نہ آئی۔ وہ پھر خفیف ہو کر اٹھا اور بل دے کر باہر جانے لگا۔ جب وہ برساتی سے نکل کر گاڑی کی طرف جا رہا تھا تو ایک اچھی خاصی معقول خاتون نے اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا پیکٹ تھما دیا۔ وہ ایسا ہی تھا جیسے کوئی کیمسٹ دواؤں کا پیکٹ دیتا ہو۔ امجد نے حیرانی سے دیکھا۔ اس خاتون نے مسکرا کر آنکھ ماری اور ہوٹل میں واپس چلی گئی۔

وہ اطمینان سے گھر کی جانب چلا لیکن تب تک سڑکوں پر ہجوم بڑھ گیا تھا۔ اس لئے اسے گھر تک پہنچتے پہنچتے خاصی دیر ہو گئی۔

رشو جھنجھلائی ہوئی ٹہل رہی تھی۔ ایک طرف ریڈیو چیخ رہا تھا دوسری طرف ٹیلی ویژن پوری آواز سے کھلا تھا۔ اس طرح گویا وہ اپنے غصے کا اظہار کر رہی تھی۔ امجد کو دیکھتے ہی وہ اپنی ناقدری، زمانے کے ستم، عورتوں کی مظلومی، مقدر کی شکایت اور اپنی زندگی بھر کی قربانیوں کی داستانیں شروع کرنے والی تھی کہ امجد نے بڑھ کر ایک ہاتھ اس کے کندھے پر رکھا اور دوسرے ہاتھ سے نمک کا پیکٹ اسے تھما دیا۔

امجد نے اس رات سے پہلے اتنا لذیذ کھانا، خاص طور پر نفیس دال نہیں کھائی تھی۔ یہ دال رشو کی خصوصیت یا اس کے کمال فن کا نمونہ تھی۔ وہ سب دالیں ملا کر ایک مجموعہ سا تیار کرتی۔ نہیں معلوم کن پراسرار یا خاندانی نسخوں جیسے اہتمام سے اچھی طرح بھونتی اور بہترین گھی سے بگھارتی۔ قاب میں نکال کر بھنی ہوئی سنہری پیاز کے باریک لچھے سجاتی اور ان پر ہری مرچ کی ہوائیاں چھڑک کر اس طرح دستر خوان پر پیش کرتی گویا واقعی کوئی شاہی طعام ہو۔ کیا خبر قلعہ معلیٰ میں دال اسی طرح استعمال کی جاتی ہو۔ بہر حال یہ تو حقیقت تھی کہ ذائقے میں اس کے آگے مرغ و ماہی قربان کئے جا سکتے تھے۔

اپنے اخبار کے سالانہ ڈنر (عشائیہ) سے پہلے جو پینے پلانے کی محفل جمی اس میں امجد کا تعارف ایلا مشیرالے سے بھی ہوا۔ ایلا نے امجد کو اپنا نیا ناول دیا۔ امجد باتیں کرتے ہوئے ایلا کے بارے میں سوچتا رہا۔ ایلا۔۔۔ ایلا۔۔۔ نام تو بالکل نیا ہے مگر میں نے اسے کہیں دیکھا ضرور ہے۔ اس کا فوٹو تو ابھی تھوڑے دن ہوئے کئی اخباروں میں چھپا تھا" امجد نے اس وقت تو کوئی خاص دھیان نہیں دیا تھا مگر اس شام برابر ایلا کے بارے میں کچھ یاد کرنے کی کوشش میں مصروف تھا۔

"ہاں تو آپ اس پر تبصرہ تو کریں گے نا۔۔۔؟"

ایلا نے بہت ہی شائستہ اور مہذب لہجے میں کہا۔ وہ لہجہ جو آکسفورڈ کے سنجیدہ اعلیٰ کالجوں میں ہی نظر آتا ہے۔ "ہا۔۔۔ آں۔۔۔ اس مہینے یہی تو ایک نیا ناول نکلا ہے۔ اسے نظر انداز کرنا مشکل ہی ہے۔۔۔ پھر۔۔۔ ہاں۔ لیکن بھئی میں ذرا۔۔۔ ۔۔۔" اس کی بات، یا بے ترتیب سا جملہ نامکمل رہا کیوں کہ ایلا نے خالص اردو لہجے میں کہا "ہاں۔ ذرا۔ نمک کا خیال رکھئے گا۔۔۔۔۔"

امجد ذرا چونکا۔ کچھ اس اردو سے اور کچھ ایلا کی دلکش مسکراہٹ سے۔ رسمی طور پر ہنسا اور بات ٹل گئی۔

گھر آکر جب اس نے توجہ سے ناول کے گرد پوش پر نظر ڈالی تو ایلا کا تفصیلی تعارف بھی نظر پڑا۔ تعارف میں یہ بھی لکھا تھا کہ یونیورسٹی چھوڑنے کے بعد ایلا دو تین برس ایم ون (M1) کے ایک ہوٹل میں بھی منیجر رہی تھی۔ اور اب۔۔۔۔

www.taemeernews.com

مریض

اقبال انصاری
F-176, Pandav Nagar,
DELHI-110092

یونی ورسٹی کا ہال طلبا اور اساتذہ سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ دوسرے سامعین بھی تھے، لیکن طلبا بہت بڑی تعداد میں تھے۔ دراصل ڈاکٹر چندرن کی شہرت نے اتنا بڑا مجمع اکٹھا کر لیا تھا۔ مرض ایڈز (AIDS) کے متعلق لوگوں کو تعلیم دینا اور اس ناقابل علاج مرض کے خلاف جنگ کرنا چندرن نے اپنی زندگی کا مقصد بنا لیا تھا۔ ایڈز پر اُس کی تحریریں شائع کرنے کے لئے دنیا کا ہر جریدہ ہر وقت تیار رہتا تھا۔ اس کی تحریریں تمام دنیا میں قدر کی نگاہوں سے پڑھی جاتی تھیں، اور اس کی تقریریں سنجیدگی سے سنی جاتی تھیں۔ اس موذی مرض پر اس کے لیکچر ہر ہفتے کہیں نہ کہیں ہوتے ہی رہتے تھے۔ گزشتہ دنوں اس کی ایک تقریر آل انڈیا ریڈیو کی ایکسٹرنل سروس پر تھی جس کی تعریف میں اے آئی آر کو دنیا کے کئی ممالک سے، خاص کر جنوب مشرقی ایشیا کے کئی ممالک سے خطوط موصول ہوئے تھے۔ ٹی وی پر بھی وہ ریسورس پرسن (Resours Person) کی حیثیت دو بار آچکا تھا۔

یونی ورسٹی میں ایڈز پر منعقد ہونے والی اس ورک شاپ میں چندرن کے ساتھ مجھے بھی ریسورس پرسن کی حیثیت سے مدعو کیا گیا تھا۔ چندرن گورنمنٹ ایڈز ریسرچ انسٹی ٹیوٹ میں اسسٹنٹ ڈائریکٹر تھا۔ میں مارکوسس اسپتال میں ڈاکٹر تھا۔

پہلے میرا لیکچر ہوا۔ میرے لیکچر کا موضوع تھا "ایڈز۔۔۔۔ وجوہات اور بچاؤ۔" میں نے پہلے تو یہ بتایا کہ ایڈز کیا ہے پہلی بار یہ مرض روشنی میں کب آیا، اس مرض کے وائرس کا حملہ ہونے کے کتنے دنوں کے بعد مرض پوری شدت اختیار کرتا ہے، اور کس طرح مریض میں ہر ایک بیماری سے مدافعت کی قوت بتدریج کم ہوتے ہوتے ختم ہو جاتی ہے۔ پھر میں نے وجوہات پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا "غریبی یہاں بھی پہلی وجہ ہے۔ ایسے کتنے ہی کیس سامنے آئے ہیں کہ عورت نے کبھی اپنے شوہر سے بے وفائی کی بات سوچی بھی نہیں، لیکن مستقل غریبی اور عسرت نے اسے مجبور کر دیا۔ کنبے اور خاص طور سے اپنے بچوں کی خاطر اُس نے اپنے جسم کا سہارا لیا اور کہیں سے یہ مرض لگا لائی۔ ایسے کیس بھی ملتے ہیں جب بے روزگار شوہر نے خود ہی اپنی بیوی کو بالواسطہ یا براہِ راست جسم کا سودا کرنے پر مجبور کیا ہے، تاکہ روٹی خریدی جاسکے۔ روٹی کے ساتھ ساتھ عورت ایک دن ایڈز کے وائرس بھی لے آئی۔ ایسے کیسوں کی بھی کمی نہیں ہے جب شادی شدہ عورت کو کنبہ چلانے کے لئے نوکری کرنی پڑی ہے۔ نوکری اُس کی مجبوری تھی، جس کا فائدہ اس کے باس نے اٹھایا اور عورت ایڈز کا شکار ہو گئی۔ بلڈ ٹرانس فیوژن بھی ایک بڑی وجہ ہے۔ کئی بار خون کی کمی کی شکار عورتوں کو بچے کی پیدائش کے وقت بلڈ ٹرانس فیوژن کی ضرورت رہی ہے اور جراثیم بھرے خون نے، انفیکٹڈ بلڈ (Infected blood) نے اس عورت کو تباہ کر دیا آپ کو علم ہے کہ انجکشن لگانے والی سرنج نے

www.taemeernews.com

بھی ایڈز کے جراثیم اچھے بھلے آدمی تک پہنچاتے ہیں، اس لئے اب ایک سرنج صرف ایک شخص کے لئے، ایک ہی بار استعمال کی جاتی ہے۔

زیادہ تر عورتوں کو یہ مرض ان کے شوہروں سے لگا ہے۔ مگر تصویر کا ایک رُخ اور بھی ہے۔ ایسے کیس بھی پائے گئے ہیں جب عورت کی جسمانی ضرورتیں گھر میں پوری نہیں ہوئی ہیں اور اس نے تعلقات گھر سے باہر قائم کرلئے اور ایڈز لگالائی۔ ایسا صرف مرد کی کمزوری کے سبب ہی نہیں ہوتا، بلکہ بیوی کی قدرتی ضرورتوں کے تئیں "ناواقفیت" یا مرد کی اپنے کاموں میں غیر معمولی مصروفیت یا محض بیوی سے "لاپرواہی" کے سبب بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ مناسب تعلیم بھی ضروری ہے اور توجہ بھی۔ مردوں کو یہ بتایا جانا چاہئے کہ انہیں فیملی میں اپنا رول انجام دینا ہے۔ روٹی کی فکر سے عورت کو دُور رکھنا ہے۔ کنبے کی مناسب پلاننگ بھی ضروری ہے۔ شادی شدہ عورت کو معاشی اعتبار سے اتنا مستحکم ہونا چاہئے کہ وہ "فاضل تعلقات" کی بات سوچ ہی نہ سکے۔ جہاں تک ممکن ہو کوشش یہی ہونی چاہئے کہ بلڈ ٹرانس فیوژن کی ضرورت نہ پڑے۔ کنڈوم کے استعمال کو عادت بنالینا چاہئے۔ اور زن و شوہر دونوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ ایک دوسرے کی جنسی ضرورتوں کو پورا کرنا ہی کافی نہیں ہے، اُسے جنسی آسودگی فراہم کرنا اُس سے بھی زیادہ ضروری ہے۔"

لیکچر کے بعد مجھ سے کئی سوال کئے گئے جن کے میں نے تسلی بخش جوابات دئے۔

چندرن نے اپنی تقریر میں کہا کہ "نیشنل ایڈز کنٹرول آرگنائزیشن کے تخمینے کے مطابق ہندوستان میں اس وقت بیس لاکھ ایچ آئی وی پوزیٹو کیس ہیں، اور مستقبل قریب میں ان کی تعداد میں برق رفتاری سے اضافہ متوقع ہے۔ ان میں بہت بڑی تعداد اُن کیسوں کی ہوگی جن میں مرض کی تشخیص ہی نہیں ہو پائے گی۔"

یہاں پر سامعین میں سے کسی نے ایک سوال کیا جس کے جواب میں چندرن نے کہا سب سے بڑی دقت یہ ہے کہ ہمارے بیشتر ڈاکٹروں کو یہی علم نہیں کہ ایڈز کے مریض میں کہاں اور کیا "انفکشن" (infection) تلاش کیا جائے۔ اس لئے مرض کی تشخیص خاصی دشوار ہے کیوں کہ بیشتر حالات میں تشخیص کے ذرائع یا DIGNOSTIC TECHNIQUES کا انحصار اُن ٹسٹوں پر ہوتا ہے جو IMMUNE RESPONSE

ایڈز کے مریضوں سے نہیں ملتے۔"

ایڈز کے مریضوں کا ذکر کرتے ہوئے چندرن نے مزید کہا "1980 کے آس پاس ایڈز بنیادی طور پر مردوں کی بیماری تھی جس کا سبب یا تو ہم جنسی تھا یا وہ لوگ اس موذی مرض کے شکار ہوتے تھے جو انجکشنوں کے ذریعے ڈرگز لیتے تھے۔ لیکن پھر حالات بدلے اور آج ایڈز تیزی سے عورتوں کی بیماری بنتا جا رہا ہے۔ بہت جلد ہندوستان میں، اور ایشیا کے دوسرے ترقی پذیر ممالک میں ایڈز کے مریضوں میں مردوں کی بہ نسبت عورتوں کی تعداد زیادہ ہوگی۔"

خواتین ایڈز مریضوں کے متعلق ڈاکٹر چندرن نے بتایا "خواتین ایڈز مریضوں میں اپنے جسم کا دھندا کرنے والی عورتوں یعنی "جنسی مزدوروں" کی تعداد بہت کم ہے۔ بدقسمتی سے بیشتر وہ خواتین اس مرض کی شکار ہیں جو خود کسی بھی طرح مجرم نہیں ہیں۔ مثال کے طور پر برازیل میں جتنی خواتین ایڈز کا شکار ہیں اُن میں سے نصف تعداد اُن خواتین کی ہے جو کبھی بھی اپنے شوہر کے علاوہ کسی دوسرے مرد کے پاس نہیں گئی ہیں، مگر پھر بھی وہ اس مرض میں مبتلا ہو گئیں۔ یہ مرض انہیں کسی دوسرے سے نہیں، اپنے شوہروں سے ہی لگا جو اپنی بیویوں کے تئیں وفادار نہیں تھے اور جن کے جنسی تعلقات دوسری عورتوں سے تھے۔ اس طرح یہ خیال بھی غلط ثابت ہو گیا ہے کہ ایڈز ایک ایسا مرض ہے جو اُس وقت تک آپ کے پاس نہیں آتا جب تک آپ اُسے مدعو نہیں کرتے۔ برازیل کی عورتوں کی مثال آپ کے سامنے ہے۔ یہ حال دوسری جگہوں پر بھی ہے۔ بیوی پوری طرح سے اپنے شوہر کی وفادار ہے، لیکن پھر بھی وہ ایڈز کی شکار ہو جاتی ہے، کیوں کہ اُس کے شوہر کے جنسی تعلقات دوسری عورتوں سے ہیں۔ وہ کہیں سے یہ مرض لگا لایا اور اپنے ساتھ اپنی معصوم و بے گناہ بیوی کو جہنم میں جھونک دیا۔ صرف 1997 میں پانچ لاکھ عورتیں ایڈز کا شکار ہو کر مری ہیں، اور یہ تعداد تو وہ ہے جن کے بارے میں تشخیص ہو سکی کہ یہ ایڈز کی مریض تھیں۔ جن کیسوں کی تشخیص نہیں ہو سکی ان کی تعداد بھی کافی بڑی رہی ہوگی۔"

سامعین میں سے کسی نے کہا "یہ بات تو مردوں کے لئے بھی ممکن ہو سکتی ہے کہ وہ پوری طرح سے اپنی بیوی کے تئیں وفادار ہوں اور انہیں یہ مرض اپنی ناوفادار بیوی سے لگا ہو۔"

چندرن نے جواب دیا "ممکن ہے ایسے بھی کچھ کیس رہے ہوں، لیکن اگر ایسے کیس رہے بھی ہوں تو وہ روشنی میں نہیں آسکے۔ اب تک تو مردوں کی بدمعاشیاں ہی سامنے آئی ہیں۔ کئی بار جانتے بوجھتے بھی، یعنی اچھے تعلیم یافتہ افراد بھی اس مصیبت میں گرفتار ہو جاتے ہیں، اور ایک بار اس مصیبت میں پڑنے کے بعد اس میں سے نکلنے کا فی الحال کوئی راستہ نہیں۔ مثلاً میں ایک ایسے ایم بی بی ایس ڈاکٹر سے واقف ہوں جو ایڈز کا مریض ہے۔ خوش قسمتی سے اسے جلد ہی معلوم ہو گیا کہ وہ ایڈز کا مریض ہے، اور اپنی بیوی کو اس جان لیوا مرض سے محفوظ رکھنے کے لئے اُس نے فوراً ہی "احتیاط" برتنی شروع کر دی ...... اس نے اپنی بیوی سے جنسی تعلقات ہی ختم کر دئے۔ اس "پرہیز" کا ہی نتیجہ ہے کہ آج تک اس کی بیوی ایڈز سے محفوظ ہے۔"

میرے ذہن میں آندھیاں سی چلنے لگیں۔

یہ بھی اچھا ہوا کہ میری تقریر چندرن کی تقریر سے پہلے ہو گئی تھی، ورنہ میں کچھ بھی نہ بول پاتا۔ چندرن کافی دیر تک بولا۔ بیچ بیچ میں سامعین سوالات کرتے رہے، اور چندرن اُن کے جوابات دیتا رہا۔ لیکن مجھے ہوش نہیں تھا کہ اُس نے کیا کہا، سامعین نے کیا سوالات کئے، اور چندرن نے جواب میں کیا کہا۔

طبیعت کی خرابی کا بہانہ کر کے میں سیمینار ختم ہونے سے پہلے ہی اٹھ کر چلا آیا۔ مجھے شدید ذہنی تناؤ سے پہلے بھی سابقہ پڑ چکا تھا، لیکن ایسے طوفانی ذہنی تناؤ سے پہلی بار سابقہ پڑا تھا۔ لگ رہا تھا کہ دماغ کی نسیں پھٹ جائیں گی۔

آخر چندرن کو اس راز کا پتہ کیسے چلا؟ اس راز سے صرف ہم دونوں واقف تھے ...... میں اور آبھا، میری بیوی۔ میں نے آج تک یہ کسی کو نہیں بتایا تھا کہ میں ایڈز کا مریض ہوں اور یہ مرض مجھے آرتی نام کی ایک نرس سے لگا تھا جس کا دو ماہ قبل انتقال ہو چکا تھا۔ آبھا کو بتانا ہی پڑا تھا۔ مستقل جنسی غیر حاضری کی کوئی نہ کوئی وجہ تو ظاہر کرنا ہی تھی۔ میں نے ہمت کر کے سچ بول دیا۔ آبھا پہلے تو سناٹے میں آگئی۔ مگر پھر رفتہ رفتہ اس نے میرا ساتھ دینا شروع کر دیا۔ اس نے پہلے خود کو سنبھالا، پھر مجھے سنبھال لیا۔

مگر سوال یہ ہے کہ چندرن کو کیسے پتہ چلا کہ میں ایڈز کا مریض ہوں اور اپنی بیوی کے پاس نہیں جاتا

www.taemeernews.com

تاکہ وہ ایڈز سے محفوظ رہے؟ میں نے تو یہ بات کسی کو بتائی نہیں تھی ---- ---- چندرن کو بھی نہیں، حالانکہ وہ میرا قریبی دوست تھا۔

تو کیا ---- ---- آبھا نے یہ بات چندرن کو بتائی ہے؟

یقیناً یہی ہوا ہے۔

آبھا اور چندرن بہت عرصے سے ایک دوسرے سے واقف ہیں۔ نہ صرف واقف ہیں بلکہ بہت عرصے سے گہرے دوست ہیں۔ کوئم بتور میں دونوں ایک ہی اسکول میں پڑھتے تھے۔ پھر وہیں کالج میں بھی دونوں کا ساتھ رہا۔ مجھ سے شادی کے بعد بھی اس کے دوستانہ تعلقات چندرن کے ساتھ قائم رہے۔ میں اس کے ذریعہ ہی چندرن سے ملا تھا۔

میں نے کبھی ان دونوں کے تعلقات پر اعتراض نہیں کیا۔ گنجائش ہی نہیں تھی اعتراض کی۔ آبھا پوری طرح سے میری وفادار اور محبت کرنے والی بیوی رہی ہے ---- ---- کم از کم مجھے تو ہمیشہ ایسا ہی محسوس ہوا۔

لیکن میرا راز آخر چندرن تک کیسے پہنچا؟ یقیناً آبھا نے ہی یہ بات چندرن کو بتائی ہوگی۔

اس کا مطلب کیا ہوا؟

یعنی وہ چندرن سے "اتنی نزدیک" ہے کہ اُس نے صرف اس راز میں ہی چندرن کو شریک نہیں کیا کہ میں ایڈز کا مریض ہوں بلکہ یہ بات بھی اُسے بتا دی کہ میں اُسے ایڈز سے محفوظ رکھنے کے لئے کیا طریقہ اپناتا ہوں ---- ---- میاں بیوی کی نجی زندگی کی یہ نجی ترین بات کوئی عورت کسی غیر مرد کو تبھی بتا سکتی ہے جب اُس غیر مرد کے ساتھ اُس کے "نجی ترین" تعلقات ہوں۔

میں خود کو کتنا خوش نصیب سمجھتا تھا کہ مجھے آبھا جیسی شریکِ حیات ملی ہے۔ لیکن آج سارا بھرم ٹوٹ گیا۔ میرا جی چاہا کہ اُسے قتل کر دوں ---- ---- اور کچھ دیر تک میں اُسے ختم کرنے کے مختلف طریقوں پر غور بھی کرتا رہا۔ سلو پوائزن، آرسنک، سائنائڈ، کو وینم ---- سبھی میں شک مجھ پر جائے گا۔ پولیس بہت تیزی ہوتی ہے۔ اگلوا لے گی۔

پھر؟

کوئی ایسا طریقہ کہ قتل حادثہ لگے؟

کوئی طریقہ سمجھ میں نہ آیا۔ دراصل ذہن کبھی اس طرف گیا ہی نہیں تھا۔ کبھی اس لائن پر نہ سوچا تھا نہ

گماں

کبھی کبھی مجھے یوں ہی
گماں سا ہوتا ہے!
کہ تم ہی تو
مری تنہائیوں کا حاصل ہو!
تم ہی تلاش ہو میری،
تم ہی تپسیا ہو!
یگوں سے کھوجتی آئی تھی
جس خوشی کو میں،
سمندروں کی تہوں میں
کبھی خلاؤں میں،
وہ جا چھپی تھی
کہیں دُور
افق کے دامن میں!
جو تم ملے تو لگا،
چاند اُتر کے آیا ہے،

میرے اداس سے گھر کے
اندھیرے آنگن میں
جل اُٹھے ان گنت
جیسے چاندنی کے چراغ
خوشی سے جھوم اٹھی
بھر کے تم کو بانہوں میں!
یہ سوچتے ہی یکایک
چھلک پڑیں آنکھیں
کہ "چاند بھی تو فقط
ایک شب کا ساتھی ہے"
سحر کے ہوتے ہی
چپ چاپ لوٹ جائے گا!
افق کے پار، جہاں
اُس کا آشیانہ ہے!

انیس پروین
H.No. 11-6-815, Red Hills,
HYDERABAD, A.P., 500 004

کبھی سوچنے کی ضرورت محسوس ہوئی تھی۔ میں ڈاکٹر تھا، جان بچانے کی بات سوچنا میرا وطیرہ تھا نہ کہ جان لینے کی بات سوچنا۔ چنانچہ اب جب آبھا کی جان لینے کی بات سوچی اور اسکیمیں بنانے لگا تو ہر اسکیم میں خامی نظر آئی ہر پلان کچا محسوس ہوا۔

آخر کیا کیا جائے؟ اس بے وفا عورت کے ساتھ رہنا اور جو کچھ تھوڑی بہت زندگی بچی ہے اُس کے ساتھ گزارنا ناممکن تھا۔ دیکھنے میں کتنی بھولی لگتی ہے۔ کتنا پیار کرنے والی، کتنی وفادار ---- اور حرکتیں! چھی! اس میں شک کی گنجائش ہی نہیں تھی کہ آبھا کے جنسی تعلقات چندرن کے ساتھ ہیں۔ کمینی عورت!

وہ دن گزرا۔

رات گزری۔

اگلی صبح آبھا نے کہا "بس بہت ہو چکا ڈینکٹ ---- اب کہہ ڈالو"

"کیا کہہ ڈالوں؟" میں نے خشک لہجے میں پوچھا۔

"وہی جو کچھ تمہارے ذہن میں ہلچل مچائے ہوئے ہے" آبھا نے کہا "نہیں ---- ---- جھوٹ بولنے یا بہانہ تراشنے کی کوشش مت کرنا۔ بہانہ تراشنے میں تم بے حد کچے ہو۔ جھوٹ بولنا ایک آرٹ ہے جس کی اے بی سی سے بھی تم واقف نہیں ہو۔ اس لئے کہہ ڈالو۔ آخر وہ کون سی بات ہے جو تمہیں نہ جینے دے رہی ہے"

31 www.taemeernews.com

نہ مرنے دے رہی ہے۔ میں کل شام سے دیکھ رہی ہوں۔"

میں نے بھی سوچا کہ بہتر یہی ہے کہ کہہ ہی ڈالا جائے۔ اس لئے بغیر کسی تمہید کے میں نے کہا "یہ راز میرے اور تمہارے علاوہ کسی کو بھی نہیں معلوم کہ میں ایچ آئی وی پوزیٹو ہوں ...... پھر آخر چندرن کو اس بات کا علم کیسے ہوا؟ میں نے تو اُسے بتایا نہیں۔ کل ایک ورک شاپ میں اُس نے خود یہ بات کہی کہ وہ ایک ایسے ایم بی بی ایس ڈاکٹر سے واقف ہے جو ایڈز کا مریض ہے اور اپنی بیوی کے پاس نہیں جاتا تاکہ اس کی بیوی ایڈز سے محفوظ رہے۔

آبھا کی بڑی بڑی آنکھیں مزید بڑی بڑی ہو کر میرے چہرے پر مرکوز ہو گئی تھیں۔

اتفاق سے اسی وقت چندرن آگیا۔ ایک نظر اُس نے ہم دونوں کو دیکھا اور فوراً ہی خود بھی سیریس ہو گیا۔ پھر کئی منٹ کی بوجھل خاموشی کو چندرن نے ہی توڑا "کیا معاملہ ہے؟"

میں پھٹ پڑا۔

"سنو مسٹر چندرن۔ غور سے سنو..... اور جواب دو۔ کل سیمینار میں تم نے کسی ایم بی بی ایس ڈاکٹر کا تذکرہ کیا تھا جو ایڈز کا مریض ہے اور جس نے اپنی بیوی کو ایڈز سے محفوظ رکھنے کے لئے اس سے جنسی تعلقات ہی ختم کر دئے ہیں؟"

چندرن کی پیشانی پر شکنیں نمودار ہوئیں۔ اس نے ہونٹ بھینچ لئے، آنکھیں بند کر لیں۔

"مجھے جواب چاہئے، ڈاکٹر چندرن!" میرا لہجہ غالباً بہت خراب تھا۔

چندرن نے ایک طویل سانس لی، آنکھیں کھولیں اور بھرّائی ہوئی آواز میں بولا "وہ ڈاکٹر میں خود ہوں، وینکٹ!"

پہلا خیال جو میرے دل میں آیا وہ یہ تھا کہ میں بے حد کمینہ انسان ہوں۔ میں نے اپنی دیوی جیسی پتنی پر ہی شک نہیں کیا تھا، دیوتا جیسے دوست پر بھی شک کیا تھا۔ یہ دونوں کتنے عظیم ہیں، اور ایک میں ہوں .... چھی!

اسی وقت میں نے تہیہ کر لیا کہ اُس رات میں آبھا کو خوب ڈھیر سا پیار کروں گا اور اُس کے پیروں پر سر رکھ کر اپنے کمینے پن کی معافی مانگوں گا۔ کل ہم دونوں گھومنے بھی جائیں گے اور سارا دن لودھی گارڈن میں گزاریں گے۔

شام کو ایک فنکشن تھا۔ وہاں سے لوٹ کر نو بجے آیا۔ ڈرائنگ روم میں داخل ہوتے ہی سوچا کہ اپنے ہیڈ آف دی ڈپارٹمنٹ کو کل کی اپنی غیر حاضری کے متعلق مطلع کر دوں۔ فون اٹھایا۔ سوئچ آن کیا۔ نمبر ڈائل کرنے جا ہی رہا تھا کہ ایکسٹینشن فون پر آبھا کی آواز آئی "تم نے اتنا بڑا جھوٹ کیوں بولا، چندرن؟"

چندرن کی آواز آئی "تمہیں شک کے دائرے سے باہر نکالنے کا اس کے علاوہ اور کوئی راستہ ہو ہی نہیں سکتا تھا ڈارلنگ ..... بس سوجھ ہی گئی وقت پر۔"

آبھا نے کھنکتی ہوئی سی ہنسی کے ساتھ کہا "آئندہ احتیاط رکھنا کہ کسی لیکچر میں مونہہ سے کوئی ایسا سچ نہ نکل جائے جس کو سنبھالنے کے لئے اتنے بڑے جھوٹ کا سہارا لینا پڑے۔"

●

رام محمّد ڈیسوزا

مشہور مصنّف علی رضا کا ناول " رام محمّد ڈیسوزا "
جس نے ہندوستان کے کونے کونے میں دُھوم مچا رکھی ہے۔
اب اس کا تیسرا ایڈیشن نہایت اہتمام کے ساتھ شائع ہو گیا
ہے۔ یہ ایک ناول ہی نہیں ایک زخم بھی ہے، نشتر بھی۔ نمی
نے اسے فلمانے کے لئے اپنی ساری پونجی کی پیش کش کی اور
ناول کے مصنّف سے شادی کر لی۔ اس سے اچھا ناولٹ اُردو
زبان میں آج تک نہیں لکھا گیا۔ ایک بار شروع کر دیں تو ختم
کئے بغیر قرار نہیں آئے گا۔ فوٹو آفسیٹ کے حسین طریقے سے
شائع کی گئی ہے۔

قیمت Rs 30\00
علاوہ محصول

شمع بک ڈپو
۱۴-۱/۱۳، آصف علی روڈ (بالمقابل کملا مارکیٹ) نئی دہلی ۱۱۰۰۰۲

32 www.taemeernews.com

ناقابلِ فراموش

دیش چندر کار

EA/72,Inderpuri,
NEW DELHI-110012

آج بھی جب کبھی ملک کی مسلح افواج کے کسی افسر یا جوان سے میری ملاقات ہوجاتی ہے تو نہ معلوم کیوں چند لمحوں کے لئے خود بخود میری نگاہوں میں وہ ایک قابلِ احترام ہستی کا روپ دھارن کرلیتا ہے اور دل بے اختیار کہہ اٹھتا ہے کہ یہ ہے ایک ایسے قابلِ قدر کردار کا مجسّم عکس جو بوقت ضرورت اپنے فرض کی ادائیگی میں بڑی سے بڑی قربانی دینے سے بھی گریز نہیں کرتا اور ہر آفت کا صدق دلی اور ثابت قدمی سے سامنا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے، چاہے آفت کی وہ گھڑی ملک کی عزت و آبرو اور سلامتی کے تحفظ سے وابستہ ہو یا قدرت کے نازل کردہ کسی قہر کا کوئی منحوس سانحہ ہی کیوں نہ ہو۔

یہ بات میں بڑے وثوق اور فخر کے ساتھ اس لئے کہہ سکتا ہوں کہ سرکاری ملازمت کی نوعیت کے لحاظ سے ایک فوجی افسر کی وردی لازمی طور پر زیب تن کرنے کی پابندی سے مبرا ہونے کے باوجود مجھے ان بہادر، دلیر اور باہمت جنگجو جواں مردوں کو بڑے قریب سے دیکھنے، وقتاً فوقتاً ان کے ہمراہ رہنے اور انہیں پرکھنے کے مواقع میسر ہوتے رہتے ہیں۔

یہ بات نہیں کہ باہمی طور پر انسانی تعلقات اور دلی تاثرات کو ترغیب دینے والے خاص الخاص کومل جذبات ان کے دلوں کو بھی پگھلاتے نہ ہوں اور سنگین حالات میں عام انسانوں کی طرح یہ لوگ بھی نہ گھبراتے ہوں۔ لیکن فوجی وردی پہنتے ہی ان کے دل ودماغ میں نہ

معلوم کیوں ایک ایسا تغیر رونما ہوجاتا ہے کہ وقت آنے پر وہ ان تمام انسانی کمزوریوں کو بھول کر معرکہ خیز کارنامے کر گزرتے ہیں۔

ایک بار بحریہ کی ایک سالانہ تقریب پر باتوں ہی باتوں میں ایک نوجوان افسر نے دل کی گہرائیوں میں مدفن جذباتی طوفان کا اظہار کرتے ہوئے مجھے بتایا۔

"آخر ہم بھی ہڈیوں اور گوشت و پوست کے بنے ہوئے انسان ہی تو ہیں۔ بعض اوقات ذاتی مفاد کو طول دینے والے جذبات میں ہم بھی اس قدر کھو جاتے ہیں کہ یہ نگوڑا دل حالات اور بندشوں کے خلاف بغاوت کرنے پر آمادہ ہوجاتا ہے۔ لیکن سچا سپاہی تو وہ ہے جو ایسے حالات میں بھی فرض شناسی کا دامن نہیں چھوڑتا۔ مثال کے طور پر، اگر اجازت ہو، تو اپنا ہی ایک ذاتی تجربہ بیان کروں؟"

"ہاں، ہاں، کیوں نہیں ....." بے اختیار میرے ہونٹ کھل گئے۔

"اتفاق کی بات" اُس نے کہنا شروع کیا "کہ اس ناچیز کی شادی کے چند دنوں کے بعد ہی ملک پر بیرونی امکانی حملے کے پیش نظر نیول ہیڈ کوارٹرز نے شادی کے سلسلے میں لی گئی میری رخصت منسوخ کردی اور اس امکانی حملے کا مونہہ توڑ جواب دینے کی غرض سے بحریہ کے جس جنگی جہاز پر میں تعینات تھا اُسے ساحلی ٹھکانے سے دور، بہت دور گشتی ڈیوٹی ادا کرنے کا حکم صادر کردیا۔ جنگی کاروائی شروع ہوجاتی تو اپنے بحری بیڑے کے ہمراہ میں بھی فرض کی ادائیگی میں مصروف ہوجاتا۔ لیکن ایسا نہ ہوا۔ کئی دنوں تک اُس امکانی حملے کا مقابلہ کرنے کے لئے ہم سمندر کی ویران وسعتوں میں مارے مارے گھومتے رہے۔"

"ان حالات میں قدرتی طور پر" اپنے بیان میں ایک مختصر توقف پیدا کرنے کے بعد وہ بولا "مجھے اپنی نوبیاہتا بیوی کا خیال ستانے لگا۔ اُس کے لئے آغاز ازدواجی زندگی کے اولین مرحلے پر ہنی مون کے حسین خواب کی تازگی ابھی ماند بھی نہ پڑنے پائی تھی کہ لمبی فرقت کے کرب ناک لمحوں نے ظلم ڈھانا شروع کردیا۔ اس حقیقت کی یاد آتے ہی بعض اوقات تو جذباتی طور میں اتنا پشیمان ہوا اُٹھتا کہ دل سے بے اختیار ذمہ داریوں اور فرائض کی پابندیوں میں جکڑی ہوئی بحریہ کی ملازمت کی زنجیر کو توڑ کر اپنی بیوی کے پاس پہنچ جانے کو تلملانے لگتا۔

"پھر ایک دن ایک عجیب سا کرشمہ رونما ہوا۔ سمندر کی اُداس اُداس خلوت انگیز لہروں پر اچانک مجھے ہو بہو اپنی نوبیاہتا بیوی کا چہرہ جھلملاتا دکھائی دینے لگا۔ پریشان دماغ کی اسکرین پر ایک متکلم فلم چلنے لگی اور مجھے ایسا محسوس ہونے لگا گویا میری بیوی میرے روبرو کھڑی کہہ رہی ہو۔ تم یہ کیوں نہیں سمجھتے، ڈیر! کہ تم اپنی نوبیاہتا بیوی ہی نہیں بلکہ اُس جیسی ہزاروں اور لاکھوں لڑکیوں، بہنوں اور ان کے علاوہ بے شمار ماتاؤں کی عزت کو بچانے اور ان سب کو پناہ دینے والے عظیم ملک کی سرحدوں کی حفاظت کا فرض ہی سرانجام دے رہے ہو۔ اگر اتنے وسیع اور عریض ملک کے سبھی سپوت محض اپنے ذاتی مفاد اور فقط اپنی روٹی روزی کی فکر میں ہی ڈوبے رہیں تو خدا پناہ ایسے ملک کی قسمت پر! یاد رکھو خاکِ وطن میں ہمیشہ ایسے سپوت جنم لیتے رہتے ہیں جو اپنے لئے ہی نہیں بلکہ دوسروں کے لئے جیتے ہیں اور دوسروں کی خاطر ہی مرتے ہیں۔ اور تمہیں اس بات پر ناز ہونا چاہئے کہ تم ان اَن گنت سپوتوں میں سے ہی ایک ہو....."

اُرملا ماتونڈکر فلم "خوب صورت"

اس کے بعد وہ نوجوان افسر سلسلہ بیان کو جاری رکھتے ہوئے بولا "اور سب سے بڑی بات یہ صاحب! کہ فوجی جامہ پہنتے ہی ہم لوگوں کو ایسی تربیت دی جاتی ہے۔ جو فرض کی ادائیگی میں ہر قسم کی اذیت اور مصیبت کو ہنستے ہنستے جھیلنے کا سلیقہ پیدا کردیتی ہے اور یقینی موت کے رُو برُو بھی ثابت قدمی اور استقلال کا دامن نہ چھوڑنے کی جراءت خود بخود پیدا ہوجاتی ہے۔"

میں نے دیکھا کہ ان الفاظ کو ادا کرتے ہوئے اس کا چہرہ ایک روحانی مسرت سے پُرنور ہو اٹھا ہے۔

اسی سلسلہ میں آج ایک دوسرے ناقابلِ فراموش واقعہ کی یاد میرے ذہن میں خود بخود تازہ ہو اٹھی ہے۔

اُن دنوں سرکاری دورہ پر میں نیوی کے ایک اہم ٹھکانے پر گیا ہوا تھا۔ وہاں دو دن کے قیام کے آخری مرحلہ پر ڈیوٹی ختم کرلینے کے بعد جوں ہی میں نے شام کے چھ بجے آفیسرز میس میں اپنے کمرے میں قدم رکھا، میرا اردلی چپکے سے میرے قریب آکر کھڑا ہوگیا۔ ہاتھوں میں ایک چھوٹا سا خوب صورت بیگ سنبھالے ہوئے وہ مجھے کچھ اس انداز سے گھور رہا تھا گویا کسی خاص بات کو کہنے کے لئے جراءت سمیٹ رہا ہو۔

"کیوں، دلاور خان؟" آخر میں نے پوچھا۔ "کوئی خاص بات ہے کیا؟"

"جی، ایسی ہی ایک بات ہے۔ اگر اجازت ہو تو عرض کروں؟" وہ جھجکتے ہوئے بولا۔

"کیوں نہیں۔ کہو، ایسی کون سی بات ہے؟"

"بات کچھ عجیب سی ہے صاحب! شاید آپ کو ناگوار گزرے؟"

"نہیں، نہیں، ڈرو نہیں، دلاور خاں! تم بے کھٹکے کہہ ڈالو۔"

"بات یوں ہے، صاحب! کہ آج جس کمرے میں ہم کھڑے ہیں چند روز پہلے اسی کمرہ میں بحریہ کی ایک جنگی مشق میں حصہ لینے کے لئے آئے ایک نوجوان نیول افسر ٹمپریری ڈیوٹی پر رہائش پذیر تھے۔ لفٹننٹ کمانڈر اردن پال نام تھا ..... واہ! کیا باوقار اور پرکشش پرسنیلیٹی کے افسر تھے ....."

"تھے .....؟ کیا معنی؟"

"کیسے کہوں صاحب! آپ کے یہاں آنے سے

ایک دن پہلے ہی یہ خبر ملی کہ جنگی مشق کے دوران ایک شدید حادثہ میں وہ لاپتہ ہوگئے۔ اُنہیں فی الحال "گمشدہ" قرار دیا جاچکا ہے۔"

"اوہ!"

"میری بات یہیں پر ختم نہیں ہوئی، صاحب! جنگی مشق پر جاتے وقت وہ اپنا سارا سامان جنگی مشق میں شریک بحریہ کے جہاز پر لے گئے تھے۔ لیکن ان کے جانے کے بعد، ان کے کمرے کو صاف کرتے ہوئے اچانک ایک کونے میں پڑا یہ چھوٹا سا بیگ میرے ہاتھ لگ گیا۔ نہ جانے کیسے جلد بازی میں اس بیگ کو وہ شاید اپنے ہمراہ لے جانا بھول گئے۔ اس بیگ کو کھولا تو اس میں کمانڈر اردن پال کے نام کسی خاتون کے لکھے ہوئے خطوط کا ایک پلندہ پایا۔۔۔۔"

"ہاں، ہاں، آگے کیا ہوا؟" میرے دل میں تجسس جاگ اٹھا۔

"میرے اگلے فعل کو ایک اخلاقی جرم قرار دیا جاسکتا ہے، صاحب!"

"وہ کیسے؟"

"نہ چاہتے ہوئے بھی میں نے ان سبھی خطوط کو ایک ہی نشست میں پڑھ ڈالا۔ آپ کو شاید یقین نہ آئے یہ خطوط کیا ہیں، دو دلوں کی باہمی کشش اور حقیقی عشق سے لبریز پاک جذبات کی سچی داستان ہے یہ! تمام خطوط کمانڈر اردن پال کی ہونے والی بیوی، ویشالی کے لکھے ہوئے ہیں۔۔۔۔" کہتے کہتے میں نے دیکھا کہ دلاور خاں کے چہرے پر نمایاں طور پر ایک تبدیلی سی رونما ہونے لگی ہے۔ چند لمحوں تک خاموش رہنے کے بعد جب وہ بولا تو مجھے محسوس ہوا کہ اُس کی آواز ایک انجانی ٹھیس سے زخمی ہوچکی ہے۔ "نہ معلوم کیوں، صاحب! چند دنوں تک اُسے قریب سے دیکھنے اور اُس کی خدمت بجالانے کے بعد نوجوان لفٹیننٹ کمانڈر کے تئیں کافی حد تک ایک لگاؤ سا پیدا ہوگیا تھا۔ اُس کی شخصیت ہی۔۔۔۔" اور پھر میں نے دیکھا اس کی آنکھیں سچ مچ پُرنم ہوگئی ہیں۔

فوجی ماحول میں زندگی بسر کرنے والے، زمانہ کی ہوا کھائے ہوئے اُس ادھیڑ عمر اردلی کے برتاؤ سے میں بے حد متاثر ہوا۔ انسان کے تئیں ایک دوسرے انسان کی خاموش اور غیبی کشش کی وہ ایک انوکھی مثال تھی۔

"صاحب! ایک گزارش ہے آپ سے؟" کچھ دیر کے بعد آنکھیں پونچھتا ہوا وہ پھر مجھ سے گویا ہوا۔

"ہاں، ہاں، کہو، دلاور خاں!"

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ یہاں ڈیوٹی ختم ہوجانے کے بعد آپ کل ہی دلی واپس جارہے ہیں؟"

"ہاں، تم نے ٹھیک ہی سنا ہے۔"

"تو صاحب! آپ سے صرف یہی التجا ہے میری کہ ان خطوط کو آپ کمانڈر اردن پال کی ہونے والی بیوی تک پہنچانے کی زحمت گوارہ فرمائیں۔ یہ اثاثۂ محبت اب کسی دوسرے کس کام آسکتا ہے؟ مجھے یقین ہے کہ سرکاری طور پر کمانڈر اردن پال کے نزدیکی رشتہ داروں کو اس حادثہ سے باخبر کردیا گیا ہوگا۔ لیکن کسے خیال ہوسکتا ہے بے چاری ویشالی کا؟ عین ممکن ہے کمانڈر اردن پال کے اس معصوم عشق سے اس کے والدین بھی ابھی تک بے خبر ہوں اور وہ قسمت کی ماری کب تک اس کی راہ دیکھتی رہے گی؟ ان خطوط میں اُس کا دلی کا پتہ درج ہے۔ اُسے تلاش کرنے میں آپ کو دقت پیش نہ آئے گی۔۔۔۔"

دلاور خاں مجسّم سوال بنا میرے سامنے کھڑا تھا اور بڑی بے صبری سے میرے جواب کا منتظر تھا۔

میں نے لپک کر اُس کے ہاتھوں سے اُن خطوط کا پلندہ سنبھال لیا۔ "تم بے فکر رہو، دلاور خاں! تمہاری خواہش کا احترام کرتے ہوئے دلی پہنچتے ہی پہلی فرصت میں ان خطوط کو اس پتہ پر ویشالی تک پہنچانا میرا ایک اہم اور اخلاقی فرض بن گیا ہے۔۔۔۔"

"شکریہ، صاحب! آپ نے میری الجھن دور کردی۔۔۔۔ میرے سر سے گویا منوں بوجھ ہلکا ہوگیا۔" پھر وہ یکایک لہجہ بدل کر بولا "ارے، میں بھی کتنا عجیب احمق انسان ہوں، صاحب! شام کی چائے پیش کرنے کی بجائے میں نے آپ کو اپنی ہی باتوں میں الجھا لیا۔ معافی چاہتا ہوں اس گستاخی کے لئے۔۔۔۔ ابھی چائے لے کر آیا۔۔۔۔"

دلاور خاں چلا گیا تو میں نے بھی بڑی سرعت کے ساتھ اُن خطوط کو سرسری نظر سے پڑھ ڈالا۔ دلاور خاں نے جو کچھ بھی کہا تھا وہ لفظ بہ لفظ سچ تھا۔ مجھے یہ بھی پتہ چل گیا کہ کمانڈر اردن پال کی محبوبہ دلی میں ایک سرکاری گرلز سینیئر سیکنڈری اسکول میں سائینس کی استانی کے فرائض انجام دے رہی ہے۔

دہلی پہنچتے ہی میں نے نیول ہیڈ کوارٹرز کے متعلقہ دفتر میں جاکر دلاور خاں کی دی ہوئی اطلاع کی تصدیق کرلی، جو حرف بہ حرف سچ نکلی۔ اردن پال کی گمشدگی کے متعلق نیول ہیڈ کوارٹرز نے اس کے والدین کو جو تار بھیجا تھا اُس کی فوٹو اسٹیٹ کاپی لے کر میں ویشالی کے اسکول جا پہنچا۔

اس کے بعد شروع ہوا میرے مشن کا ایک نہایت ہی نازک اور افسردہ دور۔ اسکول کی پرنسپل سے اجازت لے کر اور ویشالی سے ملاقات کرنے کی التجا کرنے کے بعد میں اسکول کے اسٹاف روم میں ویشالی کی آمد کا انتظار کرنے لگا۔ میرا دل دھک دھک کر رہا تھا۔ میں کس مونہہ سے اُس بے چاری کو منحوس حادثہ کی خبر دے سکوں گا۔

اسی جذباتی طوفان میں ڈوبتے اُبھرتے جانے کس طرح پندرہ منٹ کا وقت گزر گیا۔

جبھی دروازے پر کسی کی آمد کی آہٹ سنائی دی۔ میں نے سنبھل کر جونہی دروازے کی جانب نگاہ اٹھائی تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں ایک بے حد نازک اندام، حسین لیکن باوقار لڑکی کھڑی ہے۔ مجھے یہ بھانپنے میں دیر

غزل

تونے اے زندگی ہم کو ہے رلایا اتنا
اب یہ کس مونہہ سے ہے ہنسنے کا تقاضا اتنا
یہ تو معلوم تھا، دل ہوتا ہے دریا جیسا
یہ نہ معلوم تھا ہم کو کہ ہے گہرا اتنا
بدنمائی مری کچھ اور بڑھی اس کے حضور
اس کے اطراف میں پھیلا تھا اجالا اتنا
جام و مینا سے نہ بہلا مجھے میرے ساقی
چاہئے مجھ کو سمندر، کہ ہوں پیاسا اتنا
بھیڑ میں آکے کھلا راز یہ مجھ پر، کہ نریشؔ
میں اکیلا تو کبھی بھی نہ تھا تنہا اتنا

(ڈاکٹر) نریشؔ
Professor and Chairman,
Bhai Vir Singh Chair in Modern literature
Punjab University,
CHANDIGARH -160 014

www.taemeernews.com

نہ لگی کہ یہی ویشالی ہے۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر میں نے باادب اس کا خیر مقدم کیا۔

"آپ مس ویشالی ہیں؟"

"جی۔"

"معاف کیجئے، میں آپ کے لئے بالکل اجنبی ہوں۔۔۔۔"

"کوئی مضائقہ نہیں۔ کہئے، آپ نے مجھے کس لئے یاد کیا؟"

"گستاخی معاف، کیا میں آپ سے پوچھ سکتا ہوں کہ یہ خطوط آپ کے ہی لکھے ہوئے ہیں؟" اور خطوط کا وہ پلندہ میں نے ویشالی کی طرف بڑھا دیا۔

کچھ دیر تک ان خطوط کو حیرت سے دیکھنے کے بعد وہ پُراشتیاق لہجہ میں بولی "یہ آپ کو کہاں ملے؟"

میں نے بڑے سہمے ہوئے انداز سے اُس پر جب تلخ حقیقت کا انکشاف کر دیا تو اُس پر سکتہ طاری ہو گیا۔ وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے مجھے گھورنے لگی۔ اُس کے چہرے کے تاثرات سے مجھے یہ بھانپنے میں دیر نہ لگی کہ وہ اندر ہی اندر ایک بے حد اذیت ناک کیفیت کا مقابلہ کر رہی ہے۔

عین اُسی وقت دروازے پر ایک بارعب آواز گونج اٹھی۔

"ویشالی"

اُس آواز کو سنتے ہی جب گھوم کر ویشالی نے دروازے کی طرف دیکھا تو اُسے غش آ گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ فرش پر ڈھیر ہو جاتی میں نے فوراً آگے بڑھ کر اُسے اپنی بانہوں میں سنبھال لیا۔ دروازے میں ایک نیول آفیسر کھڑا تھا!

یہ سمجھنے میں مجھے دیر نہ لگی کہ نووارد کون ہو سکتا ہے۔ بحریہ کا وہ افسر جھپٹ کر ہمارے قریب آ گیا اور ویشالی کو میرے بازوؤں کے حصار سے نکال کر اپنی بانہوں کے بندھن میں باندھ لیا۔

میں جلدی سے قریب ہی پڑے ایک میز پر پانی سے بھرے ہوئے جگ میں سے پانی کا ایک گلاس بھر لایا اور ویشالی کے چہرے پر چھینٹے دے کر اسے ہوش میں لانے کی سعی کرنے لگا۔

"گھبرائیے نہیں، صاحب! یہ ابھی ہوش میں آ جائے گی" نووارد نے مجھے تسلی دینا چاہی۔

یقین کیجئے، یہ اپنے محبوب کی بانہوں کے قُرب کا کرشمہ ہی تھا کہ اگلے لمحہ ویشالی نے آنکھیں کھول دیں۔

"تم؟!" وہ بے حد حیرت زدہ لڑکھڑاتی ہوئی آواز میں بولی۔ "میری آنکھیں دھوکہ تو نہیں کھا رہیں؟"

"نہیں، ویشالی! اُس پروردگار کا شکریہ ادا کرو کہ میں سچ مچ زندہ ہوں اور تمہارے پاس ہوں۔"

اس کے بعد اب میرے لئے وہاں رکنے کی ضرورت نہ رہ گئی تھی۔ اس سے پیشتر کہ لفٹیننٹ کمانڈر اردن پال گھوم کر مجھ سے کسی قسم کی گفتگو کرنے کی کوشش کرتا، میں چپکے سے اسٹاف روم سے باہر آ گیا۔

اسکول کی حدود سے نکل کر میں سڑک پر آیا اور میرے قدم خود بخود نزدیکی تار گھر کی جانب بڑھنے لگے۔ یہ خوش خبری جلد از جلد دلاور خاں تک پہنچانا میرے لئے اشد ضروری ہو گیا تھا، کیوں کہ لفٹیننٹ اردن پال کا نزدیکی رشتہ نہ ہوتے ہوئے بھی اُس نیول آفیسر کے تئیں جس حقیقی لگاؤ کی قدرتی جھلک میں نے اُس کی آنکھوں میں دیکھی تھی وہ اب بھی مجھے یاد تھی۔ ●

آپ نے سسپنس بھرے
بہت سے ناول پڑھے
ہوں گے، لیکن

گلزار چودھری

کا انداز سب سے نرالا ہے! ان کا نیا ناول پڑھئے:

پھیلتے سائے

سلیمہ نے فرخ کے ساتھ گھر سے بھاگنے سے انکار کر دیا، لیکن گھر واپس جانے کی بجائے وہ انگریزوں کی حکومت کے خلاف کانگریس کی مہم میں شامل ہو گئی۔۔۔۔ اس کی رومانی زندگی اور ملک کی جنگِ آزادی کے امتزاج کا دلچسپ ناول۔

آج ہی منگائیے! قیمت: 30 روپے (ڈاک خرچ علیحدہ)

ٹوٹے ناتے — اٹھتی لہریں

گلزار چودھری کے گزشتہ ناول بھی ساتھ ہی منگائیے: قیمت: 30 روپے (ڈاک خرچ علیحدہ) قیمت: 30 روپے (ڈاک خرچ علیحدہ)

آج ہی ایک پوسٹ کارڈ لکھ کر گھر بیٹھے وی پی ڈاک سے منگوا لیجئے

●● آپ کو ہندوستان کے کسی گوشے میں یا دنیا کے کسی بھی ملک میں اُردو، انگریزی، ہندی، پنجابی کتابیں یا رسائل منگوانے ہوں تو شمع کے ادارے کو خدمت کا موقع دیجئے۔ غیر ممالک میں شہر شہر نئے ایجنٹ بنائے جا رہے ہیں"

ایجنٹ حضرات اپنے آرڈر جلد بھیجیں۔

غیر ملکی پروانے اپنے اپنے ملک کے لئے قیمت اور محصول ڈاک معلوم کرنے کے لئے تحریر فرمائیں، پھر ڈرافٹ بھیجیں

شمع بک ڈپو 14-1/13 آصف علی روڈ (بالمقابل کملا مارکیٹ) نئی دہلی 110002

36 www.taemeernews.com

مختصر مختصر کہانی

دھوپ کی پرچھائیں

محمد اقبال احمد کاظمی

Flat No. 17/4, Dyanesh
Housing society,
Warje Malwadi,
PUNE- 411029

مرحبا قدرت کی خوب صورتی کے خزانے کا ایک لاثانی شاہکار تھی۔

دس سال کی عمر ہی سے اس کے حسن کے چرچے ہر طرف پھیلنے لگے تھے، اور بارش کی بوندوں کی طرح شادی کے رشتے ٹپکنے لگے تھے۔

اپنوں بیگانوں اور حسن کے پجاریوں نے رفتہ رفتہ اُسے اس بات کا احساس دلوا دیا تھا کہ وہ دنیا کی سب سے زیادہ حسین دوشیزہ ہے، اس لئے احساسِ برتری کا نشہ ہر دم اس پر چھایا رہنے لگا تھا۔ وہ جہاں بھی جاتی، جدھر سے بھی گزرتی، چاند کے ہالے کی طرح لوگ اُسے گھیرے رہتے۔

آہستہ آہستہ یہ بات اس کے دل و دماغ میں گھر کر گئی کہ دولتِ حسن سے بڑی اور کوئی دولت نہیں ہے۔

مہمانوں سے ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ چاند تارے اور پھولوں کے جگنو زرق برق پوشاکیں زیب تن کئے ادھر سے اُدھر دکتے پھر رہے تھے۔

عقیدت مند حیران تھے کہ کس حسین دیوی کے قدموں میں اپنا دل نچھاور کریں۔

مرحبا کے ہال میں داخل ہوتے ہی چاند تاروں کی چمک اور پھولوں کی مہک جانے کہاں رخصت ہو گئی۔ ہال میں موجود ہر شخص کی نگاہیں مرحبا کے سراپا پر مرکوز ہو کر رہ گئیں۔

اچانک کسی کی آمد کا شور بلند ہوا۔ ایک دوسرے پر گرتے پڑتے، لوگ ہال کے باہر دوڑے جا رہے تھے۔ اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے سارا ہال خالی ہو گیا۔

مرحبا حیران تھی کہ باہر ایسی کون سی حسن کی دیوی آسمان سے آٹپکی ہے کہ سب اس کے دیدار کو دوڑے چلے گئے ہیں۔

حسد اور اشتیاق نے مرحبا کو بھی اڑا کر ہال کے باہر پہنچا دیا۔

مرحبا کی نظریں جب اس ہستی پر پڑیں تو اُسے یوں محسوس ہونے لگا جیسے دولتِ حسن کا نشہ کسی ڈھلتی شام کی مانند اُتر رہا ہے۔

پھر مرحبا نے اس ہستی کی تعظیم اور عقیدت میں اپنا سر جھکا لیا۔

لازوال شہرت کی ملکہ، لتا منگیشکر سامنے کھڑی مسکرا رہی تھی۔

●

غزل

کسی حسین خواب کی جھلک دکھائی دے گئی
کھلے جو بام و در، تو اک صدا سنائی دے گئی
غموں کی کالی راہ میں، بھٹک رہا تھا ایک شخص
خوشی کی اک کرن، اِدھر اُدھر دکھائی دے گئی
ہر ایک رات درد کی، کچھ اس طرح کٹی کہ بس
لگی نہ آنکھ، صبح کی اذاں سنائی دے گئی
بتوں کا حسن دیکھ کر، زباں سے کچھ نہ کہہ سکے
کمالِ فن کی داد، اپنی بے نوائی دے گئی
بڑھا کے ہاتھ مل نہ پائے ہم امیرِ شہر سے
ادائے بے نیازی، ایسی کج ادائی دے گئی
ہوئی ستم کی حد تو ایک انقلاب آ گیا
لبوں پہ تھی جو خامشی، وہ لب کشائی دے گئی
ہر ایک شخص کہہ رہا ہے، میں وفا پرست ہوں
یہ رسمِ شہر دل جلوں کو بے وفائی دے گئی
جہانِ شعر میں ہوئیں کچھ اس قدر خرابیاں
کہ اشکؔ اپنی طرز، ہم کو خود نمائی دے گئی

ابراہیم اشک

402, Hill View Apartment,
Rashid Comp, KAUSA - MUMBRA,
Distt, Thane- 400612,

www.taemeernews.com

"ہندوستان کے کسی بھی ایوارڈ کی میرے نزدیک کوئی اہمیت نہیں ہے"

عامر خاں

ایک سال میں صرف ایک فلم میں کام کرنے والے عامر خان نے گزشتہ چار سالوں میں چار سپر ہٹ فلمیں دی ہیں "رنگیلا" "راجہ ہندوستانی" "عشق" اور "غلام") اتفاق سے اس سال عامر خان کی چار فلمیں "سرفروش" "من" "1947" اور "میلہ" ریلیز ہوں گی جن میں "سرفروش" 30 اپریل کو ریلیز ہوگی۔ بہت منظم طریقے سے کام کرنے والے عامر خان کے سامنے جب فلم کی ریلیز سے پہلے انٹرویو دینے کی بات آئی تو اس نے از خود "شمع" کو اس لئے فوقیت دی کہ شمع کے صفحات پر افواہ سازی کے لئے 60 سالوں سے کوئی جگہ نہیں ہے دوسرے یہ نہ صرف اس کا محبوب رسالہ ہے بلکہ ان کے تایا ناصر حسین اور ابا جان طاہر حسین کا بھی پسندیدہ رسالہ ہے۔

"فلم "سرفروش" میں ایک نئے مصنف اور ہدایت کار جان میتھو کے ساتھ کام کرنے کا تجربہ کیسا رہا؟"

عامر خاں: ابتدا میں میں خائف تھا کہ 30 سکنڈ میں اپنی بات کہنے والا ایک اشتہاری فلموں کا ہدایت کار ڈھائی گھنٹے کی فلم کیسے بنائے گا لیکن یقین مانئے جان کے ساتھ کام کر کے مجھے بے حد خوشی ہوئی، وہ بہت محنتی اور سنجیدہ فلم میکر ہے جان نے ایک خاص موضوع پر بہت ہی محنت سے اسکرپٹ لکھی ہے اس نے ایسا موضوع منتخب کیا ہے جس پر آج تک کسی نے فلم بنانے کی جراءت نہیں کی اور اس موضوع پر کمال ہوشیاری سے ایک سنجیدہ فلم بنائی ہے۔ یہ کوئی آرٹ فلم بھی نہیں ہے اس میں سارے تفریحی عنصر شامل ہیں۔ "سرفروش" یقیناً بہت ہی سنجیدہ موضوع پر مبنی حساس فلم ہے۔ میں نے اس فلم میں کام کر کے واقعی لطف اٹھایا ہے۔ جان کبھی یہ احساس ہی نہیں دلاتا کہ یہ ان کی پہلی فیچر فلم ہے چونکہ اسٹیج سے وابستہ رہے ہیں اس لئے انہوں نے فن کاروں سے اچھا کام لیا ہے۔

"پہلی بار نصیر الدین شاہ کے ساتھ کام کرنا کیسا رہا؟"

"نصیر جی ہمارے ملک کے چند بہترین فن کاروں میں سے ایک ہیں جن کی میں بہت عزت و قدر کرتا ہوں وہ میرے سینئر ہیں ایمان داری سے کہوں اس لئے کہ جھوٹ بولنا میری فطرت نہیں ہے ان کے ساتھ کام کرنے کا تجربہ اچھا نہیں رہا۔ اس سے زیادہ کچھ مت پوچھئے۔

"اس سال خوش قسمتی سے ناظرین آپ کی چار فلمیں دیکھیں گے "EARTH" میں ایک خاتون ہدایت کار دیپا مہتا کے ساتھ کام کرنا کیسا لگا؟"

"مجھے کوئی فرق محسوس نہیں ہوا۔ نہ اُن میں کوئی کمی تھی اس لئے کہ وہ خاتون تھیں نہ ہی خاتون ہونے کے باعث ان میں کوئی غیر معمولی بات تھی۔ بہت اچھی سمجھ دار سلجھی ہوئی ہدایت کار ہیں۔ مجھے ان کے ساتھ کام کرنے میں مزہ آیا۔"

"کچھ اپنے کردار کے بارے میں بتائیے؟"

فلم میں میرا نام دلنواز ہے جو مسلم کردار ہے۔ "EARTH" فلم بین الاقوامی مارکیٹ کے لئے بنائی گئی ہے۔ ہندوستان میں یہ فلم تقسیم ہند کی مناسبت سے صرف "1947" کے عنوان سے ریلیز ہوگی۔ اصل میں یہ فلم اردو زبان میں بنی ہے۔ یہ سارا واقعہ لاہور میں وقوع پذیر ہوا ہے۔ اس میں پنجابی زبان کا بھی استعمال کیا گیا ہے اور کچھ فارنر کردار انگریزی بولتے ہیں۔ فلم میں زیادہ تر اردو زبان کا استعمال کیا گیا ہے (یہ فلم امریکہ لندن اور دیگر یورپی ممالک میں "ارتھ" کے نام سے ریلیز ہوگی)۔

فلم 1947 کی کہانی "آئس کینڈی مین" سے لی گئی ہے جو پارسی خاتون مصنفہ بیپسی سدھوا کا لکھا ہوا ناول ہے۔ جیسے ممبئی میں پارسی ہیں ویسے ہی لاہور میں تقسیم ہند کے بعد یہ پارسی خاتون وہاں مقیم ہو گئیں۔ یہ مکمل سوانح حیات نہیں ہے بلکہ کچھ مصنفہ کا ذاتی تجربہ اور کچھ دوسرے تجربے پر تقسیم کے پس منظر میں یہ ناول لکھا گیا ہے۔ کہانی کا محور ایک آٹھ سالہ پارسی بچی ہے جس کی نظر سے تقسیم کا احوال و منظر پیش کیا گیا ہے۔ یہ آٹھ سالہ پارسی بچی جو نہ ہندو ہے نہ مسلمان اپنے اطراف میں، گرد و پیش میں جو کچھ دیکھتی ہے جن کرداروں سے اس کا واسطہ پڑتا ہے تقسیم میں ان کرداروں کی جو کیفیت ہے جو ان پر گزرتی ہے فلم صرف ان کے متعلق بنائی گئی ہے۔ عام طور پر تقسیم ہند کے مسائل پر "تمس" اور دیگر جو بھی فلمیں بنائی گئی ہیں جن میں دنگے فسادات خون خرابہ وغیرہ دکھایا گیا ہے یہ ان فلموں سے بالکل الگ ہے۔ اس آٹھ سالہ بچی کے ساتھ جو لوگ منسلک ہیں جیسے اس کے والدین، گھر کا باورچی امام دین اس کی آیا نندیتا داس جس کے ساتھ وہ روز شام کو باغیچے میں جاتی ہے جہاں دلنواز آئس کریم بیچنے والا، مالی اور مالش کرنے والا ہیں جو سب اس کو چاہتے ہیں اس کو پسند کرتے ہیں، جن جن لوگوں کے ساتھ اس بچی کا رشتہ ہے فلم تقسیم کا احاطہ نہ کرتے ہوئے صرف اس گروپ کو دیکھتی ہے۔

دلنواز کا کردار یہ ہے کہ وہ بہت جاذب نظر شخصیت ہے لیکن اس میں کچھ ہے جس پر آپ مکمل اعتماد نہیں کرتے ہیں۔ کبھی ایسے لوگ ہوتے ہیں جو محفل میں آتے ہیں تو سب کا دل جیت لیتے ہیں سبھی کی نظر ان پر ہوتی ہیں۔ سب واقعی انہیں پسند کرتے ہیں لیکن ان کی آنکھوں سے لوگ ڈرتے ہیں اور بھروسہ کرنے سے ہچکچاتے ہیں۔"

"دھرمیش درشن جی کے ساتھ آپ دوسری فلم "میلہ" کر رہے ہیں جس میں آپ کے بھائی فیصل خان بھی ہیں کچھ اس فلم کی باتیں ہو جائیں کہیں یہ آپ کے والد طاہر حسین کی فلم "کارواں" سے تو ملتی جلتی نہیں ہے؟"

"نہیں "کارواں" میں ایک شہری لڑکی نوٹنکی والوں کے ساتھ ان کے یہاں پناہ لیتی ہے یہاں "میلہ" میں لڑکی گاؤں کی ہے "کارواں" اور "میلہ" میں مشترکہ بات یہ ہے کہ وہاں شہری لڑکی کی زندگی میں کچھ الجھنیں اور پریشانیاں تھیں اسی طرح اس لڑکی کی زندگی میں بہت سی مصیبتیں ہیں اس کے علاوہ کہانی اور کردار الگ ہیں۔ میں اور فیصل ٹرک ڈرائیور ہیں۔ یہاں نہ کوئی کارواں ہے نہ کوئی قبیلہ یا جپسی لوگ ہیں۔ ہم ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں ایک چھوٹے شہر سے دوسرے چھوٹے شہر سامان لے کر جاتے ہیں۔ فیصل خان کا نام فلم میں شنکر شانے ٹرانسپورٹ والا اور میرا نام ہے کشن پیارے نوٹنکی والا مجھے نوٹنکی کا بہت شوق ہے جس گاؤں میں ہم سامان لے جاتے ہیں وہیں ہم نوٹنکی کر لیتے ہیں۔ مجھے اپنی ہیروئین کی تلاش ہے جو نوٹنکی میں میرا ساتھ دے۔ کشن پیارے بڑا ہی چالو قسم کا دل پھینک واقع ہوا ہے جس لڑکی کو دیکھا اُس پر لٹو ہو گیا۔ بس کمال ہے کیا بات ہے۔ فیصل کا کردار بہت میچورڈ سمجھ داری والا ہے "کارواں" میں دو دوستوں میں ایک کامیڈین تھا۔ یہاں ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔ "کارواں" میں جتیندر کو نوٹنکی کا کوئی شوق نہیں تھا جب کہ میرے کردار کو نوٹنکی کا

جنون کی حد تک شوق ہے اس کا زندگی میں بہت کچھ کر دکھانے کا ارادہ ہے۔"

"فیصل خان نے کیسا کام کیا ہے؟"

"میں سمجھتا ہوں فیصل نے واقعی بہت ایمان داری سے سخت محنت کی ہے اور متاثر کن کام کیا ہے۔ حالانکہ انہیں اس دوران فلموں کی پیش کش ہوئی تھی لیکن انہوں نے اپنا سارا دھیان صرف "میلہ" پر رکھا ہے۔ فیصل نے یہ طے کیا ہے کہ اگر مجھے اپنا نام اور اپنی شناخت بنانی ہے تو بس اسی فلم سے بنانی ہے اس لئے کوئی دوسری فلم نہیں سائن کی ہے دھریش درشن نے سبھی سے بہت اچھا کام لیا ہے۔ دھریش جی اس انڈسٹری کے چند بہترین ہدایت کاروں میں سے ایک ہیں۔ بہت ہی قابل سلجھے ہوئے محنتی ہدایت کار ہیں۔ بطور اداکار ان کے ساتھ کام کر کے مجھے سکون ملتا ہے ان میں وہ سبھی خوبیاں ہیں وہ صبر ایمبیشن اور وہ ساری باتیں ہیں، جو میرے صبر حوصلہ اور ایمبیشن سے ملتی ہیں۔"

"یہ چاروں فلمیں کب ریلیز ہوں گی۔"

"فلم "سرفروش" پہلے ہم 23 اپریل کو ریلیز کرنا چاہتے تھے لیکن اب محرم کے بعد 30 اپریل کو ریلیز کریں گے اس کے بعد اندر کمار کی "من" آئے گی اور یہ جون میں شاید 25 تاریخ کو ریلیز ہو۔ اس کے بعد "میلہ" اگست یا پھر دیوالی پر آئے گی۔ "1947" کا کچھ ابھی طے نہیں ہے عالمی منڈی میں ریلیز کی مناسبت سے یہ ہندوستان میں ریلیز ہوگی۔ ممکن ہے کہ یہ 15 اگست کے آس پاس ریلیز ہو۔"

"اندر کمار کی "من" حیرت انگیز طور پر جون میں ریلیز ہو رہی ہے جب کہ "عشق" میں کافی وقت لگا تھا؟"

"ہاں (مسکراتے ہوئے) "من" جلدی بن گئی یہ ایک حساس رومانی فلم ہے۔ اس فلم میں میرا کردار دیو کرن سنگھ بہت ہی دل چسپ، بہت ہی غیر جذباتی شخص کا ہے۔ کیسونووا ٹپے بوائے دل پھینک قسم کا انسان ہے۔ "میلہ" میں کشن پیارے دل پھینک قسم کا انسان نہیں بہت ہی سافٹ انسان ہے۔ جو نوٹنکی کا اسٹار بننا چاہتا ہے لیکن جذباتی آدمی ہے اس لئے اسے کوئی بھی بے وقوف بنا سکتا ہے لڑکی رو دے گی وہ پگھل جائے گا اسے پیار بہت جلدی ہو جاتا ہے اور کوئی بھی لڑکی اسے آسانی سے اپنے جال میں پھنسا سکتی ہے اسے بے وقوف بنا سکتی ہے۔ دیو کرن سنگھ کسی بھی لڑکی کو بے وقوف بنا سکتا ہے سب کا دل جیتنے میں وہ ماسٹر ہے لیکن خود اپنا دل کسی کو نہیں دیتا۔ اس طرح کا کردار بہت ہی اسٹائلش، چارمنگ، کیسانووا، لڑکی کا استعمال کیا اور پھینک دیا۔ ایسے کردار کو جب کسی سے پیار ہوتا ہے تب کیسا جھٹکا لگتا ہے؟ یہ آپ فلم میں دیکھیں گے۔"

"شیکھر کپور کی ہدایت میں ریکھا کے ساتھ کیا فلم "ٹائم مشین" مکمل ہوگی؟"

"میں نے امید چھوڑ دی ہے حالانکہ میں اس فلم کے لئے available ہوں۔ اگر فلم ساز اسے پوری کرنے میں دل چسپی رکھتے ہوں۔ میں نے امید اس لئے چھوڑ دی ہے کہ برسوں سے اس کا کام آگے نہیں بڑھا ہے۔"

"آنے والی فلمیں؟"

"ایک منصور کے ساتھ کافی وقت پہلے اے بی سی ایل کی سائن کی ہے، ایک راج کمار سنتوشی کی فلم ہے جس میں شاہ رخ خاں ہیں اور ایک ہمارے گھر کے پروڈکشن کی فلم ہے۔"

"آپ نے اب تک کیا حاصل کیا ہے؟"

میں سمجھتا ہوں اپنے دس سال کے کیریئر میں میں نے پیار اور عزت حاصل کی

نصیر الدین شاہ، سونالی بیندرے اور عامر خاں فلم "سرفروش" میں

ہے۔ (اپنے ناظرین اور چاہنے والوں سے) میں نے دس سال میں کم سے کم دس ایسی فلموں میں کام کیا ہے جس پر فخر کر سکتا ہوں۔ جس سے میں خوش ہوں۔"

"آپ کی منزل کیا ہے؟ کیا حاصل کرنے کا ارادہ ہے؟"

"بس اچھا کام کروں لوگوں کے دلوں میں میرے لئے پیار و عزت قائم رہے۔ میں اچھے سے اچھا کام کرتا رہوں۔ یہی میری منزل ہے۔"

"اداکاری میں آپ کس چیز کو زیادہ پسند کرتے ہیں؟"

"(کافی سوچتے ہوئے) اس پیشے کی خاص بات جو مجھے پسند ہے وہ یہ کہ ہر روز مجھے ایک نئی چیز جاننے اور کرنے کے لئے ملتی ہے یہ انسانوں کے ساتھ جڑی چیز ہے میں کسی نہ کسی کردار کے جذبات کا اظہار کرتا ہوں میں کسی سچویشن کو زندگی دیتا ہوں زندگی کے متعلق سیکھنے اور زندگی جینے کے لئے ملتی ہے۔ آپ کئی طرح کے جذبات سے گزرتے ہیں یہ ایک سیکھنے والا پیشہ ہے جہاں ہر لمحہ آپ کچھ نہ کچھ سیکھتے ہیں۔ بحیثیت فن کار اور ایک حساس انسان کے میں ہر چیز کو انسانی جذبے کے تحت دیکھتا ہوں۔ مجھے علم ہے کہ شاید کبھی مجھے یہ چیز پردے پر کرنی ہوگی (ہنستے ہوئے) اداکاری آپ کو انسان اور انسانیت کے متعلق زیادہ سوچنے پر مجبور کرتی ہے اور انسانیت کا درس دیتی ہے، اچھائی کیا ہے؟ برائی کیا ہے مختلف ماحول اور حالات میں انسان کا رویہ کیا اور کیسا ہوتا ہے کیوں ایک انسان جس کے پاس سب کچھ ہے وہ اور پانا چاہتا ہے؟ (لالچ اور ہوس) کیوں ایک انسان جس کے پاس کچھ بھی نہیں ہے پھر بھی دوسروں کو بانٹنے کچھ دینے کا جذبہ رکھتا ہے؟ ان حقائق کا ہم مطالعہ کرتے ہیں مشاہدہ کرتے ہیں کیوں کبھی اچھے سے اچھا انسان غلط کام کرتا ہے کیوں کبھی برا انسان برے ماحول میں رہ کر بھی اچھا کام کر جاتا ہے؟ انسانی فطرت ہے وہ جانے کب کیا کر جائے میرے لئے یہ سب باتیں بڑی دل چسپی رکھتی ہیں۔"

"اداکاری میں کیا مشکلات پیش آتی ہیں؟"

"جہاں تک اداکاری میں مشکلات کی بات ہے میں سمجھتا ہوں اداکاری کی طرح ہر پیشے میں کچھ نہ کچھ تکلیفیں اور مشکلات ہوتی ہیں مجھے اداکاری میں ہر چیز مشکل لگتی ہے (مسکراتے ہوئے) میں اداکاری کو کبھی آسان سمجھتا ہی نہیں ہوں۔ ایک اموشن ایک

کردار کو سچائی کے ساتھ پردے پر لانا سب سے مشکل کام ہے جب میں شاٹ دے رہا ہوں اس لمحے میری کوشش یہ ہوتی ہے کہ اتنا کھو یا رہوں گویا میں ہی وہ کردار ہوں اور اس کردار پر جو گزر رہی ہے وہ مجھ پر گزر رہی ہے۔ لیکن اتنا بھی نہیں کھو جاؤں کہ اپنے مکالمے بھول جاؤں (مسکراتے ہوئے) ہدایت کار کی ہدایت (انسٹرکشن) بھول جاؤں۔ کیمرہ مین کی بات بھول جاؤں کہ مجھے اس لائٹ سے گزرنا ہے جہاں نشان لگا ہے۔ وہیں تک چل کر جانا ہے نہیں تو فوکس آؤٹ ہو جائے گا ایک یہی کانشیس اسٹیج پر پہنچ کر شاٹ دوں تاکہ اموشن کی سچائی جو ہے وہ باہر آئے یہ میری کوشش ہوتی ہے ہر دفعہ میں اس کوشش میں کام یاب نہیں ہوتا۔

میری کوشش یہی ہوتی ہے کہ ہر اموشن کو محسوس کر کے کروں کبھی کبھی کام یاب ہوتا ہوں کبھی نہیں ہوتا ہوں لیکن سچائی سے شاٹ دینا سب سے مشکل کام ہے۔"

- ایک فن کار کی سماج کے تئیں کوئی ذمہ داری بھی ہوتی ہے اپنے اسٹارڈم کا فائدہ اٹھاتے ہوئے کیا آپ بھی سماجی خدمات میں حصہ لیتے ہیں؟

- پہلے آپ کے سوال کو درست کر دوں صرف ایک فن کار کی نہیں ہر شہری کی ذمہ داری ہوتی ہے میں نمبر ایک اپنی فلموں کے ذریعے کوشش کرتا ہوں کہ جن فلموں میں میں کام کروں وہ سماجی طور پر غلط نہ ہو۔ جیسے ولین فلم میں برا کام کرتا ہے اس کا انجام حقیقت پر ہو۔ انجام برا ہی ہو۔ فلم کا سبق صحیح ہو۔ جیسے "غلام" فلم میں سدھارتھ مراٹھے کا میرا جو کردار ہے وہ سڑک چھاپ اوباش لڑکا ہے۔ جو آج کا گم کردہ راہ نوجوان ہے (مس گائیڈیڈ یوتھ) جسے غلط راستے پر ڈالا گیا ہے۔ فلم کا انجام یہ ہے کہ کس طرح کا لڑکا سدھر کر راہ راست پر آتا ہے۔ جو شاید دس پندرہ سال بعد خود رونق سنگھ بن جاتا، وہ سچائی سے لڑتا ہے۔ اپنے آپ سے لڑتا ہے اپنے ضمیر سے لڑتا ہے کہ کیا صحیح ہے کیا غلط ہے پھر جب اسے اپنی غلطیوں کا احساس ہوتا ہے تب وہ صحیح راستے کا انتخاب کرتا ہے۔ اس طرح سے میں کوشش کرتا ہوں کہ اپنی فلموں کے ذریعے صحیح پیغام دوں کوئی غلط بات نہ کہوں اس کے علاوہ کئی سماجی تنظیموں کی اعانت کرتا ہوں اس کے متعلق بتا کر اپنا ثواب ضائع نہیں کرنا چاہتا ویسے اس کا ذکر کرنا بھی نہ چاہئے۔ اس کے علاوہ جب بھی کوئی سماجی مسئلے کو لے کر میرے پاس آتا ہے میں انہیں بھرپور تعاون کرتا ہوں۔ ابھی حال میں شہر پونا میں ایک جلسہ ہوا تھا جس میں مہاراشٹر میں گزشتہ دس سالوں میں عورتوں پر خاص کر چودہ، پندرہ سال کی کم عمر لڑکیوں کے ساتھ جو ظلم و زیادتی ہو رہی ہے جیسے لڑکے پیار کی آڑ میں انہیں اپنی ہوس کا شکار بنانا چاہتے ہیں۔ ناکامی کی صورت میں کبھی ان کا چہرہ ایسیڈ سے بگاڑ دیتے ہیں کبھی چھری چاقو مار دیتے ہیں کبھی عزت لوٹ کر خون کر دیتے ہیں انہیں جلانا تو عام بات ہو گئی ہے۔ پونا سے کچھ سماجی کارکن میرے پاس آئے تھے کہ ہم اس حساس موضوع پر ایک جلسہ عام منعقد کر رہے ہیں جہاں آپ کو آ کر نسل نو کو اپنے انداز میں سمجھانا ہے میں وہاں گیا تھا میں نے اس جلسے سے خطاب کیا۔ اس جلسے سے امرتا دیش پانڈے کی بہن نے بھی خطاب کیا امرتا کا ستمبر میں بڑی بے دردی سے قتل کر دیا گیا تھا۔ اس قسم کے سماجی مدوں پر بات کرنا ان کی اعانت کرنا ایسے میں اپنا اخلاقی فریضہ سمجھتے ہوئے کرتا ہوں۔"

- اب تک کوئی ایسا کردار آپ نے نبھایا جو عامر خاں کی ذاتی زندگی کے بہت قریب رہا ہو؟"

- میری ذاتی زندگی کے قریب شاید (سوچتے ہوئے) نہیں۔ ابھی تک میں نے ایسا کوئی کردار نہیں نبھایا۔ ہاں میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ ہر کردار میں آپ کو تھوڑی تھوڑی عامر خاں کی جھلک ضرور ملے گی لیکن کوئی ایک کردار میں نے ایسا نہیں نبھایا جس میں میری ذاتی زندگی کی جھلک نظر آئے۔"

- آئینہ دیکھتے وقت آپ کیا چیز تلاش کرتے ہیں؟"

- (زور سے قہقہہ لگاتے ہوئے) آئینہ دن میں اتنی بار دیکھتا ہوں کہ کوفت ہونے لگتی ہے۔ شوٹنگ کے دوران شاٹ سے پہلے تو ہم آئینہ دیکھتے ہی ہیں ذاتی زندگی میں میں آئینہ بہت کم دیکھتا ہوں۔ چونکہ میں خود کو بہت سچائی سے دیکھنے کی کوشش کرتا ہوں۔ مجھے کسی طرح کی کوئی غلط فہمی نہیں ہے اس لئے مجھے آئینہ دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے (کہ اس میں دیکھ کر سوال کروں)۔"

- بطور فن کار کے آپ کا خوف غیر محفوظ ہونے کا احساس کیا کبھی پریشان کرتا ہے؟

- بحیثیت ایک تخلیقی اداکار کے میرا سب سے بڑا ڈر اور خوف یہ ہے کہ ایک دن میری Creativity ختم ہو جائے گی اس لئے کہ یہ تخلیق انسان کی تخلیقی صلاحیت ایک وقت پر آ کر کمزور پڑ جاتی ہے اور پھر ختم ہو جاتی ہے آپ تاریخ اٹھا کر دیکھ لیجئے چاہے وہ مصنف ہو مصور ہو سنگتراش ہو ہدایت کار ہو فن کار ہو میں شہرت (Popularity) کی بات نہیں کر رہا ہوں ہر تخلیقی صلاحیت رکھنے والے کی اپنی زندگی ہوتی ہے۔ ایک وقت کے بعد وہ مفقود ہو جاتی ہے وہ صلاحیتوں کی آگ بجھ جاتی ہے اسی کا ڈر ہے۔ میں جانتا ہوں کہ ایک دن ضرور آئے گا اور یہ فطرت کا اصول ہے جس طرح بچہ پیدا ہوتا ہے جوانی میں اپنے اندر کمال کو جذب کر کے شباب پر ہوتا ہے لیکن اس پر بڑھاپا آ جاتا ہے ایسے ہی یہ سائیکل ہے پہلے آپ میں تخلیقی صلاحیت جاگتی ہے آپ جوان ہوتے ہیں جب آپ منجھ کر بہت کمال ہے نے اندر جذب کر کے وہ چیز پیش کرتے ہیں اور پھر آپ پر بڑھاپا آنے لگتا ہے۔ جب آپ کی یہ صلاحیتیں کم ہونے لگتی ہیں۔

- ناصر حسین کی کون کون سی فلمیں آپ کو پسند ہیں؟"

- مجھے ان کی سبھی فلمیں پسند ہیں۔ "تم سا نہیں دیکھا" "دل دے کے دیکھو" "جب پیار کسی سے ہوتا ہے" "پھر وہی دل لایا ہوں" "پیار کا موسم" "بہاروں کے سپنے" "یادوں کی بارات" "ہم کسی سے کم نہیں" اس کے علاوہ ایک فلم جس کی انہوں نے کہانی منظر نامہ اور مکالمہ لکھا تھا وہ بھی بہت پسند ہے۔ "تیسری منزل"

- طاہر حسین کی کن فلموں نے آپ کو متاثر کیا؟"

- ابا جان کی فلمیں۔ "کارواں" "زخمی" "خون کی پکار" "ہم ہیں راہی پیار کے" "دولہا بکتا ہے" مجھے پسند ہیں۔"

- ایوارڈ سے برہمی کی وجہ کیا ہے؟"

- ہندوستان کے کسی بھی ایوارڈ کی میرے نزدیک کوئی اہمیت نہیں ہے اور میرے خیال سے بے شمار لوگ متفق ہوں گے۔ ناظرین میرے کام کو پسند کریں میری فلمیں پسند کریں یہی میرا سب سے بڑا ایوارڈ ہو گا۔ اس لئے کہ ہر فلم کے ساتھ ہم ایک نئے امتحان میں بیٹھتے ہیں۔ میں اپنی فلمیں ناظرین کے درمیان دیکھ کر ان کا رد عمل جاننے کی کوشش کرتا ہوں۔"

Aamir Khan,
11, Belavista Apartments,
Palli Hill, Bandra (West),
Mumbai-400050

40 www.taemeernews.com

"ابتدا ہی میں عامر، شاہ رخ اور سلمان کے ساتھ کام کرنا ایک کارنامہ ہے" رانی مکرجی

یہ معجزہ ہندی فلموں میں پہلی بار ہوا۔ گانا عامر خاں نے گایا اور ہٹ ہو گئی رانی مکرجی۔۔۔ "غلام" میں رانی کا رول واقعی ایسا تھا ہی نہیں کہ اس کا نوٹس لیا جاتا۔ کیوں کہ فلم ہیرو والی تھی اس لئے پوری فلم پر عامر خاں چھایا ہوا تھا۔ "آتی کیا کھنڈالہ" بھی عامر خاں نے ہی گایا تھا لیکن رانی مکرجی بہ راستہ کھنڈالہ سیدھی باکس آفس کے سنگھاسن پر ہی پہنچ گئی۔

حال ہی میں رانی مکرجی سے میری ملاقات فلم "ہیلو برادر" کی شوٹنگ پر ہوئی وہ سلمان خاں کے ساتھ ایک کامیڈی سین کی شوٹنگ کر رہی تھی اور خود بھی کافی کامیڈی موڈ میں نظر آ رہی تھی۔

"پہلے تو کاجول نے اور اب اس کی کزن رانی نے ساری ٹاپ ہیروئینوں کی چھٹی کر دی ہے۔ آپ کا اس بارے میں کیا کہنا ہے؟"

"ابھی تو میں نے ایسا کچھ کیا ہی نہیں ہے کہ میرے لئے ایسا سوچا بھی جائے۔ صرف ایک یا دو فلموں کے ہٹ ہو جانے سے ہی تو میں اس قابل نہیں ہو گئی کہ انڈسٹری کی ساری ہیروئینوں کی چھٹی کر دوں؟ یہ سب تو غلط کہا جا رہا ہے، مجھ سے پوچھئے گا تو میں یہاں کسی کی چھٹی کرنے نہیں آئی ہوں۔"

"لوگ تو ابھی تک سمجھ نہیں پا رہے ہیں کہ گانا تو عامر خاں کا ہٹ ہوا لیکن سارا کریڈٹ آپ کو مل گیا ہے؟"

"کیوں؟ "غلام" میں کیا گانے کے علاوہ کچھ نہیں تھا؟ یہ صحیح ہے کہ فلم "ہیرو" والی تھی لیکن یہ بھی ٹھیک ہے فلم میں ہیروئین کے لئے بھی کچھ کر دکھانے کا موقع تھا۔ دوسری بات یہ ہے کہ نئی ہیروئین کی وجہ سے مجھ پر فلم بینوں کی خاص نگاہ تھی صرف ایک گانے کے سبب کسی کو بھی اتنی بڑی کام یابی نہیں مل سکتی۔"

"کام یابی کے ساتھ ساتھ آپ کے نام کو لے کر قصے کہانیاں بھی سننے میں آ رہے ہیں ادھر گووندا کے ساتھ آپ کے گرما گرم رومانس کی کافی خبریں پھیل رہی ہیں؟"

"افواہیں تو پھیلیں گی ہی، یہ شو بزنس ہے اور مجھے پتہ ہے کہ جیسے جیسے کام یابی مجھے ملے گی، افواہیں اور کہانیاں بھی بڑھیں گی گووندا کے ساتھ میرے رومانس کی کہانی تو قابل برداشت ہے لیکن یہاں تو لوگوں نے پروڈیوسر سلیم اختر کے ساتھ بھی میرا رومانس جوڑ دیا ہے۔ جو کہ میرے باپ جیسے ہیں میں ایسی افواہوں کو اہمیت نہیں دیتی۔"

فلم انڈسٹری میں فلم ساز اب رانی مکرجی کو نمبر ون کی کرسی پر دیکھ رہے ہیں کیوں کہ صرف رانی ہی وہ اداکارہ ہے جس نے آتے ہی شاہ رخ، عامر اور سلمان خاں کی فلمیں حاصل کر لیں۔ پروڈیوسر اور ڈسٹری بیوٹر بھی رانی کو باکس آفس کی نئی مہارانی مان رہے ہیں۔

"کیا آپ کو نہیں لگتا کہ آپ کو کام یابی بہت تیزی سے حاصل ہو رہی ہے؟"

"جی ہاں میں نے سوچا بھی نہیں تھا کہ مجھے حقیقت میں اتنی جلدی کام یابی مل جائے گی۔ "غلام" کے بعد مجھ پر نئے آفرز کی بارش ہونے لگی تھی اور میں یہ آفرز ٹھکراتی جا رہی تھی، اور یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔"

"آپ صرف بڑی فلمیں ہی کر رہی ہیں، بڑے ہیرو، بڑے ڈائریکٹر اور بڑے پروڈیوسرز؟"

"جی ہاں، میں صرف بڑے بینرز، بڑے ہیروز کے ساتھ ہی کام کرنا چاہتی ہوں، ڈائریکٹر بھلے ہی نیا ہو لیکن ہیرو تو بڑا ہونا چاہئے۔"

"اس فیصلے کے پیچھے کیا "راجہ کی آئے گی بارات" کی ناکامی ہے؟"

"جی نہیں، اس کا سبب ایک کمرشیل نقطہ ہے مجھے بڑے بڑے بینرز کی فلمیں

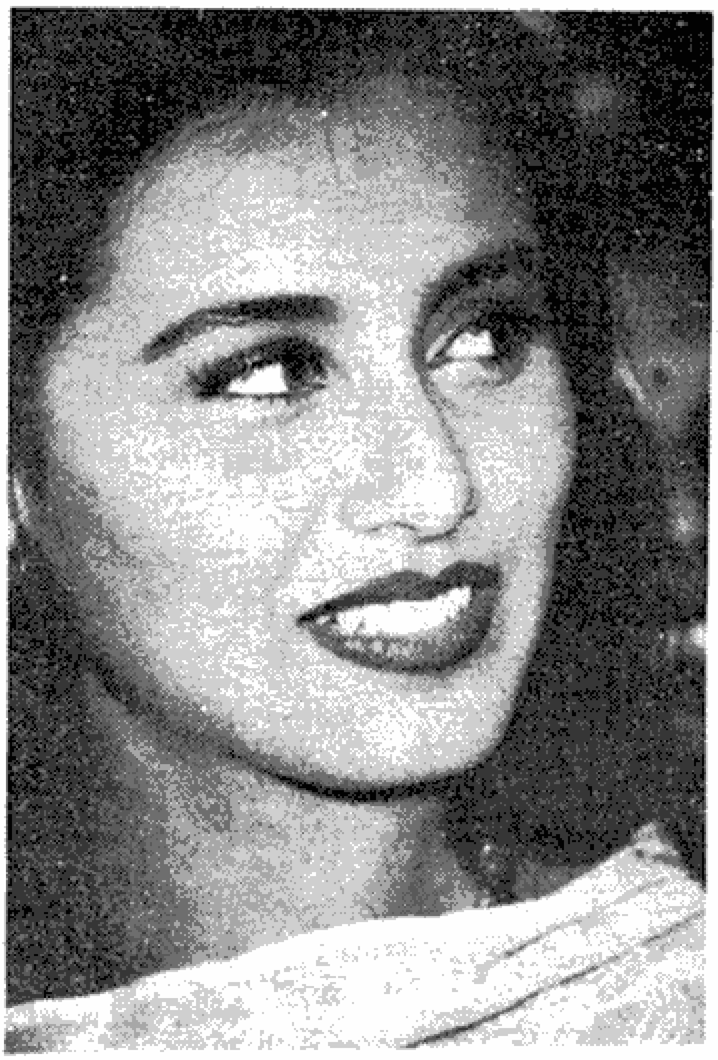

▲ رانی مکرجی [illegible]

www.taemeernews.com

مل رہی ہیں اور ہر بڑا ہیرو میرے ساتھ کام کرنے کا خواہش مند ہے تو میں کیوں نہ ایسا کروں. آخر میں اتنی بے وقوف تو نہیں ہوں کہ ہاتھ آئے موقع کو گنوا دوں۔"

"فلم "ہیلو برادر" کے علاوہ کون سی فلمیں سیٹ پر ہیں؟"

"فلم "حد کر دی آپ نے" "بادل" "چلو عشق لڑائیں" "ساجد نڈیاڈ والا کی فلم ہے راج کنور کی نئی فلم "ملاقات" ہے تین اور فلمیں ہیں جن کا اعلان جلد ہوگا۔"

"کیا یہ سچ نہیں ہے کہ "ہیلو برادر" آپ نے کرشمہ سے چھین لی ہے؟"

بالکل سچ نہیں ہے کیوں کہ کرشمہ جب "ہیلو برادر" سے الگ ہوئی تب ہی مجھے فلم میں لیا گیا ہے۔ اصل میں کرشمہ کے ساتھ جب یہ فلم پلان کی گئی تھی تب سلمان کے ساتھ سنجے دت کام کر رہا تھا۔ لیکن سنجے دت جب فلم سے الگ ہوا تو سارا پروجیکٹ ہی بدل گیا، سنجے دت کی جگہ ارباز آ گیا اسی چکر میں کرشمہ کو بھی بدل دیا گیا۔ فلموں کی کاسٹنگ کی یہ تبدیلی پہلی بار تو نہیں ہو رہی ہے۔ اکثر شوٹنگ ڈیٹس کے سبب اور دوسری وجہ سے بھی آرٹسٹ بدل جاتے ہیں یہ فلم میکنگ میں کوئی نئی بات نہیں ہے۔"

"کرشمہ آپ سے بہت خفا ہے کیوں کہ "ہیلو برادر" کے علاوہ آپ نے اس سے سلیم اختر کی نئی فلم بھی چھین لی ہے؟"

"میں فلمیں چھینا نہیں کرتی میرے پاس تو فلمیں خود بخود آ جاتی ہیں۔"

"عامر خاں اپنی ہوم پروڈکشن کے بینر میں فلم شروع کرنے جا رہا ہے سنا ہے آپ عامر کے ساتھ یہ فلم کرنے کے لئے کافی جوڑ توڑ کر رہی ہیں؟"

"میرے پاس جوڑ توڑ کے لئے وقت ہی کہاں ہے یہاں تو شوٹنگ کے لئے بھی وقت نہیں ہے ایک سچی بات یہ بھی ہے کہ میں آج جس جگہ پر ہوں وہاں مجھے فلمیں خود ہی مل رہی ہیں، مجھے جوڑ توڑ کی ضرورت نہیں ہے اس وقت بھی میں تقریباً سولہ فلمیں سائن کر چکی ہوں۔ اور انہیں پورا کرنے میں ہی دو سال لگ جائیں گے۔ میں اور زیادہ فلمیں لے کر کیا کروں گی؟"

"گووندا کا کہنا ہے کہ "حد کر دی آپ نے" میں رانی نے سب کی چھٹی کر دی؟"

"گووندا بہت چالاک ہے وہ ہمیشہ میرا حوصلہ بڑھاتا رہتا ہے سچ تو یہ ہے کہ "حد کر دی آپ نے" میں گووندا نے ہی ہم سب کی چھٹی کر دی ہے ہم سارے ایک طرف اور اکیلا گووندا دوسری طرف۔"

"کیا آپ اپنے متعلق پھیلائی ہوئی افواہوں اور جھوٹی کہانیوں سے ذرا بھی متاثر نہیں ہوتیں؟"

"بالکل نہیں، اس کی ایک وجہ بھی آپ کو بتا دوں میں بچپن ہی سے فلم انڈسٹری سے وابستہ رہی ہوں اور فلم پروڈیوسر باپ کی اولاد ہوں اس لئے میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ ایک فلم اداکارہ کے بارے میں اسکینڈل اور افواہیں خوب چھاپی جاتی ہیں انہیں ذاتی طور پر سنجیدگی سے لینے کا کوئی مطلب نہیں ہے میں تو ہر ملنے والے جرنلسٹ سے صاف صاف کہہ دیتی ہوں کہ اسے میرے بارے میں اچھا برا جو بھی لکھنا ہو بلا تکلف لکھے میری صحت پر اس سے کوئی اثر نہیں پڑتا۔ میں نے اپنے آپ کو یہ سب جھیلنے کے لئے اسی دن تیار کر لیا تھا جس دن پہلی بار کیمرے کا سامنا کیا تھا۔"

"اپنی زیر تکمیل فلموں میں بھی آپ اپنی "کھنڈالا گرل" امیج بنائے رکھیں گی؟"

"یہ کوئی امیج تو نہیں ہے۔ "غلام" کے ساتھ ہی یہ گانا ہٹ ہو گیا تو لوگوں نے مجھے یہ ٹائٹل دے دیا جب دوسری کوئی فلم ہٹ ہوگی تو کوئی اور دوسرا خطاب دے دیں گے۔ یہ تو چلتا ہی رہے گا اس لئے میں تو صرف فلمیں کئے جا رہی ہوں، کس فلم سے امیج بنے گی یہ کون جانے؟ جہاں تک میرا اپنا سوال ہے میں اپنا نام اپنی پہچان سب الگ بنانا پسند کروں گی۔"

"شاہ رخ اور کاجول کے ساتھ پیپسی کے اشتہار میں بھی آپ نے کافی پبلسٹی حاصل کی ہے؟"

"تین راتوں تک لگاتار میں نے اس ایڈ کی شوٹنگ کی دن میں اپنی فلموں کی شوٹنگ کرتی تھی اور راتوں کو ایڈ کی شوٹنگ کرتی تھی تو بہت تھک جاتی تھی میں ابھی اس طرح مشین بن کر کام کرنے میں دل چسپی نہیں رکھتی، میرے ماں باپ اور فیملی کے لوگ بھی یہ نہیں چاہتے کہ میں اس عمر میں اتنا کام کروں۔ اس لئے میں اب فلمیں کم کر رہی ہوں سیٹ پر سات آٹھ سے زیادہ فلمیں نہیں رکھوں گی سال میں دو فلموں کو بھی پورا کر کے ریلیز کر سکوں تو بھی کافی ہوگا۔"

"کیا زیادہ ایکسپوژر سے ڈرتی ہیں؟"

"کون سے ایکسپوزر کی بات کر رہے ہیں میں نہیں جانتی لیکن میں یہ بتانا چاہتی ہوں کہ میں ایک انسان ہوں اور مشین کی طرح کام نہیں کروں گی۔"

"اشتہاری فلمیں آئندہ بھی کرنا چاہیں گی؟"

"میں ایڈ فلمیں زیادہ نہیں کرنا چاہتی کوئی خاص ایڈ فلم ہو تو ہی کروں گی۔"

"اسٹیج شوز بھی شروع کر دیئے ہیں؟"

"جی ہاں۔ اسٹیج شو سے لطف بھی حاصل ہوتا ہے اور خود اعتمادی بھی بڑھتی ہے۔"

"آپ کا بھائی راجہ آپ کے کپڑوں کی ڈیزائننگ کرتا ہے؟"

"جی ہاں، اس نے باقاعدہ فیشن ڈیزائننگ کا کورس کیا ہے، میری پوشاکیں فلم بینوں کو کافی پسند آئی ہیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ راجہ اچھا کام کر رہا ہے "حد کر دی آپ نے" میں بھی اس نے میرے لئے دل کش پوشاکیں تیار کی ہیں اس کے ساتھ رہنے سے مجھے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ مجھے فٹنگ پرابلم نہیں ہوتی، وقت ضائع نہیں ہوتا، آخر وقت میں بھی ڈریس بنا کر دے سکتا ہے۔"

"عامر خاں، سلمان خاں اور شاہ رخ خاں تینوں خانوں میں سب سے اچھا خان کون سا لگا؟"

"ایک کا نام لے کر دو کو ناراض کرائیں گے میرے لئے سبھی اچھے ہیں کیوں کہ میرے ساتھ تینوں کا برتاؤ اچھا رہا ہے میرے ساتھ تینوں کا اچھا تال میل ہے میں واقعی خوش قسمت ہوں کہ مجھے کیریر کے شروع میں تینوں ہی ہٹ خان مل گئے۔"

"سلمان اور عامر کے ورکنگ اسٹائل میں آپ کو کیا خاص فرق محسوس ہوتا ہے؟"

"عامر بہت ہی سنجیدہ قسم کا ایکٹر ہے سیٹ پر صرف کام کی بات ہی پسند کرتے ہیں صرف سین شاٹ اور شوٹنگ کی بات جب کہ سلمان ہنستے کھیلتے شوٹ کر لیتے ہیں۔"

"گووندا کے بارے میں کچھ بتایئے؟"

"گووندا کے بارے میں تو ویسے ہی بہت کچھ چھپ رہا ہے اور کیا بتاؤں میرے پاس ابھی کچھ زیادہ بتانے کے لائق کچھ بھی نہیں ہے کچھ اور فلمیں کر لوں تو شاید کچھ بتانے لائق ہو۔"

(نریندر اپادھیائے) ●

Rani Mukherjee,
B/405, Shakti Bldg.,
Kalyan Complex,
Yari Road,
Versova,
Mumbai-400061

www.taemeernews.com

بلونت سنگھ، کرنال

س: محبت میں شرافت کا کتنا حصہ ہونا چاہیے؟

ج: برابر کا۔۔۔۔

س: زمین اور آسمان کی جنت میں فرق؟

ج: ایک دائمی ہے دوسری فانی۔ ویسے بھی دنیا کی جنت آسمانی جہنم کے برابر ہے۔۔۔۔

نائیلہ رحمان، جلگاؤں

س: شعر کا جواب شعر سے دیں؟

ج: بچھڑے ہوؤں کی یاد میں آنکھیں اداس ہیں
اے صبح عید گھر کو سجاؤں تو کس طرح
خدا کرے یہ عید بھی تجھ کو راس آجائے
تو جس کو چاہے وہ خود تیرے پاس آجائے

عتیق الرحمان، بھلائی نگر

س: شادی کے ابتدائی دور کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

ج: شادی کا پہلا مہینہ فخر کا، دوسرا مہینہ جبر کا اور تیسرا صبر کا ہوتا ہے کسی عقل مند نے کیا خوب کہا ہے شادیاں کار کی طرح ہوتی ہیں ایک سال تک ٹھیک ٹھاک چلتی ہیں پھر شور کرنے لگتی ہیں!

محمد شہاب الدین دمدمہ، الھریا سرائے

س: سنہری سے سنہری موقع ملنے پر بھی انسان فائدہ کب نہیں اٹھاتا ہے؟

ج: جب وہ بوڑھا ہو یا پھر ڈرپوک ہو۔

محمد احمد کمال، نجف گڑھ

س: کیا کبھی نقصان میں بھی فائدہ ہوتا ہے؟

ج: کیوں نہیں۔ ایسی انہونی بھی کبھی کبھی ہو جاتی ہے۔ ایک امیر عورت سے اس کی سہیلی نے پوچھا "یہ بتاؤ تمہاری اپنے دوسرے شوہر سے پہلی ملاقات کب اور کہاں ہوئی؟" عورت نے جواب دیا۔ "بڑا رومانوی منظر تھا ایک دن میں اپنے پہلے شوہر کے ساتھ سڑک کراس کر رہی تھی کہ اچانک ایک گاڑی تیزی سے آئی اور میرے شوہر کو روندتی ہوئی گزر گئی وہ گاڑی میرے دوسرے شوہر کی تھی بس وہی لمحہ ہماری دوستی اور محبت کا آغاز تھا۔

اقراء ناز، پھولانگ (نظام آباد)

س: محبت کی شادی کے بارے میں آپ کی رائے؟

ج: شادی محبت کا قبرستان ہے۔ اور کوئی نوجوان قبرستان جانا پسند نہیں کرتا

نوجوان نے بے چینی سے پہلو بدلتے ہوئے کہا "ڈارلنگ آخر یہ کیا ہو گیا ہے، ہماری محبت کی دنیا کیوں اجڑ گئی اب ہم کیسے پھولوں کلیوں اور شبنم کے موضوع پر باتیں کریں گے آہ یہ کیا ہو گیا ہماری محبت کی حسین چاندنی رات اتنی جلدی کیسے ڈھل گئی آؤ ڈیر اپنی محبت کی ہر نشانی اپنے خطوط آخری بار دیکھ لیں کہ یہ دن لوٹ کر نہیں آئیں گے۔" لڑکی گھبرا کر بولی۔ "ڈیر خدا کے لئے ہوش میں آؤ اپنی شادی کی خبر سن کر آخر تمہیں کیا ہو گیا ہے۔"

عقیل خاں ساجد، جگتیال

س: میری محبوبہ ایک معمہ ہے کیا کروں؟

ج: اسے حل کرنے کی کوشش کریں مگر سوچ بوجھ سے ایسا نہ ہو کہ اُسے حل کرتے کرتے خود ہی الجھ جائیں۔

ایس۔ احمد، امروہہ

س: خیالوں کی دنیا اور حقیقت کی دنیا میں کیا فرق ہے؟

ج: زمین اور آسمان کا۔ خیالات انسان کو آسمانوں کی سیر کرا دیتے ہیں جب کہ حقیقت سنگلاخ زمین پر لا پٹختی ہے۔ ایک شخص اپنی بیوی کو علاج کے لئے ڈاکٹر کے پاس لے گیا ڈاکٹر نے بیوی کو دیکھ کر کہا "ایک مہینہ کام کاج نہ کرو اور تبدیلی آب و ہوا کے لئے کسی پرفضا پہاڑی مقام پر چلی جاؤ" شوہر خاموش رہا تو بیوی نے کہا "بتاؤ نا ہم کہاں جائیں گے" "دوسرے ڈاکٹر کے پاس" شوہر نے جواب دیا

عبدالخلیل کشش، شکر نگر (اے پی)

س: شوہر اور بیوی کی مشترکہ پسند کب نقصان دہ ثابت ہوتی ہے۔

ج: اکثر و بیشتر

بیوی نے شکوہ کرتے ہوئے کہا۔ "ڈارلنگ یہ کیا بات ہے کہ جب آپ کے دوست آتے ہیں تو آپ بہت زیادہ خوش ہوتے ہیں ان سے گلے ملتے ہیں اور ان سے ہنس ہنس کر باتیں کرتے ہیں۔ مگر جب میری سہیلیاں آتی ہیں تو آپ ذرا خوش نہیں ہوتے؟" خاوند نے کہا۔ "میں اس وقت اور بھی زیادہ خوش ہو سکتا ہوں اگر تم مجھے اپنی سہیلیوں سے ملنے دو۔۔۔"

شگفتہ مزاج ناز، سہارن پور

س: شادی کے بعد کی زندگی اچھی ہوتی ہے یا پہلے کی؟

ج: پہلے کی۔۔۔ اس میں کوئی دو رائے نہیں۔۔۔

بیوی غصہ میں کہہ رہی تھیں "اس ڈرائیور کے بچے کو فوراً نوکری سے نکال دو۔ شوہر نے پوچھا۔ آخر اس نے ایسا کون سا قصور کیا ہے" بیوی بولیں "آج دو بار میرا ایکسیڈنٹ ہوا اور میں مرتے مرتے بچی" شوہر نے جواب دیا "بیچارے کو ایک موقع اور دے دو پھر سے نکال دوں گا"

عارف صدیقی، احمد نگر

س: سچا سکھ کب حاصل ہوتا ہے؟

ج: دوسروں کو سکھ پہنچا کر۔۔۔ "شوہر نے گلف جاتے ہوئے بیوی سے پوچھا" ڈارلنگ میں تمہیں خیریت سے پہنچنے کی اطلاع فون سے دوں ٹیلی گرام سے یا پھر فیکس کے ذریعہ؟" بیوی نے جواب دیا۔ "ان سب کی ضرورت نہیں۔ آپ صرف بنک ڈرافٹ کے ذریعہ اطلاع دیں بس۔"

امتیاز علی نصرت، پدا پلی

س: پیار محبت کے بنا یہ زندگی؟

ج: جیسے بغیر خوشبو کے گلاب۔۔۔

اوشا چوپڑا، لدھیانہ

س: پیار میں لوگ بار بار دھوکہ کیوں کھاتے ہیں؟

ج: بھئی کچھ لوگ تجربہ حاصل کرنے کے شوقین ہوتے ہیں

www.taemeernews.com

بابو میاں، آسیون ضلع اناؤ

س: مرنے کے بعد لوگ مرحوم کی خوبیاں کیوں بیان کرتے ہیں۔۔۔؟

ج: تاکہ مرحوم کی روح کو سکون ملے۔ ورنہ اس دنیا میں ایسے لوگوں کی بھی کبھی کمی نہیں ہے جو مونھہ در مونھہ خامیاں گنواتے ہیں۔

دو دوست آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ پہلا دوست بولا۔ "اگر میں وقت ہوتا تو لوگ میری کتنی قدر کرتے۔" "لوگ تمہیں دیکھ کر دروازہ بند کر دیتے اور کہتے دیکھو برا وقت آرہا ہے" دوسرے دوست نے جواب دیا۔۔۔

خورشید جہاں بیگم، عادل آباد

س: ہمدردی سردردی کب بن جاتی ہے؟

ج: جب معاملہ کچھ اس قسم کا ہو۔

ایک شخص نے ڈاکٹر کو فون پر بتایا "ڈاکٹر صاحب میری بیوی کے گلے میں کچھ تکلیف ہو گئی ہے جس کی وجہ سے اس کی آواز نہیں نکل رہی ہے اور وہ بول بھی نہیں پا رہی ہے آج یا کل صبح یا اس ہفتے میں کسی دن آپ کا اتفاقاً گزر ہو تو اس کا گلا دیکھ لیجئے۔" دوسری طرف سے ڈاکٹر نے جواب دیا "ارے جناب! جب آپ کی بیوی کچھ بول نہیں پا رہی ہے تو میں ابھی آتا ہوں میں بالکل فرصت میں ہوں" اس شخص نے پست آواز میں جواب دیا "اچھا تو ڈاکٹر صاحب میں کسی مصروف ڈاکٹر سے رابطہ کر لوں گا۔"

فارم نمبر 4 رجسٹریشن آف نیوز پیپرز رولز 1956 ماہ نامہ شمع

1۔ مقام اشاعت: ماہ نامہ شمع، آصف علی روڈ نئی دہلی 110002، 2۔ وقفہ اشاعت: ماہانہ۔ 4،3۔ طابع و ناشر: ایم یونس دہلوی، ہندوستانی، مدیران: یونس دہلوی، ادریس دہلوی، الیاس دہلوی۔ ہندوستانی 5۔ ملکیت: شمع میگزین۔ یونس دہلوی، ادریس دہلوی، الیاس دہلوی دفاتر شمع، آصف علی روڈ، نئی دہلی 110002۔

میں یونس دہلوی اقرار کرتا ہوں کہ مندرجہ بالا تفصیلات میرے علم و یقین کی حد تک درست ہیں۔

نئی دہلی: یکم مارچ 1999

محمد یونس دہلوی ناشر

محمد شہاب الدین دمدمہ، لہریا سرائے

س: سہاگ رات کو پھولوں کی سیج کیوں سجائی جاتی ہے؟

ج: تاکہ کم سے کم ایک رات تو کانٹے کی چبھن فراموش کی جا سکے جو کہ زندگی بھر بیوی کی صورت میں ساتھ رہتی ہے۔

ایم اے وحید رومانی، پھولانگ، نظام آباد

س: کسی کو بے وقت مبارک باد دینا؟

ج: اپنی شامت آپ بلانے کے برابر ہے

ایک صاحب نے اپنے پڑوسی کے مونھہ پر گھونسہ مارا اس بے چارے کا صرف اتنا قصور تھا کہ اس نے ان کو شادی کی مبارک باد اس وقت دی جب وہ اپنی بیوی کے ہاتھوں زخمی ہونے پر ڈاکٹر سے مرہم پٹی کرا کر آرہے تھے۔

گل ریز عالم، کوٹ دمڑہ (راجوری)

س: کیا حسینوں سے وفا کی امید کرنی چاہئے۔۔۔؟

ج: ضرور کیجئے۔ آخر امید ہوتی ہی ٹوٹنے کے لئے۔

س: مرد کی کمزوری عورت ہے تو عورت کی کمزوری؟

ج: پیسہ۔۔۔

جشنِ سالگرہ

جیہ پردا (3)، گڈی مارتی (4)، شگفتہ علی، راہول رویل (7)، جیہ بچن (9)، نوین نشچل (11)، گلشن باورا، ستیش کوشک (13)، حسرت جے پوری (15)، بندو (17)، کفیل آذر (23)، بجلی جتھار، کرن راز داں (26)، دیپیکا (29) اپریل کو پیدا ہوئے تھے۔ مگر یہاں ہم صرف ان فلمی شخصیتوں کے نام اور پتے شائع کر رہے ہیں جن سے امید ہے کہ وہ آپ کے خط کا جواب یا تصویر ضرور بھجوائیں گے۔ جن زبانوں میں خط و کتابت کی جا سکتی ہے وہ بھی ساتھ ہی لکھی جا رہی ہیں۔ مبارک باد کے خط میں انہیں یہ ضرور لکھیں کہ آپ نے ان کی سال گرہ کی تاریخ اور پتہ شمع سے لیا ہے۔ جن خطوں میں شمع کا حوالہ ہوتا ہے ستارے ان کا جواب دینے کی کوشش کرتے ہیں۔

اجے دیوگن (2۔ اپریل) ہندی
Sea Cliff, Ist Floor,
Gandhi Gram Road,
Juhu, Mumbai-400049

اے جی نڈیاڈوالا (پروڈیوسر) (13۔ اپریل) اردو
Lotia Palace,
337, Linking road,
Khar (West), Mumbai-400052

این چندرا (فلم ساز ہدایت کار) (4۔ اپریل) ہندی
Flat No. 2, Plot No. 123,
10th, Gulmohar Cross Road,
Juhu Parle Scheme, Mumbai-400049

ارشد وارثی (19۔ اپریل) اردو
B-503, Koh-e-Noor Apartments,
Yari Road, Versova,
Mumbai-400061

جتیندر (7۔ اپریل) ہندی
Plot No. 26,
Greater Bombay Housing Society,
Gulmohar Cross Road No.5,
J. V. P. D. Scheme,
Mumbai-400049

ممتا کلکرنی (20۔ اپریل) ہندی
5, Chhaya Building,
Samrat Nagar,
Lokhandwala Complex,
Andheri (West),
Mumbai-400058

سورج سنیم (فلم مصنف) (12۔ اپریل) اردو
16, Ashok Apartments,
gandhi Gram Road,
Juhu, Mumbai-400049

بی۔ آر۔ چوپڑہ (22۔ اپریل) اردو
B. R. Films, Anand Villa,
15th Road, Santa Cruz (West),
Mumbai-400054

کیدار شرما (22۔ اپریل) اردو
20, citizen Co-opt. Hsg. Society,
206, Vir Sawarkar Road,
Mahim, Mumbai-400016

جسپال بھٹناگر، چندوسی

س: دوسروں کا دکھ کون لوگ بانٹتے ہیں؟

ج: جن کے دل محبت اور ہمدردی کے جذبوں سے لبریز ہوتے ہیں۔

کلام احمد آرزو، ہزاری باغ

س: چٹھی وبالِ جان کب بن جاتی ہے؟

ج: جب وہ چٹھی محبوبہ کی ہو اور بیوی کے ہاتھ لگ جائے تو پھر بس وبال ہی وبال ہے اور رہی جان تو وہ مستقل خطرے میں۔

س: کیا خوشامد کرنا عیب ہے؟

ج: موجودہ دور میں تو یہ فن میں شمار کیا جارہا ہے بہت سے لوگ اپنے اس فن کے ذریعے بہت سے کام بھی نکال لیتے ہیں۔

عبدالرحمان اعظم شیشہ گر، جلگاؤں

س: روٹی کپڑا اور مکان کے سوا انسان کو اور کیا چاہئے؟

ج: ایک عدد خوب صورت محبوبہ جو بیوی بننے کی فرمائش نہ کرے۔

راشد صدیقی، نئی دہلی

س: کیا گونگی لڑکی سے بھی پیار کیا جاسکتا ہے؟

ج: کیوں نہیں۔ دل کا تعلق دل سے ہوتا ہے زبان سے نہیں۔

مینو صدیقی، احمد نگر

س: زندگی کی مشکل کو کس طرح آسان کیا جاسکتا ہے؟

ج: مناسب تدبیر کرکے۔ سمجھ بوجھ اور عقل مندی کے ساتھ۔

راشدہ خاتون، بھوپہ (یوپی)

س: بدصورتی کس طرح گوارہ کی جاتی ہے؟

ج: جب اس کے ساتھ "دولت" جیسی خوب صورتی شامل ہو۔

معین الدین، گریڈیہہ

س: مرد عورت میں کیا تلاش کرتا ہے۔۔۔؟

ج: "وفا" جو مشکل سے ہی دستیاب ہوتی ہے۔

محمد اقبال، الہریاسرائے

س: دکھ میں بھی سکھ کا احساس کب ہوتا ہے؟

ج: اس صورت میں۔۔۔ ایک صاحبہ کو ڈاکٹر صاحب نے بتایا "آپ کے شوہر صرف چند گھنٹے کے مہمان ہیں آپ پریشان ضرور ہوں گی لیکن افسوس اب کچھ نہیں کیا جاسکتا" ان صاحبہ نے کہا "ڈاکٹر صاحب کوئی بات نہیں۔ اتنے برس پریشان رہی ہوں۔ چند گھنٹے کی پریشانی اور سہہ لوں گی۔۔۔!"

ایم اے وحید رومانی، پھولانگ، نظام آباد

س: کیسے لوگ وقت کی پابندی کو خاطر میں نہیں لاتے؟

ج: کام چور، سست، کاہل لوگ جن کی نظر میں وقت کی کوئی اہمیت نہیں۔

محمد حنیف آدم میمن، لیسٹر۔ (انگلینڈ)

س: کیا وہم انسان کا سب سے بڑا دشمن ہے؟

ج: بے شک۔ یہ بات کسی حد تک درست ہے۔

ایک شخص نجومی کے پاس پہنچا اور کہنے لگا "میری ہتھیلی کھجارہی ہے۔"

نجومی نے کہا "تمہیں آج روپیہ ملنے والا ہے۔"

"میرا پیر کھجلا رہا ہے۔"

نجومی نے کہا "یہ تو بڑی اچھی بات ہے تمہارے پاس کار ہوگی تم کروڑوں کے وارث بنوگے"

"میرا سارا بدن کھجلا رہا ہے۔"

نجومی نے جھلا کر کہا چل بھاگ بے وقوف۔ تجھے کھجلی کی بیماری ہے کسی ڈاکٹر کے پاس جا۔

محمد اخلاق انصاری، موسیٰ بنی مائنس

س: آپس کی غلط فہمی کیا گل کھلاتی ہے؟

ج: دلوں میں فاصلے پیدا کردیتی ہے!

ایل بی ڈبلیو کی پانچویں اپیل بھی منظور نہیں ہوئی تو بالر کو غصہ آگیا اور وہ امپائر کی طرف پلٹا اور غصے سے بولا "جناب عالی آپ کی چھڑی کہاں ہے؟"

"چھڑی۔۔۔ کیسی چھڑی میرے پاس کوئی چھڑی نہیں ہے" امپائر نے حیرت سے کہا۔ "حیرت ہے" بالر بولا "میں نے آج تک کسی نابینا کو بغیر چھڑی کے نہیں دیکھا۔"

ممبئی سے نکلنے والا مہاراشٹر کا
مکمل اخبار
اردو ٹائمز
تازہ ترین خبریں، بیباک تحریریں، بے لاگ تبصرے، اسلامی، سماجی، ثقافتی، اصلاحی، ادبی، فلمی اور معیاری مضامین سے آراستہ
مقبول ترین روزنامہ
اردو ٹائمز ممبئی
چیف ایڈیٹر ۔۔۔ سعید احمد
243۔ مولانا آزاد روڈ۔ ممبئی 8

کفیل، حیدرآباد

س: دور جدید کا تحفہ۔۔۔؟

ج: کمر توڑ مہنگائی۔ اور ٹینشن۔

رخسار ایم اے حکیم، حیدرآباد

س: محبت میں شادی کے بعد بھی طلاق کیوں ہوجاتی ہے؟

ج: محبت شادی سے پہلے رہتی ہے۔ شادی کے بعد تو صورت حال مختلف ہوتی ہے۔۔۔

نئی نویلی دلہن سے پوچھا گیا "شادی کے بعد آپ کس قسم کا فرق محسوس کرتی ہیں۔۔۔؟"

"میں تو کوئی خاص فرق محسوس نہیں کرتی" وہ بولی "پہلے بھی مجھے آدھی رات تک انتظار کرنا پڑتا تھا کہ وہ اپنے گھر واپس جائے اور اب بھی مجھے آدھی رات تک انتظار کرنا پڑتا ہے کہ وہ اپنے گھر واپس آئے"

محمد منصور علی خاں اکیلا، ظہیر آباد

س: سب سے آسان کام۔۔۔؟

ج: دوسروں پر تنقید کرنا۔

علی شمس الدین سانگلے، کیپ ٹاؤن جنوبی افریقہ

س: عورت کی سب بڑی خواہش۔۔۔؟

ج: یہی کہ وہ سدا جوان اور حسین نظر آئے۔۔۔

قلب پر حملہ کے بعد ڈاکٹر مریض سے وجہ دریافت کرنے لگا کہ اسے آخر وہ کون سا حادثہ پیش آیا تھا۔ مریض کہنے سے جھجک رہا تھا لیکن ڈاکٹر کے اصرار پر کہنے لگا: "ڈاکٹر صاحب حادثہ اس وقت پیش آیا جب شادی کے بارہ سال بعد پہلی مرتبہ میری بیوی میک اپ کے بغیر میرے سامنے آگئی۔"

راجہ جاوید عالم، کوٹ دھیڑہ (راجوری)

س: شوہر اور غلام میں کتنا فرق ہے؟

ج: غلام زیادتی کے خلاف آواز اٹھا سکتا ہے جب کہ شوہر بے چارہ ایسی جراءت نہیں کرسکتا۔ ہم نے ایک نوکر کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ "میں نے وہ نوکری اس لئے چھوڑ دی کیوں کہ مالکن مجھ پر ایسے حکم چلاتی تھی جیسے کہ میں اس کا شوہر ہوں"

www.taemeernews.com

گلستانِ اردو کے نئے پھول

اس عنوان کے تحت تازہ ترین مطبوعات شامل کی جاتی ہیں۔ جس کے لئے 3 جلدیں بھجوانا ضروری ہیں۔

اُبھرتے نقوش

مصنف: پروفیسر محمد شمیم جے راج پوری
قیمت: درج نہیں
پتہ: لائبریری مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، براندون کالونی، ٹولی چوکی حیدرآباد 500008 (آندھرا پردیش)

یہ کتاب دراصل مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی کے سال گزشتہ کی روداد ہے جس میں یونیورسٹی کے وائس چانسلر پروفیسر محمد شمیم جے راجپوری نے تمام چھوٹے بڑے واقعات کو قلم بند کیا ہے۔ جن کی مستقبل میں دستاویزی حیثیت ہوگی اور جو محققین کو یونیورسٹی کے ابتدائی دور کی جھلکیاں دکھائیں گی۔

جنگل کتھا

ناول نگار: احمد عقیل روبی
قیمت: 100روپے
پتہ: الرزاق پبلی کیشنز، کمرہ نمبر 207، عرفان چیمبرز 130 ٹمپل روڈ لاہور، پاکستان

شاعر، ناول نگار اور خاکہ نویسی میں منفرد مقام کے حامل قلم کار نے اپنے نئے ناول میں جنگل کی تمثیل کو خوبی کے ساتھ تیسری دنیا کے سیاسی المیہ میں تبدیل کر کے پیش کیا ہے۔

نوائے ساز

شاعر: عبدالرحمان واگھے ساز
قیمت: درج نہیں
پتہ: مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ، اردو بازار، جامع مسجد دہلی 110006

لاس اینجلس (امریکہ) میں مقیم ہندوستانی نژاد شاعر کا یہ پہلا شعری مجموعہ ہے۔ کرناٹک کے ضلع دھاروار میں پیدا ہونے والے شاعر نے اردو کی ابتدائی تعلیم صرف ہائی اسکول تک حاصل کی بعد میں سائنس کے طالب علم رہے اور اعلیٰ سائنسی تعلیم حاصل کرنے کے لئے امریکہ چلے گئے۔ کتاب میں ان کا 1993 سے 1998 تک کا کلام شامل کیا گیا ہے۔

نیش

شاعر: شفیع ساغر
قیمت: 150روپے
پتہ: مکتبہ جامعہ، پرنسس بلڈنگ، ممبئی 400003

شاعر 1994 سے ممبئی یونیورسٹی میں شعبہ عربی کے صدر ہیں آپ نے عربی زبان سے متعلق کئی کتابیں انگریزی میں تالیف کی ہیں جنہیں آکسفورڈ یونیورسٹی پریس نے شائع کیا اردو زبان سیکھنے کے لئے بھی انہوں نے انگریزی میں ایک کورس لکھا ہے جو کافی مقبول ہے۔ یہ ان کا پہلا شعری مجموعہ ہے۔

بحرِ اوقیانوس کے کنارے

مصنف: عمران اقبال
قیمت: 250روپے
پتہ: الفا برادر میاں چیمبرز، 3 ٹمپل روڈ لاہور پاکستان

ہندوستان سے باہر
رہنے والے پروانوں کے لئے "شمع" کا ایک **"انٹرنیشنل ایڈیشن"** شائع کیا جاتا ہے۔ جس میں ہندوستانی ایڈیشن میں شامل پورا ادبی، مذہبی اور فلمی مواد ہوتا ہے اور اس کے علاوہ 16 صفحات پر غیر ملکی پروانوں کی دل چسپی کا مزید میٹر پیش کیا جاتا ہے۔
"شمع" کا **"انٹرنیشنل ایڈیشن"** ہندوستانی ایڈیشن سے کئی دن پہلے شائع ہوتا ہے اور دنیا بھر میں فروخت کے لئے ہوائی جہازوں سے بھیجا جاتا ہے۔ غیر ممالک میں رہنے والے پروانے اپنے اخبار فروشوں سے اصرار کریں کہ وہ "شمع" نئی دلی کے ایکسپورٹ ڈویژن سے براہ راست شمع **"انٹرنیشنل ایڈیشن"** امپورٹ کرے، تاکہ ہندوستان سے باہر رہنے والا کوئی بھی پروانہ 16 صفحات کی ان مزید دل چسپیوں سے محروم نہ رہ جائے۔ جو غیر ملکی پروانوں کے لئے خاص طور سے پیش کی جاتی ہیں۔
شمع انٹرنیشنل ایڈیشن
میں شمع ادبی معموں کے صفحات نہیں ہوتے

کتاب کے مصنف نے دنیا کے سترہ ممالک کی سیاحت کی ہے اور ان کی یہ کتاب امریکہ کا سفرنامہ ہے اس سفر نامے میں ایک حقیقی زندگی رواں دواں نظر آتی ہے اور امریکہ کے پرشور ہنگاموں میں مصنف کے دل کی دھڑکنیں صاف سنائی دیتی ہیں۔

انشاء (بخش لائل پوری نمبر)

مدیر: ف۔ س۔ اعجاز
قیمت: 60روپے
پتہ: ماہنامہ انشاء، انشاء پبلی کیشنز 25-B زکریا اسٹریٹ، کلکتہ۔ 700073

احمد سعید ملیح آبادی نمبر، ادیبوں کی حیات معاشقہ، قرۃ العین نمبر، انشاء عالمی اردو افسانے، بابری مسجد نمبر، صدی شمارہ، اسکینڈے نیویائی ادب نمبر، نیاز فتح پوری نمبر اور دلیپ سنگھ نمبر کے بعد ماہنامہ انشاء نے اپنا دسواں خاص نمبر لندن میں مقیم پاکستانی نژاد شاعر بخش لائل پوری نمبر کی حیثیت سے پیش کیا ہے۔

میری محبتیں

مصنف: حیدر قریشی
قیمت: 100روپے
پتہ: معیار پبلی کیشنز کے۔ 302 تاج انکلیو، گیتا کالونی، دہلی 110031

جرمنی میں مقیم شاعر اور افسانہ نگار تقریباً ایک درجن کتابوں کے خالق ہیں اپنی نئی کتاب میں مصنف نے اپنے اہل خاندان اور اردو ادب کی چند مایہ ناز شخصیتوں کو خاکوں کا پیکر عطا کیا ہے۔

جنرل بخت خاں

مصنف: محمود علی
قیمت: 200روپے
پتہ: رایٹ کمپیوٹرس، 2652/55 کوچہ چیلان، دریا گنج، نئی دہلی۔ 110002

کتاب میں مصنف نے 1857 میں لڑی گئی جنگ آزادی کی مجاہد اول جنرل بخت احمد خاں کے جذبات و احساسات، جراءت و شجاعت اور بلند عزائم کی تصویر کشی کے ساتھ اس جنگ میں شریک دوسرے ممتاز و گمنام مجاہدینِ آزادی کا بھی تاریخی حوالوں سے تذکرہ کیا ہے۔ ●

آج کے مسائل
دین کی روشنی میں

عادل صلاحی
مدیر شعبہ اسلامیات
"عرب نیوز" جدہ
(سعودی عرب)

سعودی عرب کے مقتدر روز نامہ "عرب نیوز" کے ایڈیٹر اسلامیات عادل صلاحی اپنے پڑھنے والوں کے ان سوالات کا جواب دیتے ہیں جن کا تعلق اسلام سے اور مسلمانوں کو آج کی دنیا میں پیش آنے والے مسائل سے ہے۔ بہت سے مذہبی مسائل میں الگ مکاتیب خیال سے تعلق رکھنے والے افراد میں اختلاف رائے کی گنجائش ہوتی ہے۔ پھر بھی، ہر مسلک کے ماننے والے مسلمان عادل صلاحی کی رائے کا احترام کرتے ہیں اور ان کے دئے ہوئے جوابات ہر مسلمان کے لئے مشعل راہ بن سکتے ہیں۔ اس لئے ہر ماہ ان کے کچھ جوابات ترجمہ کرکے پیش کئے جاتے ہیں۔ امید ہے یہ سلسلہ آپ کے ذہنوں میں بہت سے شکوک کا ازالہ کرے گا اور آپ اسے بصیرت افروز پائیں گے۔

غلطی سے قرآن مجید گر جانے پر کیا کفارہ دیا جائے؟

س: غلطی سے کسی شخص کے ہاتھ سے قرآن مجید زمین پر گر پڑا۔ اس پر کسی نے بتایا کہ اس شخص پر قرآن کے وزن کے برابر گیہوں یا چاول کسی غریب کو خیرات میں دینا فرض ہو گیا ہے۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟

ج: دوسرے آدمی کی کہی ہوئی بات بالکل بے بنیاد ہے۔ ایک اتفاقی حادثہ میں اس شخص کے ہاتھ سے قرآن گر پڑا۔ یہ کوئی گناہ نہیں۔ لہٰذا اس کے لئے کسی کفارہ کی ضرورت نہیں۔ ہاں اس شخص کو آئندہ قرآن تھامنے اور اٹھانے میں زیادہ ہوشیار رہنا چاہیے۔

کیا بینک سے حاصل منافع "سود" ہے؟

س: میرے سننے میں آیا ہے کہ کسی قرضے سے کوئی بھی فائدہ حاصل کرنا "سود" ہے۔ لیکن بینک میں جو روپیہ خاص مدت (Fixed Deposit) کے لئے جمع کرایا جاتا ہے اس لین دین میں بینک مقروض کی حیثیت میں ہوتا ہے جب کہ روپیہ جمع کرنے والا قرض دینے والا ہوتا ہے۔ لیکن صدیوں سے چلے آنے والے سود خور مہاجنوں سے بالکل مختلف، یہاں مقروض زیادہ مضبوط حال میں ہوتا ہے کیونکہ یہاں بینک شرح سود طے کرتا ہے جو قرض دینے والے یعنی روپیہ جمع کرانے والے کو منظور کرنا پڑتا ہے۔ بینک اپنے ان گاہکوں کے معاملے میں اور بھی زیادہ مضبوط حیثیت میں ہوتا ہے جب کہ وہ روپیہ قرض میں دیتا ہے۔ براہ کرم اس صورت حال پر اپنے خیالات سے آگاہ فرمایئے۔

ج: یہ ایک ایسا موضوع ہے جو بار بار زیر گفتگو رہتا ہے۔ اس موضوع پر موصول ہونے والے خطوط کا نہ شمار ہے نہ ہی اختتام۔ ہمارے قارئین کو اس بارے میں تشویش رہتی ہے اور وہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ کس چیز کی اجازت ہے۔ بینک کے سود کے لین دین کے متعلق موافقت کے خطوط بھی آتے ہیں اور مخالفت کے خطوط بھی ملتے ہیں۔ ان خطوط میں کچھ لوگ مضبوط دلائل دیتے ہیں اور کچھ محض صحیح معلومات حاصل کرنے کے لئے یہ خط لکھتے ہیں۔ اگر قرآن اور حدیث میں بینک کے انٹریسٹ (Interest) کے متعلق کوئی بیان ہوتا تو بینک انٹریسٹ کو سود کے برابر ٹھہرانے میں کوئی دقت ہی نہ ہوتی۔ لیکن یہاں مشکل یہ ہے کہ اکثر لوگوں کے لئے بینک کے لین دین کے علاوہ کوئی چارہ نہیں۔ بینک قرضوں پر پیسہ لیتا ہے اور جمع شدہ رقومات پر پیسہ دیتا ہے۔ اب چاہے یہ Interest کسی کو ملے یا دینا پڑے، یہ اس رقم کے علاوہ ہوتا ہے جو قرض دی یا لی گئی ہے۔ لہٰذا بظاہر یہ لین دین سود معلوم ہوتا ہے۔ لیکن دراصل یہ پورا معاملہ گہری تحقیق اور غور و فکر کرنے کے قابل ہے۔

میں نہیں سمجھتا کہ ہم بینک کو مقروض کا درجہ دے سکتے ہیں چاہے بینک میں پیسہ کرنٹ کھاتے میں ہو یا فکسڈ (Fixed) کھاتے میں رکھا جائے۔ پہلی بات تو یہ کہ پیسہ جمع کرنے والا گاہک خود بینک کی خدمات حاصل کرنے کے لئے جاتا ہے۔ دوسرے، جو پیسہ ہم بینک کو دیتے ہیں وہ ہمارے استعمال کے لئے کسی بھی وقت موجود رہتا ہے، سوائے اس کے کہ پیسہ بینک سے نکالنے پر ہم اپنی طرف سے کوئی پابندی لگادیں۔ اور روپیہ کسی طے شدہ مدت کے لئے بینک کو دیں یعنی Fixed Deposit کرائیں۔ ایسی خود لگائی ہوئی پابندی کے انعام میں ہم کو جمع کی ہوئی رقم سے زیادہ رقم حاصل ہوتی ہے۔ لہٰذا ایک مخصوص مدت کے لئے پیسہ بینک میں چھوڑنے کا اختیار خود ہمارا ہے۔ اور اس اختیار کو ہم مزید مالی فائدہ اٹھانے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ بینک کبھی بھی اپنے گاہک کے حضور میں قرضہ حاصل کرنے کے لئے نہیں آتا۔ گویہ کہا جاسکتا ہے کہ بینک اشتہارات وغیرہ کی مدد سے لوگوں کے ذہن میں یہ بٹھانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں کہ وہ لوگوں کا روپیہ رکھنے کے لئے محفوظ جگہیں ہیں۔ اور اپنی دوسری موجود خدمات کی تشہیر کرتے رہتے ہیں۔ ان چیزوں کے پیش نظر ضرورت ہے کہ بینک اور اس کے گاہکوں کے رشتہ پر غور و فکر کرکے اس کی اسلامی نکتہ نظر سے واضح تعریف وضع کی جائے۔ اور یہ واضح تعریف اس وقت وضع کی جاسکتی ہے جب کہ علمائے دین، عالمان معاشیات اور دوسرے ماہرین کے ساتھ اس معاملہ پر ہر پہلو سے سوچ بچار کرکے کوئی رائے صادر کریں۔

فرض کیجئے بینک کے منیجر کے پاس ایک گاہک پہنچتا ہے اور کہتا ہے "میں یہ رقم تمہاری تجارت میں لگانا چاہتا ہوں۔ اور مجھے تم پر مکمل اعتبار ہے کہ تم میرے پیسے کی حفاظت کرسکو گے۔" تو یہاں ایک بڑی دل چسپ صورت حال سامنے آتی ہے جو کہ اس صورت سے قطعی مختلف ہے جو کہ قرض خواہ اور قرض دار کے آپسی تعلق میں ہوتی ہے۔ اب فرض کیجئے کہ بینک منیجر اس اجازت کو اپنی مرضی کی تجارت میں روپیہ لگانے کا اختیار باور کرتا ہے۔ اب گاہک کو ایک مخصوص مدت کے بعد بینک سے جو رقم ملتی ہے وہ منیجر کی کی ہوئی تجارت پر منافع کا ایک حصہ سمجھ میں آتی ہے۔ اور یہ اس بات سے طے ہوتا ہے کہ گاہک نے کہا تھا کہ اس کی نیت روپے کو تجارت میں لگانے کی تھی سود کمانے کی نہیں تھی۔ اس رقم کو لینے کی اجازت ہے خصوصاً جب کہ ہم کو معلوم ہے کہ مختلف بینکوں میں اس طرح پیسہ لگانے کی سہولت کے علاوہ سیدھے سادے ایک مدت کے لئے روپیہ جمع کرانے (Fixed Deposit) کے موجود ہوتی ہے۔ اس مثال میں گاہک کسی طرح سے بھی قرض دینے والا اور بینک قرض دار نہیں گنا جاسکتا ہے۔

www.taemeernews.com

ہمارے قاری کا دوہرایا ہوا مقولہ "کسی بھی قرضے سے کوئی بھی فائدہ سود ہے۔" دراصل کوئی حدیث نہیں ہے حالانکہ اکثر اسے حدیث کی طرح بیان کیا جاتا ہے۔ اصل میں یہ علما کا وضع کیا ہوا ایک قاعدہ ہے۔ لہٰذا اس بارے میں سوالات کئے جاسکتے ہیں، اور بینک کے لین دین پر اس قاعدہ کا اطلاق لین دین کی نوعیت پر ہی منحصر ہوگا۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی مسلّم ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے اپنے لئے ہوئے قرض کو جب واپس کیا تو قرض خواہ کو قرض لی ہوئی رقم سے زیادہ ہی واپس ادا کی۔ لیکن اللہ کے رسولؐ اور ان کے قرض دینے والے کے درمیان قرضے سے زائد دینے کا کوئی پہلے سے معاہدہ نہیں تھا۔ رسول اکرمؐ کا یہ عمل قرض دینے والے کی اس مدد کے لئے ممنونیت کا اظہار تھا جو قرض دینے والے نے قرض دے کر کی تھی۔ اللہ کے رسولؐ نے جو عمل کیا کوئی دوسرا بھی ویسے ہی کر سکتا ہے۔ بس پہلے سے کوئی اشارہ یا معاہدہ نہ ہو کہ ایسا کیا جائے گا۔ بہر حال بہتر یقیناً یہ ہے کہ پیسہ کسی اسلامی بینک میں لگایا جائے یا ایسے کھاتے میں ڈالا جائے جس میں نفع و نقصان دونوں ممکن ہوں۔ اگر بینک میں ان دونوں سہولتوں میں سے کوئی بھی نہ موجود ہو تو پھر بینک کے ساتھ معاہدہ کی شرائط کا بغور مطالعہ کر کے اس کا پورا اطمینان کرلینا چاہئے کہ معاہدہ کی رو سے منافع حاصل ہوتا ہے، نہ کہ سود۔

اللہ تک پہنچنے کے لئے انسانی وسیلہ شرک ہے

س: میرے ایک جاننے والے کہتے ہیں (اور، ان سے میرے دوسرے واقف بھی متفق ہیں) کہ جس طرح اسلام کے چار مکتبہ فکر (امام ابو حنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ اور امام حنبلؒ) ہیں اسی طرح اللہ کی قربت اور علم کے بھی چار درجہ ہیں۔ یعنی ان درجوں سے گزر کر ہی کوئی انسان اللہ کا اور اسلام کا صحیح علم حاصل کر سکتا ہے۔ ان درائع کے نام اس طرح سے ہیں: شریعت، حقیقت، طریقت اور معرفت۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ان مدارج کو کوئی خود سے طے نہیں کر سکتا۔ اس کے لئے ایک پیر کی ضرورت ہوتی ہے اور قرآن میں کہا گیا ہے کہ اللہ تک پہنچنے کے لئے ایک وسیلہ ڈھونڈو۔ لہٰذا دعا کسی ولی اللہ کے توسل یا توسط سے مانگی جائے تب ہی قبول ہوتی ہے۔ براہ کرم اس بارے میں وضاحت فرمائیے۔

ج: سلامی فکر میں کچھ عام استعمال کی جانی پہچانی اصطلاحات کو چند لوگ اپنی کارستانی سے توڑ مروڑ کر ایسے برتتے ہیں جس سے ان کے ذاتی تصورات کا پرچار ہو جو کہ دراصل حقیقت سے کوسوں دور ہوتے ہیں۔ "وسیلہ" ایک ایسی ہی اصطلاح ہے۔ لغوی معنوں میں "وسیلہ" سے مراد "ذریعہ یا طریقہ" ہے جس سے کسی چیز کو انجام تک پہنچایا جاسکے۔ "وسیلہ" کی اصطلاح قرآن مجید کی پانچویں سورۃ (المائدہ) کی 35 ویں آیت میں استعمال ہوئی ہے۔ اس آیت کا ترجمہ کچھ یوں ہوگا "اے ایمان والو، ڈرتے رہو اللہ سے اور ڈھونڈو اس تک وسیلہ (قریب آنے کا ذریعہ) اور اس کی راہ میں جہاد (جدو جہد) کرو تاکہ تمہارا بھلا ہو۔" قرآن کے مفسر متفق ہیں کہ یہاں "وسیلہ" سے مراد وہ عمل ہیں جو بندہ کو اللہ سے قریب کریں، اور ان میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں وہ عبادتیں صدق دل سے ادا کرنا شامل ہے جو بندہ پر فرض کی گئی ہیں، اور ان کے ساتھ ساتھ اپنی طرف سے سنت نمازیں اور روزے رکھنا اور زکوٰۃ کے علاوہ ضرورت مندوں کو خیرات کے طور پر چیزیں اور روپیہ دینا وغیرہ بھی اسی عمل کا حصہ ہیں۔ اس نکتہ پر فقہ کے عالموں اور قرآن کے مفسرین کے درمیان مکمل اتفاق ہے۔ اس آیت سے بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ مقصد اللہ سے قریب ہونا ہے۔ اور یہ مقصد اس کے احکامات کی بجا آوری اور اس کے ممنوعہ امور سے بچنے سے حاصل ہوتا ہے۔ "وسیلہ" کا لفظ ایک حدیث میں بھی آتا ہے جس میں مسلمانوں کو اذان سننے پر ایک دعا پڑھنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ اس دعا میں اللہ تعالیٰ سے حضرت محمدؐ کو جنت میں "وسیلہ" عنایت کرنے کی درخواست کی جاتی ہے۔ رسول اکرمؐ نے اس حدیث میں بتایا ہے کہ "وسیلہ" کیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ "وسیلہ" جنت کی ایک اعلیٰ منزل ہے جو دنیا میں کسی ایک بندے کو ملے گی۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم اذان کے بعد میرے لئے اللہ تعالیٰ سے وہی مقام طلب کیا کرو۔ رسول اکرمؐ نے اللہ تعالیٰ سے توقع فرمائی کہ اللہ آپؐ کو ہی یہ مقام عنایت فرمائے گا۔

کچھ لوگ اس اصطلاح کے معنوں کو توڑ مروڑ دیتے ہیں اور اس میں اس فعل کے معنی گڈمڈ کر دیتے ہیں جس سے کہ یہ لفظ ماخوذ ہے (یعنی "توسل" جس کے معنی ہیں ذریعہ ڈھونڈنا) تاکہ وہ اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان بیچ کے ایک انسان بٹھانے کے طریقوں کو درست ثابت کر سکیں۔ ایسے لوگ زور دیتے ہیں کہ دعاؤں کو کسی ولی یا اللہ کے اچھے بندے کا نام لے کر مانگنا چاہئے۔ عموماً یہ ولی یا اللہ کے نیک بندے وہ ہیں جو مرحوم ہو چکے ہیں۔ یہ ایک طرح سے اللہ کے ساتھ کسی اور کو جوڑنا ہے جو کہ قطعی ناجائز ہے۔ ایسا کوئی بھی عمل جس سے ظاہر ہو کہ اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان کسی اور کو براجمان کیا گیا ہے، ایک سے زیادہ معبود بنانے کے برابر ہے اور شرک میں شمار ہوگا۔ کیونکہ یہ اللہ کے ساتھ کسی بیچ والے کو ساجھی کا رتبہ دینا ہوگا۔ ایک حدیث قدسی میں اللہ کے رسولؐ نے بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "مجھے کسی ساجھی کی کوئی ضرورت نہیں۔ جو میرا ساجھی ٹھہراتا ہے میں اس سے کنارہ کش ہو کر اسے اس کے ٹھہرائے ہوئے ساجھی پر چھوڑ دیتا ہوں"۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ جب کوئی دعا کرتے وقت کسی کو ولی اللہ سمجھ کر درمیان میں ڈالتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا نہیں سنے گا۔ اور یہ دعا اس مرحوم انسان پر چھوڑ دی جائے گی، جو بے بس اور بے طاقت ہے۔

اسلام ایک آسان اور آسانی سے سب کی سمجھ میں آنے والا مذہب ہے اور جو اللہ پر یقین لانے کی ذمہ داری فرد پر رکھتا ہے۔ اسلام میں ایسے کوئی درائع نہیں جیسے ہمارے قاری نے لکھے ہیں! اسلام تو بلالحاظ و تخصیص تعلیمی قابلیت و صلاحیت، ادنیٰ یا اعلیٰ، رنگ، نسل جنس یا زبان کے ہر انسان سے یکساں طور سے اللہ پر ایمان لانے کا تقاضہ کرتا ہے۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہر انسان اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی یکساں صلاحیت اور احساس رکھتا ہے۔ اگر اللہ پر ایمان کے چار مدارج ہوتے تو لوگ سب سے اونچے درجے پر پہنچنے کے لئے اپنے فطری میلان اور صلاحیت کی بنا پر ایک دوسرے سے جدا ٹھہریں گے۔ لہٰذا ان سب پر یکساں فرائض عائد کرنا ان کے ساتھ انصاف نہ ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ ناانصافی نہیں کرتا۔ علاوہ بریں اسلام میں چار کے علاوہ اور بھی مکتبہ فکر موجود ہیں۔ مشہور چار تو بڑے مکتبہ فکر ہیں۔ لیکن ان کے علاوہ بھی اور مکتبہ فکر ہیں جو بجا و باضابطہ ہیں۔ قرآن اور حدیث میں اس طرح کا کوئی اشارہ نہیں کہ صرف چار مکتبہ فکر ہوں گے۔ مکتبہ فکر کا چار سمجھا جانا تاریخ کا ایک حادثہ ہے۔ دراصل یہ کہنا بجا ہوگا کہ جتنے عالم ہیں اتنے ہی مکتبہ فکر ہیں۔

احرام کی حالت میں عورتوں کا وضو کے لئے سر سے کپڑا ہٹانا

س: میری بیوی میرے ساتھ عمرہ کے لئے گئی۔ اسے عمرہ کے دوران دوبارہ وضو کرنے کی ضرورت

www.taemeernews.com

ہوئی۔ میری بیوی نے وضو کے وقت بڑی احتیاط سے سر پر بندھا ہوا احرام کا کپڑا تھوڑا سا کھولا۔ اس پر کچھ لوگوں نے اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ ان سے تو گناہ ہو گیا اور اس کے کفارہ میں انہیں ایک بھیڑ کی قربانی کرنا ہوگی۔ آپ بتائیے؟

ج: کچھ لوگ احرام اور اس کی پابندیوں کے متعلق غلط سلط باتیں بتاتے ہیں۔ احرام کے کپڑوں کو محض صفائی کے مقصد سے بھی بدلنے کی پوری اجازت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بہت سے لوگ کئی دنوں تک احرام کی حالت میں رہتے ہیں۔ اگر یہ نہا کر کپڑے نہ بدلیں تو کپڑے میلے ہو جاتے ہیں اور گرم موسم میں پسینے وغیرہ کی وجہ سے خود ان کے جسموں سے بدبو آنے لگے گی۔ اسلام کا منشا لوگوں کو اس حالت میں مبتلا رکھنا نہیں۔

حج یا عمرہ کے دوران اگر کسی کو تازہ وضو کرنا ہو تو اس کو پوری طرح سے کرنا چاہئے۔ آپ کی بیوی نے بالکل صحیح کیا کہ وضو کے دوران بال گیلے کرنے کو اپنے سر کو کھولا۔ یہ درست تھا، شرط یہ ہے کہ یہ کسی ایسے احاطے میں کیا گیا ہو جہاں سے وہ غیر محرم مردوں کی نظروں کے سامنے نہ آتی ہوں۔ انہیں کوئی کفارہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں کیوں کہ ان سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا۔

غیر مسلم رشتہ داروں کے ساتھ کھانا اور وراثت

س: میں ایک نو مسلم ہوں، مگر میرے خاندان والے ابھی تک کیتھولک عیسائی مذہب پر ہیں۔ انہوں نے میری مذہب کی تبدیلی کو بغیر کسی الجھاؤ کے قبول کر لیا ہے۔ لیکن جب ہم ایک ساتھ کھانا کھاتے ہیں تو وہ کھانے کی ابتدا دعا سے شروع کرتے ہیں اور اس دعا میں حضرت عیسیٰؑ سے خطاب کیا جاتا ہے۔ لیکن میں ان کی دعا سے پہلے ہی بسم اللہ کہہ لیتا ہوں۔ مجھے فکر ہے کہ میں غلطی کر رہا ہوں۔ میں اپنے ورثہ کے بارے میں بھی جاننا چاہتا ہوں۔ کیا میں اپنے عیسائی خاندان سے ورثہ کا حق دار ہوں؟

ج: پہلا معاملہ آسان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں قرآن میں بتایا ہے کہ مسلمان کے لئے اہل کتاب (یعنی عیسائی اور یہودی، جو کہ الہامی مذاہب کے ماننے والے ہیں) کا کھانا کھانا حلال ہے۔ آپ کھانا شروع کرنے سے پہلے اللہ کا نام لے لیتے ہیں، اس کے علاوہ آپ کو اور کچھ کرنے کی ضرورت نہیں۔ چونکہ آپ کے خاندان والے آپ کے مسلمان ہونے پر کسی قسم کی روک ٹوک نہیں کرتے لہٰذا آپ کو اپنے خاندان والوں سے قریبی تعلقات برقرار رکھنا چاہئیں۔ ہاں آپ یہ کر سکتے ہیں کہ ان سے حضرت عیسیٰؑ اور اللہ کے درمیان فرق کو سمجھنے کی ضرورت پر گفتگو کریں۔ اگر وہ مان لیتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ ایک انسان تھے تو پھر ضرورت نہیں کہ وہ حضرت عیسیٰ کو خدا کے معنوں میں مالک یا آقا کہہ کر پکاریں۔ یہ بات وہ شاید آپ کے سمجھانے سے قبول کر لیں۔ لہٰذا یہ بڑا اہم قدم ہوگا۔

مختلف مذاہب کا پیرو ہونا وراثت کے معاملے میں رکاوٹ کا باعث ہے۔ مسلمان غیر مسلم سے اور غیر مسلم مسلمان سے ورثہ کا حق دار نہیں ہے۔ رسول اکرمؐ نے فرمایا ہے کہ "دو مختلف مذاہب کے پیرو کار ایک دوسرے کا ورثہ نہیں پا سکتے"۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی بتانا چاہتا ہوں کہ بہت سے علما کا کہنا ہے کہ ایک مسلم اپنے خاندان کے کسی غیر مسلم فرد سے ورثہ حاصل کر سکتا ہے اگر وہ ورثہ دینے والے نے اپنی خوشی سے دیا ہو۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ اگر غیر مسلم ہمیں اپنی زندگی میں کچھ مال تحفہ میں دیں تو ہمیں یہ مال تحفہ میں قبول کرنے کی اجازت ہے۔

اس میں شک نہیں کہ ان کی زندگی میں ان سے تحائف قبول کرنے یا ان کو تحفہ دینے پر کوئی پابندی نہیں۔ علما کی دلیل ہے کہ غیر مسلم کی موت کے بعد اس سے تحفہ یا وصیت قبول کرن جائز ہے۔

کیا مسلمان عورت اپنے نابالغ بچے کی "ولی" یا "سرپرست" نہیں ہو سکتی؟

س: میری جاننے والی ایک خاتون ہندوستان میں خود اپنی روزی کما رہی ہیں۔ حال ہی میں وہ بینک میں کچھ پیسہ اپنے بچے کے نام سے جمع کرنا چاہتی تھیں، لیکن بینک کے ایک افسر نے اسے نامنظور کر دیا اور ان سے کہا کہ چونکہ وہ اپنے بیٹے کی "سرپرست" نہیں مانی جا سکتی لہٰذا وہ اس کے نام پر روپیہ نہیں جمع کرا سکتیں۔ بینک والوں نے قانون کی کتابیں دکھائیں، جن سے ظاہر ہوتا تھا کہ اسلامی قانون کے تحت ایک عورت اپنے بیٹے کی سرپرست نہیں ہو سکتی۔ حیرت کے مارے اس خاتون کی زبان گنگ ہو گئی کیونکہ وہ یہ سمجھنے سے قاصر تھیں کہ وہ اپنے بچے کو اپنا روپیہ کیوں نہیں دے سکتیں۔ اب انہیں اس بات کی کرید ہے کہ کیا واقعی ایک باپ کے انتقال کے بعد ماں کو اولاد کی سرپرستی کا کوئی حق نہیں۔

میں یہ بھی بتانا چاہتا ہوں کہ بینک نے قانون کی جو کتاب دکھائی تھی اس میں صاف لکھا تھا کہ اگر کسی نابالغ مسلمان بچے کا باپ مر جائے تو اس کا سرپرست باپ کی وصیت پر مقرر کیا ہوا شخص ہوگا یا باپ کا باپ یعنی دادا یا دادا کی وصیت پر مقرر کیا ہوا شخص ہوگا۔

ج: عورتوں کے حقوق کے بارے میں کوئی نہ کوئی تنازعہ سامنے آتا رہتا ہے کیونکہ کچھ لوگ ہمیشہ اس کوشش میں رہتے ہیں کہ جہاں تک ممکن ہو عورتوں کے حقوق کو محدود کیا جاتا رہے۔ کبھی یہ حد بندی قانون اور خصوصاً ان ملکوں کے قوانین کی وجہ سے ہوتی ہے جو اسلامی طریق عدل سے جدا ہیں اور وہاں ایک دوسرے قانون کے تحت ہیں جیسے کہ قومی، نو آبادیاتی یا سیکولر قانون۔ اس کے علاوہ جن ملکوں میں مسلمان اقلیت میں ہیں وہاں کے قانون میں اسلامی قوانین کا کہیں پاس و لحاظ رکھا جاتا ہے اور کہیں نہیں بھی رکھا جاتا۔ بعض اوقات ان ممالک میں حکومتیں اسلامی معاملات میں تنگ نظر اور روایتی رویئے اپناتی ہیں غالباً اس خیال میں کہ وسیع النظر رویہ اپنانے سے بحث و مباحثہ اور پرجوش تنازعے نہ شروع ہو جائیں، اور یہ اس توقع میں کیا جاتا ہے کہ اس طرح سے انہیں اقلیتی مسائل کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ لیکن اس قسم کے طرز عمل کا نتیجہ بعض اوقات توقعات سے بالکل الٹا نکلتا ہے۔ اور ایسی پابندیاں عائد ہو جاتی ہیں جن کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی اور جو افراد کے لئے نقصان و پریشانی کا سبب بن جاتی ہیں۔ میرے اس قاری نے جس صورت حال کے متعلق لکھا ہے، میرے خیال میں وہاں اسلامی قوانین کا غلط اطلاق کیا گیا ہے، گو غلطی بینک کی ہے یا ملکی حکام کی یہ واضح نہیں ہے۔ اسلام میں محدود سرپرستی کا اصول فقط کسی نابالغ کی جائیداد کی دیکھ بھال یا اس کی فروخت پر لاگو ہوتا ہے۔ یہ حق فقط کسی نابالغ کے باپ کو حاصل ہوتا ہے یا والد کے انتقال کی صورت میں اس کے مقرر کئے ہوئے شخص کا ہے۔ لیکن اگر انتقال سے پہلے والد نے کوئی ولی مقرر نہیں کیا ہے تو پھر یہ حق ملک کے حاکم (حکومت) کا، دادا کا اور ماں کا ہوتا ہے۔ ملک کا حاکم نابالغ کی جائیداد کی دیکھ بھال کے لئے ایک ولی مقرر کر سکتا ہے۔ یہ ولی چاہے باپ کا مقرر کیا ہوا ہو یا حکومت کا، کوئی بھی مرد یا عورت ہو سکتا ہے۔

زیر نظر معاملہ میں ماں کے اقدام کو جائیداد کو بیچنے کے برابر سمجھ لیا گیا ہے، جب کہ ایسا بالکل نہیں تھا۔

www.taemeernews.com

برخلاف اس کے، عورت کا عمل تو بچہ کے لئے فائدہ مند تھا، لہٰذا بینک کو چاہیے تھا کہ وہ ماں کی جمع کرائی جانے والی رقم کو قبول کر لیتا۔ لگتا ہے کہ بینک کے افسران نے سوچا ہو گا کہ اس معاملے میں کوئی ذمہ داری لینا نہیں چاہیے، لہٰذا ان کے نظریہ سے بہتر رہے گا کہ بچہ کا قانونی سر پرست ہی اس رقم کو جمع کرے۔ جہاں تک اسلامی قانون کا تعلق ہے عورت کو پورا اختیار حاصل ہے کہ وہ آزادانہ طور سے اپنی جانب سے کسی بھی مالی لین دین کے معاملے میں حصہ لے۔ ایسے معاملات میں وہ بحیثیت ایک سر پرست کے بھی حصہ لے سکتی ہے اگر اس کو کسی نا بالغ کی سر پرستی کا درجہ نا بالغ کے باپ کی وصیت سے حاصل ہوتا یا یہ درجہ اس کو حاکم ملک کے فیصلے سے حاصل ہوتا ہے۔ حاکم ملک اس مقصد کے لئے اپنی طرف سے کسی منصف یا عدالت کو اس فیصلہ کا اختیار سونپ سکتا ہے، لہٰذا اس عدالت یا منصف کا فیصلہ حاکم ملک کا فیصلہ مانا جائے گا۔

بیوی کی طرف سے شوہر کی لاپرواہی

س: میں اپنے شوہر کی دوسری بیوی ہوں۔ شادی کے پہلے سال تو معاملات ٹھیک تھے لیکن شادی کے ایک سال بعد میرے شوہر کا رویہ مجھ سے پہلے جیسا نہیں رہا۔ اب ہم میں کبھی کبھار ہی ملاقات ہوتی ہے اور بغیر کچھ کہے سنے بیوی کے تئیں انہوں نے شوہر کی ساری ذمہ داریوں سے مونہہ موڑ لیا ہے۔ اس میں بیوی کی مالی مدد اور جنسی آسودگی (جو عصمت کی پاکیزگی برقرار رکھنے میں بیوی کی مدد ہے) بھی شامل ہیں۔ میرے شوہر نے کبھی اپنی اس تبدیلی کی وجہ نہیں بتائی۔ میرے اصرار پر وہ صرف یہ کہتے ہیں کہ وہ جس ملک میں کام کرتے ہیں وہاں کے قانون کی وجہ سے وہ مجھے اپنے ساتھ نہیں رکھ سکتے۔ جب اس پر میں نے ان سے طلاق دینے کی درخواست کی تو انہوں نے اس سے بھی انکار کر دیا۔ میں نے ان سے بڑی التجائیں کیں کہ اپنی چھٹیوں میں وہ کم از کم دو ہفتے تو میرے ساتھ گزاریں مگر انہوں نے اس پر کوئی توجہ دینا مناسب نہیں سمجھا۔ نہ ہی وہ اس پر تیار ہیں کہ ہماری شادی کے نتیجے میں اولاد ہو۔ براہ کرم مجھے بتائیے کہ میرے شوہر کا یہ رویہ طلاق حاصل کرنے کی بنیاد سمجھا جا سکتا ہے؟

ج: لوگوں کو ہم کتنا سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں کہ اسلام عورت اور مرد کو برابری کا درجہ دیتا ہے لیکن اس کے باوجود لوگ عورتوں سے کمتری کا برتاؤ کرتے ہیں اور ایسا رویہ رکھتے ہیں گویا اللہ نے انہیں عورتوں سے برا چلن رکھنے اور انہیں ستانے کا حق دے رکھا ہو۔ یہ رویہ اسلام کے بنیادی اصولوں کے بالکل خلاف ہے۔ اسلام میں مرد عورت کے درمیان کسی بھی نیک عمل اور اس کے ثواب میں کوئی فرق نہیں ہے۔ عورت اور مرد دونوں پر اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لانے کی ذمہ داری ہے۔ دونوں ہی ایک ہی طرح سے نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اور دوسرے فرائض ادا کرنے کے پابند ہیں۔ دونوں کو ہی اس پر یکساں اور برابر کا ثواب ملتا ہے۔ دونوں سے ہی ایک ہی جنت میں جانے کے انعام کا وعدہ ہے۔ ایسی صورت میں پھر مرد عورتوں پر کون سی برتری کا دعویٰ رکھتے ہیں؟

دراصل حقیقت یہ ہے کہ انسانی معاشرہ کی تنظیم جس طریقے پر ہوئی ہے اور مرد و عورت کے درمیان ان کی فطرت کے مطابق جس طرح اس معاشرے میں ذمہ داریوں کی تقسیم ہوئی ہے اس کی وجہ سے مردوں کو عورتوں پر برتری جتانے کا موقع مل جاتا ہے اور عورتوں کو برے رویئے اور ستائے جانے سے محفوظ رکھنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اسی لئے اللہ کے رسولؐ بار بار اپنے امتیوں کو عورتوں سے نرمی کا برتاؤ کرنے کی ہدایت فرماتے تھے اور ان کی اچھی طرح دیکھ بھال اور خیال کرنے کی تاکید فرماتے تھے۔

رسول اکرمؐ نے تو یہ تک سمجھایا تھا کہ اپنی عورتوں سے مہربانی اور رحم دلی کا برتاؤ جنت پانے کی نشانی ہے۔ یہاں تک کہ رحمت اللعالمین حضرت محمدؐ نے بستر مرگ پر بھی اپنی امت کے لئے عورتوں کے بارے میں اپنی اس ہدایت کو دوہرایا کہ وہ جب کبھی عورتوں سے کوئی برتاؤ کریں تو اپنے خیال اور نظر میں اللہ کا ڈر سامنے رکھیں۔ لیکن مرد پھر بھی عورتوں سے برتاؤ کے معاملے میں اللہ کے رسولؐ کی ان ہدایات کو پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ اسلام میں شادی ایک رشتہ کا معاہدہ ہے، جس کی رو سے فریقین کے درمیان کچھ ذمہ داریوں اور حقوق کا لین دین طے پا جاتا ہے۔ ان کا مقصد ایک ایسا عمدہ اور انصاف پرور خاندانی ماحول پیدا کرنا ہے جس میں رہ کر اگلی مسلمان نسل بخوبی نشو و نما پا سکے۔ شوہر کے ذمے اپنے خاندان اور اس گھر بار کی دیکھ بھال اور مالی ذمہ داری ہے جس میں اس کے بیوی بچے رہتے ہیں۔ بیوی کو پورا حق حاصل ہے کہ شوہر اس کی دیکھ بھال کا جتن کرے اور اسے وہ معیار زندگی مہیا کرے جو بیوی کے سماجی رتبے کی دوسری عورتوں کو حاصل ہے اور جس کا شوہر مالی طور سے اہل ہے۔ ایک امیر آدمی اپنی بیوی کو مفلسی کی حالت میں نہیں رکھ سکتا۔ ہر آدمی اپنی بیوی کی کفالت اللہ کی اسے دی ہوئی دولت اور بیوی کے عادی معیار زندگی کے مطابق کرے گا۔

شادی میں میاں بیوی دونوں پر باہمی امداد سے اپنی عفت کا برقرار رکھنا لازم ہے۔ دونوں کے لئے اپنی فطری جسمانی خواہشات کی تسکین کا قانونی و جائز ذریعہ شادی ہے۔ چونکہ جنسی خواہش انسان کی فطری اور بنیادی خواہش ہے، لہٰذا مرد و عورت دونوں کے لئے اس خواہش کی مناسب اور قانونی طور سے جائز تسکین ان کی شخصیت کی صحت مند تکمیل کے لئے بے حد اہم ہے۔ اپنے ان فرائض میں کسی قسم کی کوتاہی طلاق کے لئے کافی وجہ ہو سکتی ہے۔

زیر نظر معاملہ میں بیوی معاہدہ شادی (نکاح) سے حاصل ہونے والے ان سارے حقوق سے محروم ہے۔ جو اس کے شوہر کے فرائض میں شامل ہیں۔ شوہر اس پر بھی راضی نہیں کہ بیوی شادی توڑ کر اپنے معاملات کو درست کرنے کے لئے کوئی قدم اٹھا سکے۔ لہٰذا بیوی کو چاہیے کہ اپنے معاملات کو اسلامی عدالت کے سامنے پیش کرے اور اگر وہ اپنے دعوے کو صحیح ہونے کا ثبوت پیش کر سکتی ہے تو عدالت اس کے شوہر پر حکم صادر کر دے گی کہ وہ یا تو اپنے فرائض کو خاطر خواہ انداز میں پورا کرے ورنہ عدالت شادی کو ختم کر دے گی۔ لیکن یہ کہنے کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ ایسا کرنا شاید عملی طور پر ممکن نہ ہو۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ جس ملک کی وہ رہنے والی ہے، وہاں اسلامی خاندانی قوانین کو ایسے خاندانی جھگڑوں میں لاگو کئے جانے کی اجازت نہ ہو۔ یا پھر یہ بھی ممکن ہے کہ عورت کے لئے اپنے دعوے کے ثبوت مہیا کرنا ممکن نہ ہو۔ لیکن ہر حال میں اہم یہ ہے کہ لوگوں کو یہ احساس ہو کہ اگر وہ اس دنیا میں اپنی بیویوں سے برا سلوک کرنے پر پکڑ سے بچ جاتے ہیں تو بھی یوم حساب ان کو اللہ کے حضور میں اس برے سلوک کی جواب دہی کرنی ہوگی۔ گویا وہ اپنے لئے خود گڑھا کھود رہے ہیں۔ کوئی صحیح الدماغ آدمی کسی دوسرے سے ناروا سلوک کر کے خود کو اللہ کے غصہ اور سزا کا مستحق بنانے کے لئے تیار نہیں ہو سکتا، اور پھر یہاں تو معاملہ خود اپنی بیوی کا ہے، جس کی دیکھ بھال اور خیال کرنے کی ذمہ داری اللہ اور اس کے رسولؐ نے شوہر کی ٹھہرائی ہے۔

www.taemeernews.com

بازگشت

ادریس صاحب:

ایک عرصہ بعد "شمع" میں اپنے بارے میں پڑھا (شمع: فروری) اور اچھا لگا۔ میری تعریف میں جو کچھ لکھا گیا، اس سے دل باغ باغ ہوگیا۔ دلی میں مرزا غالب انٹرنیشنل سمینار کے موقع پر ایوارڈ لینے جب میں دلی آئی تھی تو آپ ملاقات کے لئے تشریف لائے اور میں آپ کو بس اتنا کم وقت دے سکی، اس کا مجھے اب تک افسوس ہے، لیکن آپ کو علم ہے کہ بمبئی کے لئے فلائٹ کا وقت قریب تھا اور ایر پورٹ کافی دور! میں اس وقت فلائٹ پکڑنے کی جلدی میں تھی۔ آپ بمبئی تشریف لائیں گے تو پھر تفصیل سے ملاقات ہوسکے گی۔

نیا سال تقریباً ایک چوتھائی گزر چکا ہے، پھر بھی آپ کو اور شمع کے سبھی پروانوں کو نئے سال کی مبارک باد۔

(اداکارہ) ثریا، بمبئی

ادریس صاحب:

ہندوستان اور پاکستان میں "شمع" ہی ایک ایسا جریدہ ہے جو ہمیں ان دنوں دونوں ملکوں میں ہونے والی خوشیوں اور غموں سے باخبر رکھتا ہے یہ درست ہے کہ "شمع" کا ایک بڑا حصہ فلم کے لئے مخصوص ہوتا ہے لیکن علم وادب کے لئے بھی "شمع" کی خدمات کسی سے پوشیدہ نہیں۔ "شمع" سے وہ روشنی ملتی ہے جس میں ہم فلم وادب میں رونما ہونے والے اہم واقعات کو نمایاں طور پر دیکھ سکتے ہیں۔

پچھلے دنوں یہ خبر آچکی تھی کہ سینئر ترقی پسند شاعر وامق جونپوری وفات پاگئے۔ اب یہ اندوہناک خبر بھی ہم تک پہنچی کہ نہایت مقبول شاعر اور بہت اچھے دوست خمار بارہ بنکوی ہم سے رخصت ہوگئے۔ شاید ابھی تک یہ خبر "شمع" تک نہیں پہنچی کہ پاکستان کے ایک اہم اور خوش گو شاعر غلام محمد قاصر بھی ہم سے جدا ہوگئے۔ اللہ ان سب کو جوار رحمت میں جگہ دے اور جو باقی بزرگ ادیب وشاعر ہماری رہنمائی کے لئے موجود ہیں خدا تادیر ان کا سایہ ہمارے سروں پر قائم ودائم رکھے۔

یہ اطلاع بھی ہمیں "شمع" کے ذریعہ تفصیل سے ملی تھی (شمع: فروری) عالمی شہرت کے مالک اور ہندوستان کے منفرد فلم اداکار دلیپ کمار بائی پاس سرجری کے امتحان سے گزر چکے ہیں۔ ہرچند کہ ان سے میرا ٹیلی فون کے ذریعہ رابطہ رہتا ہے اور ان سے میری نیازمندی کو تقریباً 45 برس ہوتے ہیں لیکن پھر بھی تفصیل سے خبر کی ضرورت پڑتی ہے تو وہ تشنگی "شمع" ہی مٹاتا ہے۔

میرے لئے ایک اور بڑا حادثہ "فن اور شخصیت" کے مدیر صابر دت کی وفات ہے۔ یہ خبر بھی تفصیل کے ساتھ "شمع" میں پڑھنے کو ملی۔ صابر دت ایک ایسی شخصیت تھے جن پر مفصل کچھ لکھنے کی ضرورت ہے۔ سردست ان کے لئے دعائے مغفرت پر اکتفا کررہا ہوں۔

قتیل شفائی، لاہور (پاکستان)

ادریس صاحب:

خمار بارہ بنکوی بھی اللہ کو پیارے ہوگئے۔

خمار بارہ بنکوی سے میری پہلی ملاقات دراصل ملاقاتوں کے ایک سلسلے کی کڑی تھی۔ بات شاید 1942 کی ہے۔ بمبئی میں جگر مرادآبادی کے شیدائیوں نے یکے بعد دیگرے تین مشاعرے کر ڈالے۔ ان میں جگر صاحب نے اپنے تین شاگردوں کو متعارف کرایا۔ یہ تین شاگرد تھے: خمار، مجروح اور شکیل بدایونی تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب فلمی گانوں میں شاعری اور راگ داری نہ صرف تلاش کی جاتی تھی، بلکہ لازمی سمجھی جاتی تھی۔ اس لئے مشاعروں میں موسیقار وقت نکال کر شریک ہوا کرتے تھے کہ نہ جانے کب کوئی گوہر آب دار ہاتھ لگ جائے۔ مجھے چوں کہ ذاتی طور پر شعر و شاعری سے لگاؤ تھا، اس لئے مجھے جب بھی موقع ملتا تھا میں مشاعرہ سننے ضرور جاتا تھا۔ میں نے ان مشاعروں میں بھی شرکت کی۔

اس زمانے میں کاردار فلمز نے، جس سے میں منسلک تھا، ایک بہت بڑی فلم "شاہجہاں" بنانے کا اعلان کررکھا تھا، جس کے ہیرو کندن لال سہگل اور ہیروئین روحی (اداکارہ سلمیٰ آغا کی والدہ) تھیں۔ کاردار صاحب کا اور خود میرا خیال تھا کہ مغل شہنشاہ اور بانی تاج محل، شاہجہاں کی بابت فلم میں مکالموں اور گانوں کا معیار بھی اسی اعتبار سے ہونا چاہیے۔ خمار صاحب نے وہ مشاعرہ لوٹ لیا اور ہم سب کی نظر ان پر گئی۔ مجھے ان کی طرف ایک کھنچاؤ اس لئے بھی محسوس ہوا کہ وہ بارہ بنکی کے تھے جو لکھنؤ کی بغل میں ہے اور اس لحاظ سے وہ میرے پڑوسی تھے۔

ہم نے ان سے فلم "شاہجہاں" کے دو گیت لکھنے کی فرمائش کی جسے انہوں نے قبول کرلیا۔ ان کے یہ دونوں گیت سہگل نے گائے اور بے حد مقبول ہوئے۔ ایک گانا "چاہ برباد کرے گی، ہمیں معلوم نہ تھا" اور دوسرا "اے دل بے قرار، جھوم" تھا۔ دونوں گانوں نے بہت دھوم مچائی۔ لیکن اس کے بعد جب بھی فلم انڈسٹری کو خمار صاحب کی ضرورت پڑی تو وہ ہاتھ نہیں آئے اور جب وہ آئے تو انڈسٹری کا کوڑ فل ہوا۔ میرے لئے وہ "شاہجہاں" کے بعد صرف "ناٹک" کے گیت لکھ سکے۔

دراصل فلمی گیت کاری کبھی ان کے لئے بہت کشش انگیز نہیں رہی۔ خمار صاحب مشاعرے کے لئے اور مشاعرے خمار صاحب کے لئے بنے تھے۔ انہیں مشاعروں سے عشق تھا۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ ہرچند لوگ یہ سمجھتے رہے کہ مشاعرہ صرف ان کا ذریعہ معاش تھا، لیکن سچ پوچھئے تو مشاعرہ ذریعہ معاش بہت بعد میں بنا، پہلے تو مشاعرہ ان کا شوق تھا، ان کا عشق تھا۔ یہ حقیقت ہے کہ جگر مرادآبادی کے بعد ہندوستان خمار صاحب سے بڑا مشاعروں کا شاعر پیدا نہیں کرسکا۔ وہ مشاعروں پر چھا جاتے تھے۔ انہیں آخر میں پڑھوایا جاتا تھا تاکہ لوگ بیٹھے رہیں اور واقعی لوگ صرف خمار صاحب کو سننے کے لئے بیٹھے بھی رہتے تھے۔

شکیل بدایونی کی ناگہانی وفات کے بعد پھر خمار صاحب کو گھیر گھار کر بمبئی لایا اور اپنی فلم "ساز اور آواز" کے گیت لکھنے پر بڑی مشکل سے رضامند کرلیا۔ اس فلم کے گیت بھی مقبول ہوئے۔ خصوصاً اس کا تھیم سانگ "ساز ہوں میں، آواز ہے تو" لوگوں نے بہت پسند کیا۔ لیکن وہ ایک بار پھر میرے ہاتھ سے نکل گئے۔ کے آصف کی "محبت اور خدا" کے لئے میں پھر انہیں بمبئی لایا اور اس کے تمام گیت انہوں نے ہی لکھے تھے۔

خمار صاحب اگر دل چسپی لیتے تو وہ بہت کام یاب گیت کار ثابت ہوسکتے تھے۔ ان میں بے پناہ صلاحیت تھی اور انہیں موسیقی کے تقاضے بھی معلوم تھے۔ لیکن جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا، مشاعرہ ان کا عشق اول تھا۔ مشاعرے کے لئے وہ کچھ بھی چھوڑ سکتے تھے اور کوئی بھی قربانی دے سکتے تھے۔

ان کی رحلت سے اردو زبان اور خصوصاً مشاعرے ایک بہت بڑی دولت سے محروم ہوگئے ہیں۔ میرا شعر و شاعری کا شغف دراصل ان ہی حضرات کی صحبت کا نتیجہ ہے۔ خمار صاحب کی محبت میں مجھے شعر فہمی کی تربیت ملی، جو رفتہ رفتہ شعر گوئی میں بدل گئی۔ خمار

51 www.taemeernews.com

یونس صاحب:

20 فروری کو ہندوستان کے وزیرِ اعظم بس کے ذریعہ لاہور گئے، جہاں پاکستان کے وزیرِ اعظم نواز شریف نے ان کا استقبال کیا۔ ٹی وی پر اس ملاقات کی خوش گوار جھلکیاں دیکھ کر دل خوشی سے مچل اٹھا اور قلم نے جو تحریر کیا ہے اسے آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں۔ امید ہے آپ پسند فرمائیں گے۔

سید علی شبنم کارواری، کاروار (کرناٹک)
حال مقیم: دبئی

شکر ہے دونوں ملکوں کے یہ سربراہ
ہوکے شیر و شکر خوب باہم ملے
یہ ملاقات تھی اک مداوائے غم
جیسے دیرینہ زخموں کو مرہم ملے
واجپائی ، نواز ، ناموں میں
صوت اک مشترک جو ہے "وا" ہے
آئیں گے جائیں گے خوشی سے اب
دل کا دروازہ دیکھئے وا ہے

سید علی شبنم کارواری

418,Sharif House,
Masjid Road.
KARWAR-581301(Karnatak)

صاحب سہلِ ممتنع کے بڑے شاعر تھے۔ اگر وہ ساری توجہ صرف مشاعروں پر مرکوز نہ کر دیتے تو ادب میں بھی ان کا اتنا ہی اونچا مقام ہوتا۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ ان کی خوب صورت، سہل اور خیال انگیز شاعری نقادانِ ادب کو توجہ دینے پر مجبور ہی کر دے گی۔

آغاز عاشقی کا مزا آپ جانئے
انجام عاشقی کا مزا ہم سے پوچھئے

یہ وفا کی سخت راہیں یہ تمہارے پائے نازک
نہ لو انتقام مجھ سے، مرے ساتھ ساتھ چل کے

مدتیں ہوئیں بجلی آشیاں پہ ٹوٹی تھی
آج تک یہ عالم ہے روشنی سے ڈرتے ہیں

قسم کے اشعار لکھنے والا کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔
(موسیقار) نوشاد، ممبئی

یونس دہلوی صاحب:

میرے حادثہ اور علالت کی خبر (شب خون: مارچ) پڑھ کر اس کے حوالے سے پرسشِ احوال کے لئے کئی ٹیلی فون اور بہت سے خطوط میرے پاس آئے۔

میرے تازہ حالات یہ ہیں کہ ابوہر ریلوے اسٹیشن پر بھیانک حادثہ کا شکار ہو کر اور اپولو ہسپتال، دہلی میں 18 دنوں کے اندر تین چار آپریشنوں سے گزر کر 17 فروری کو گھر آگیا ہوں۔ اپولو کے ڈاکٹر گھر آکر دیکھتے ہیں، گویا ہنوز زیرِ علاج ہوں۔ خدا کا شکر ہے کہ صحت یابی کی منزلیں طے کر رہا ہوں۔ اب سارا معاملہ پیٹھ اور کولہے کی ہڈیوں کے صحیح جگہ بیٹھ جانے کا ہے۔ اندازہ ہے کہ ایک ڈیڑھ ماہ بعد بستر سے اٹھ سکوں گا۔

یہ خط بھی بستر پر لیٹا ہوا، آڑے ترچھے انداز سے لکھ رہا ہوں۔

رفعت سروش، نوئیڈا (مضافاتِ دہلی)

یونس دہلوی صاحب:

پچھلے ہفتے کراچی سے بھوپال جانا ہوا تھا۔ جہاں علامہ اقبال ادبی مرکز کے ذریعے منعقد ہونے والے سمینار اور ہند و پاک مشاعرے میں شرکت کے بعد کل دلی پہنچا ہوں۔ یہاں میری ایک عزیز انور نزہت کے ہاں "شب خون" کا مارچ کا شمارہ نظر نواز ہوا۔

محمود شام کی نظم "وہ بہت ہی خوب صورت ہے" واقعی ایک مکمل نظم ہے۔ اظہر جاوید اور کرشن پرویز کی نظمیں نہایت پر اثر اور جذبات انگیز ہیں۔ ایک حسن کا پرتو لئے ہوئے ہے تو دوسری المیہ کا عکس۔

"بازگشت" (شب خون: مارچ) میں احمد خاں صاحب (امریکہ) کا خط میں نے خصوصی دل چسپی سے پڑھا انہوں نے نفرت اور دشمنی کو ختم کرنے کے لئے بڑی پر معنی خیز باتیں بتائی ہیں۔ آپ نے "شب خون" کے ذریعہ پاک بھارت دوستی کے سلسلے میں جو محاذ قائم کیا ہے اس کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ کچھ امید افزا نتائج تو نکلے ہیں۔ خدا کرے کہ حالات اور بہتر ہوں۔ میں نے واجپائی صاحب کے دورہ لاہور پر تین شعر کا ایک قطعہ کہا تھا جسے میں نے مدھیہ پردیش اردو اکیڈمی کے تحت اپنے اعزاز میں ہونے والے خصوصی اجلاس میں پڑھا تھا۔ وہ آپ کی اور قارئین کی نذر ہے۔

آپ اپنے مشن کو جاری رکھئے، ہم اہلِ قلم اپنا فرض ادا کرتے رہیں گے۔ کل کراچی کے لئے روانگی ہے انشاء اللہ آئندہ رابطہ رہے گا۔

محسن بھوپالی، کراچی (امروز، دہلی)

یونس صاحب:

آپ نے میری کہانی "ہوا" (شب خون: دسمبر 1998) پر رضی الدین صدیقی کی طرف سے مجھ پر عائد کردہ چوری کے الزام پر میرا جواب شائع کر کے (بازگشت: شب خون: مارچ) آپ نے فریقین کے مطمح نظر اور دلائل کو "شب خون" کے پروانوں تک پہنچا کر انصاف سے کام لیا ہے، تاہم بد قسمتی سے "شب خون" کے ستر کے دہے کا فائل دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے تنازعہ حتمی طور ختم نہیں ہوا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس تنازعے کو اس کے منطقی نتیجے تک پہنچانا ضروری ہے تاکہ آئندہ کسی کو "شب خون" جیسے مقبول اور کثیر الاشاعت جریدے میں "چوری" کی کہانی بھیجنے کی جراءت نہ ہو۔ اور دوسری طرف کوئی قلم کار کسی دوسرے قلم کار کے خلاف بلا ثبوت غیر ذمہ دارانہ طور ادبی سرقے کا الزام لگانے کی جسارت نہ کرے۔ ورنہ کردار کشی کا سلسلہ جاری رہ سکتا ہے۔

"شب خون" کا کوئی پروانہ مستند ثبوت کے ساتھ یہ مسئلہ حل کرے تو ادب اور انسانیت کی خدمت ہوگی۔ میں خود اس سلسلے میں شمارہ کی تلاش میں کوشاں ہوں۔

یہ امر ملحوظ رہے کہ صدیقی صاحب نے یہ الزام لگایا ہے کہ میری کہانی ان کی "بلا عنوان" کہانی کی ہو بہو نقل ہے، صرف کردار اور مقام تبدیل کئے گئے ہیں۔

رضی الدین صدیقی صاحب استاد بھی ہیں (جیسا کہ مشکور احمد قریشی کے خط سے معلوم ہوا) اور وکیل بھی ہیں (جیسا کہ مجھے لکھے ہوئے اُن کے بھی خط سے پتہ چلا) ایک معمار قوم اور قانون دان کی حیثیت سے اُن کا اخلاقی فرض ہے کہ وہ اس قضیئے کو حل کریں، جو اُن کا ہی پیدا کیا ہوا ہے۔

عبدالغنی شیخ ملیہ (لداخ)

یونس دہلوی صاحب:

محترم نثار راہی نے میرے افسانے "واجدہ تبسم کی کہانیوں کی ہیروئین" (شب خون: فروری) یہ عنوان رکھنے پر اعتراض کیا ہے (بازگشت: شب خون: مارچ) ان کی یہ تحریر منفی انداز کی ہے۔ ہم لکھنے والوں کو ایسی تحریر سے احتراز کرنا چاہیے۔

ابھی ابھی فلم "زخم" دیکھی۔ اس کو دیکھنے کے لئے بھی میں سخت بے چین تھا۔ میں پوجا بھٹ کی بے باک اداکاری اور مہیش بھٹ کی صلاحیتوں سے ہمیشہ متاثر رہا ہوں۔ "زخم" جیسی فلم بنا کر انہوں نے ساری انسانیت

52 www.taemeernews.com

پر احسان کیا ہے۔ ایسے زخم پھول کی طرح مہکتے ہیں۔ یہ ایک "تاریخی" فلم ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ صدیوں سے جو نفرت کی زنجیریں انسانوں کو جکڑی ہوئی ہیں وہ یا تو زنگ آلود ہو چکی ہیں یا پھر لوہا لوہے کو کاٹ رہا ہے۔ "زخم" کے یہ دو مکالمے بہت معنی خیز ہیں: "ماں اور ملک بدلے نہیں جاتے" اور "ماں کی کوئی ذات نہیں ہوتی"۔

حالیہ عرصہ میں انڈیا کی فلمیں بے حد بے باک اور سچائی سے قریب ہوتی جارہی ہیں۔ "بمبئی" "فائر" "غلام" "دل سے" "رنگیلا" ان تمام فلموں میں آرٹ، حقیقت نگاری اور رشتوں کی خوب صورتی بے حد دلیرانہ انداز میں دکھائی گئی ہیں۔

میرا لڑکا فلم پروڈکشن سے ایم۔ اے کرنے کے لئے عنقریب یونیورسٹی آف کیلیفورنیا ایٹ لاس اینجلز (UCLA) جارہا ہے۔ اسے اسٹیون اسپیل برگ StevenSpielburg کی طرح بننے کا شوق بچپن سے ہی ہے اور اس عمر تک اس نے ہائی اسکول اور یونیورسٹی میں اس میدان میں ایسے کارنامے دکھائے کہ مجھے امید ہے وہ اپنے مقاصد میں کام یاب ہو جائے گا۔ اس کا ایک پروجیکٹ انڈین فلم بنانے کا بھی ہے اپنی تعلیم کے دوران اس نے یہاں کے پروفیسروں سے ہندوستانی پلے بیک تکنیک کی بے حد تعریف سنی ہے۔

امریکہ میں سب سے ذہنی اور اچھے عہدوں پر ہندوستانی اور پاکستانی بہت نام کمارہے ہیں۔ اگر یہ دونوں ملک ان دماغوں کا استعمال کریں تو دونوں ممالک امریکہ اور جاپان کی طرح خوش حال ہو جائیں گے۔ انڈیا اور پاکستان کے ایسے ایسے قابل انجینئرز سائنس داں ڈاکٹرز، لائیرس یہاں موجود ہیں کہ خود یہاں کے لوگ حیران ہو جاتے ہیں۔ اگر یہ لوگ سر جوڑ کر انڈیا پاکستان کو اٹامک ازجی کا صحیح استعمال بتائیں تو ساری دھرتی لہلہا اٹھے اور دونوں ممالک بقعہ نور بن جائیں۔ کیوں کہ اٹامک ازجی (ایٹم کی قوت) کا اس سے اچھا کوئی استعمال نہیں ہے۔

پانچ سو سال پہلے انڈیا کا مقام وہی تھا جو اب امریکہ کا ہے۔ اسے "سونے کی چڑیا" کہا جاتا تھا اور یورپ کے لوگ کسی طرح اس خطہ تک پہنچنے کے لئے سر مار رہے تھے (جس طرح اب لوگ امریکہ پہنچنے کے لئے سر مار رہے ہیں) یہاں ایک کہاوت ہمیشہ سننے میں آتی ہے

What goes up, must come down

جسے ہمارے ملکوں میں ضرب المثل "ہر کمال را زوال"

کے ہم معنی سمجھنا چاہئے

اعلیٰ تعلیم کے لئے یہاں سے اپنے بچوں کو انڈیا بھیجنے کا سلسلہ شروع ہو چکا ہے، حالانکہ خود ہم انڈیا سے یہاں اعلیٰ تعلیم کے لئے آئے تھے۔ کیا پتہ ہماری زندگی کے ختم ہونے تک سارے راستے پھر انڈیا اور پاکستان کی طرف مڑ جائیں۔

احمد خاں، رولنگ میڈوز (یو ایس اے)

بھائی یونس صاحب:

ہندوستان اور پاکستان کے عوام دل سے برصغیر میں دائمی امن کے خواہاں ہیں، لیکن سرحد سے دونوں جانب بد قسمتی سے ایسی سرکاریں ہیں جن کا واحد نشانہ کرسی سے چپکے رہنا ہے، اور بس!

یہ سرکاریں کم اور ڈرامیٹک کلب زیادہ ہیں، جو اپنے "انکل سام" (ہدایت کار) کے اشارے اور دباؤ پر نت نئے ڈرامے کرنے پر مجبور ہیں۔ "بس یاترا" بھی اسی ڈرامے کا ایک منظر لگتا ہے اور یہ بھی جلد ہی فیڈ آؤٹ ہو جائے گا۔ گزشتہ پچاس برس کے دوران مسئلہ کشمیر کو اچھال کر اس طرح سے الجھا دیا گیا ہے کہ اس کا سلجھنا محال ہے۔ دونوں پڑوسی ممالک کا ہی نہیں دونوں ہمسایہ سرکاروں کا وجود ہی اس مسئلہ سے پیوست ہے۔ اس صورت میں دونوں میں سے کوئی بھی جھکنے کو تیار نہیں کیوں کہ یہ ان کے لئے خود کشی کے مترادف ہوگا۔

بے چارے عوام سیاست دانوں کی حماقتوں کا خمیازہ بھگتنے پر مجبور ہیں، اور امن کے بھوکے عوام "بس یاترا" کے سراب کو نخلستان سمجھ کر اسے سنجیدگی سے لے رہے ہیں۔۔۔۔

جے ایس جوہر، سنام (پنجاب)

☆ اردو کے ممتاز، شہرہ آفاق شاعر اور فلمی دنیا کے مشہور گیت کار جناب خمار بارہ بنکوی کا 20 فروری کو اسی سال کی عمر میں اپنے وطن میں انتقال ہو گیا۔ وہ ایک عرصہ سے کینسر کے مرض میں مبتلا تھے۔ اگرچہ مرحوم نے صرف 15 فلموں کے لئے گیت لکھے تھے، لیکن ان کے بیشتر گیت نہ صرف اپنے زمانے میں ہٹ ہوئے بلکہ آج بھی مقبول عام ہیں۔ جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

طلعت محمود کی آواز میں موسیقار ناشاد کی دھن پر گایا ہوا فلم "بارہ دری" کا گیت "تصویر بناتا ہوں، تصویر نہیں بنتی" آج بھی سپر ہٹ ہے۔

اسی فلم کا دوسرا گیت "بھلا نہیں دینا جی بھلا نہیں دینا" (آوازیں: لتا منگیشکر اور محمد رفیع) آج بھی مقبول عام ہے۔ فلم ساز کے آصف کی فلم "ہل چل" (ستارے: نرگس، دلیپ کمار) کے دو گیت "آج میرے نصیب نے مجھ

ادریس بھائی:

ہندوستان اور پاکستان کے بم دھماکوں کے بعد دونوں طرف سے ادیبوں اور شاعروں نے دوستی کا پرچم بلند کرتے ہوئے بہت سی نظمیں، غزلیں کہی تھیں۔ دوستی کا محاذ کھولنے میں "شمع" پیش پیش تھا۔ یونس دہلوی صاحب نے تو پاکستان کے ایٹمی دھماکے کے دوسرے ہی دن اپنی مختصر، مگر جامع نظم کے ذریعہ (شمع: جون 1998) لکھی دونوں طرف کے ایٹمی دھماکوں کی طرف پیچھے دیکھنے کی بجائے، ہندوستان اور پاکستان کو بدلے ہوئے حالات میں شکوہ شکایت نہ کرنے اور "ایک بار پھر سے دوستی کی راہ پر" بڑھنے کا مشورہ دیا۔

یہ لگن بار آور ہوئی اور دونوں ملکوں کے درمیان آمد و رفت کا ایک دروازہ تو کھلا۔ اس خوشی کے موقع پر دونوں وزرائے اعظم کی خدمت میں ہدیہ تہنیت کے ساتھ ایک نظم پیش کر رہی ہوں۔

سلطانہ مہر

خیال رکھنا

بڑے جتن سے جلائے ہم نے
دیئے ہزاروں محبتوں کے
رفاقتوں کے، مسرتوں کے
بجھا نہ پائے ہوائے وحشت
ہے ان سے روشن ہماری چاہت
خیال رکھنا
قدم نہ روکے کوئی بھی طاقت
نہ آئے آڑے کوئی عداوت
نہ سر اٹھائے کوئی قیامت
خیال رکھنا
وفا کی شمعیں سدا جلانا
رفاقتوں کا چلن بڑھانا
انا جو روکے تو رک نہ جانا
انا کو دیوار مت بنانا

سلطانہ مہر

20873East Walnut
CanyonRoad,
WALNUT,CA91789
(U.S.A.)

www.taemeernews.com

یونس دہلوی صاحب:
محترم خمار بارہ بنکوی کے انتقال پر پوری اردو دنیا سوگوار ہے۔ اللہ ان کی مغفرت کرے اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین۔ خمار صاحب کے جانے سے جو خلا پیدا ہوا ہے اُس کا پُر ہونا نا ممکن نہیں لیکن مشکل ضرور ہے۔ کلاسیکی غزل کا ایک اور چراغ بجھ گیا۔
چند قطعات خمار صاحب کے لئے نذرانہ عقیدت کے طور پر پیش کررہا ہوں۔
عرفان بارہ بنکوی، جدہ (سعودی عرب)

نذرِ خمار بارہ بنکوی

ادب کے آسماں کا اک ستارہ اور ٹوٹا، حیف!
کلاسیکی غزل کا اک منارہ اور ٹوٹا، حیف!
غزل میں آئے گا رنگ تغزل کس طرح آخر
غزل کا ایک دل کش استعارہ اور ٹوٹا، حیف!

ادب کو اس نے دئے اتنے شاہکار غزل
سبھی نے مان لیا اس کو افتخار غزل
ہزار صاحب فن ہوں گے اس زمانے میں
خمار جیسے کہاں ہوں گے تاجدارِ غزل

بھلائے جاتے نہیں ہیں کبھی وہ دنیا میں
جو پیدا ہوکے بڑا کوئی کام کرتے ہیں
دیا غزل کو نیا ایک آپ نے آہنگ
خمار آپ کو ہم سب سلام کرتے ہیں!

عرفان بارہ بنکوی
P.O.Box 7158,
JEDDAH-21462
(Saudi Arabia)

کورُلا دیا" اور "لٹا میرا دل، برباد ہو کر" (آواز: لتاجی) اور لتا اور رفیع کی آوازوں میں گایا ہوا دوگانا "قسمت کے ستارے ٹوٹ گئے، ملنے کا سہارا کوئی نہیں" آج بھی کانوں میں رس گھولتے ہیں۔
موسیقار نوشاد کے بھائی ارشاد علی کی پیش کش فلم "ساز اور آواز" میں محمد رفیع کے گائے ہوئے دو گیت "ساز ہو تم، آواز ہوں میں" اور "دل کی محفل سجی ہے، چلے آیئے" اور ایک دوگانا "تم نے مجھے پکارا تم نے مجھے صدا دی" (آوازیں: سمن کلیان پور اور محمد رفیع) آج بھی اکثر و بیشتر سنے جاتے ہیں۔

فلم ساز و ہدایت کار جناب عبدالرشید کاردار کی سلور جوبلی فلم "شاہ جہاں" میں خمار صاحب نے دو گیت لکھے تھے جن کے بول ہیں "اے دل بے قرار، جھوم" اور "چاہ برباد کرے گی ہمیں معلوم نہ تھا" جنہیں امر گائیک کندن لال سہگل نے گایا تھا۔ یہ گیت آج بھی ریڈیو سیلون کے پرانی فلموں کے پروگرام میں اہم مقام بنائے ہوئے ہیں۔ کے آصف مرحوم کی آخری فلم "محبت اور خدا" کے گیت بھی خمار صاحب کے زور قلم کا نتیجہ تھے۔
فلم "رخسانہ" (ستارے: مینا کماری، کشور کمار) کا دوگانا "تیرے جہاں سے چل دئے دیتے ہوئے دعائیں ہم" (آوازیں: لتا منگیشکر اور کشور کمار) خمار صاحب کے انتقال کی خبر سن کر یاد آگیا۔

مسز طاہرہ حبیب، بوئین پلی
500011 (سکندر آباد)

☆ شمع کا پرانا قاری ہوں۔ شمع کی عادت ہو چکی ہے لہٰذا اس کے بغیر رہنا مشکل نظر آتا ہے۔ پاکستان سے واپسی پر سب سے پہلے بک اسٹال پر شمع کو تلاش کرتا ہوں۔ پاکستان میں شمع کا ملنا ذرا مشکل ہے۔ اس لئے یار دوستوں کے لئے بھی اِدھر ہی سے پاکستان بھیجنا پڑتا ہے۔
پرانے فلمی فن کاروں کے بارے میں کبھی کبھار ایک آدھ مضمون شائع کردیا کریں۔ مثلاً راج کماری، شمشاد بیگم، امیر بائی، زہرہ بائی، نرملا دیوی، نادرہ، ستارہ بائی، منور سلطانہ، مینا کپور، اوما دیوی (ٹن ٹن) وغیرہ۔
پچھلے دنوں ایک انٹرویو میں گووندا نے اپنی والدہ (نرملا دیوی) سے شدید محبت کا اظہار کیا تھا۔ گووندا شاید اپنی والدہ کے بارے میں موسیقی میں ان کی خدمات کے سلسلے میں کچھ نہیں جانتے۔ پرانے گیتوں کے شوقین لوگوں کے پاس اب بھی نرملا دیوی کے گائے ہوئے گیتوں کے ریکارڈ محفوظ ہیں۔ اتنا بڑا فن کار گووندا اپنی ماں کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کیا ان کا ایک C.D بھی ریلیز نہیں کرواسکتا؟ میرے پاس خود نرملا دیوی کے گائے ہوئے بے شمار ریکارڈ اور کیسٹ موجود ہیں۔ گووندا کا ایک چھوٹا سا اشارہ بہت سے کیسٹ اکٹھے کرواسکتا ہے، جو شوقین لوگ ان کو بلا معاوضہ دینے پر تیار ہوں گے۔ اگر اشوک کمار، سریندر، راج کماری کے گائے ہوئے CD ریلیز ہوسکتے ہیں، تو نرملا دیوی کا کیوں نہیں؟

فیاض احمد اشعر، ابوظبی

یونس صاحب:
گزشتہ ماہ، میں اپنے آبائی وطن امروہہ گیا۔ آپ یقین کیجئے کہ امروہہ جاکر مجھے کس قدر صدمہ اور اذیت پہنچی۔ ایک تو چیرمین کی نالائقی سے اور اس پر یادو جی کے امروہہ کو ضلع جیوتی با پھولے نگر بناکر کریلا اور نیم چڑھا کے مصداق اس طرح گندگی پھیلائی ہے کہ ایک گھنٹہ گزارنا مشکل ہے۔ امروہہ کبھی علم و ادب کا گہوارہ کہلاتا تھا۔ مشہور کہاوت یہ تھی کہ آپ سڑک پر چلتے ہوئے اگر ایک کنکر پھینکئے تو جس کے لگے گا وہ شاعر ہوگا۔ شاعر اب بھی اسی تناسب سے پیدا ہورہے ہیں مگر وائے افسوس کہ اس امروہہ میں اردو کا کوئی اخبار نہیں ملتا۔ ہفتہ وار، پندرہ روزہ اور ماہانہ کا تو ذکر ہی کیا۔
یہ امروہہ وہ تھا جہاں مشاعرے کے اسٹیج پر اپنے زمانے کے اساتذہ پڑھتے ہوئے گھبراتے تھے کہ کہیں تلفظ کی غلطی نہ ہوجائے آج وہاں کے لوگ اپنے بچوں کو اردو پڑھانے سے اس طرح ڈرتے ہیں جیسے پولیس سے شریف آدمی۔
کانگریس سے لے کر بی جے پی تک سب سیاسی پارٹیوں نے جس طرح ہمارے معاشرے، تہذیب و تمدن اور زبان پر شب خون مارا ہے وہ اپنی جگہ، لیکن ان سے زیادہ ہم اردو والے اپنے قتل کے مجرم ہیں۔ ہم اسی اردو کو جس نے بڑے بڑے کارنامے انجام دئے ہیں، پڑھنے پڑھانے کو اپنے لئے ماں کی گالی سے بھی بڑھ کر کچھ سمجھنے لگے ہیں۔ ان حالات میں ہم صرف سرکار کو موردِ الزام ٹھہرا کر اپنے ضمیر کو مطمئن نہیں کرسکتے اگر ہم توجہ دیتے تو اردو کی بے گور و کفن لاش جس میں کیڑے پڑنے شروع ہوگئے ہیں اپنی قبر کا اس طرح انتظار نہ کرتی۔ کاش ہم اس بے غیرتی کے لبادے کو اتار پھینکنے میں اور اپنی زبان کو اپنی ماں سمجھ کر اس کا حق ادا کرنے میں من دھن کی بازی لگادیں۔
میں نے مارچ کے شمع کو ہمیشہ کی طرح پڑھا نہیں چاٹا ہے۔
اس شمارے کی سب سے خوب صورت، سچی اور وقت کی اہم ضرورت کا احساس دلانے والی کہانی "نئی صبح" (شمع، مارچ) ہے، جو اس نئی صبح کی آمد کی نشان دہی کرتی ہے جس کا ہم سبھی کو بے چینی سے انتظار ہے بہت پہلے ساحر صاحب نے بھی شمع ہی سے متعلق ادارے کی فلم "پھر صبح ہوگی" میں کہا تھا "وہ صبح تو آئے گی"
فاروق فیصل کا نام اور کام دونوں ہی پہلی بار نظر

54 www.taemeernews.com

سے گزرے ہیں مگر متاثر کن انداز میں اپنی اتنی اچھی کہانی لکھنے پر مبارک باد۔

"نئی صبح" کے بعد دوسری قابل قدر کہانی شکیل جاوید کی "آخری سوال ہے" جاوید نے اس کہانی میں عورت کی سچی تصویر کشی کی ہے۔ اس کی نفسیات کا مشاہدہ کیا ہے۔ یہ واقعہ ہے کہ عورت کو پہلوان کی نہیں "مرد" کی ضرورت ہوتی ہے۔

کفیل آزر، دہلی

☆ برسوں بعد ماہنامہ "شب خون" دیکھا۔ دل باغ باغ ہوگیا۔ مگر ایک نظم "بار گراں" (شب خون: فروری) پڑھ کر نہایت افسوس ہوا۔ شوکت جمال کی یہ نظم خود ان کا مونہہ چڑا رہی ہے۔

اگر ہندی نہ پڑھ پاتا
تو پھر یہ ٹھوکریں کھاتا
یہ اردو کام کیا آتی
گلے کا ڈھول بن جاتی

کیا ان کے بیٹے نے ہندی پڑھ کر سعودی عرب میں روزگار حاصل کیا ہے؟ گویا (نعوذ باللہ) کیا اللہ رزاق الرحیم نہیں ہے؟ کیا اس نے دنیا سے ہاتھ اٹھالیا ہے؟ نعوذ باللہ! یہ کفران نعمت انہیں مبارک ہو۔ بخدا آپ کو تو اردو زبان کا ایسا مضحکہ اڑانے والی نظم شائع نہیں کرنا چاہئے تھی۔ کرشن موہن کی غزل (شب خون: فروری) پر ان کی خاص چھاپ ہے۔ یہ بزرگ شاعر اپنا ایک منفرد چہرہ رکھتے ہیں۔

فضل افضل، یادگیر

دوستی کا سفر

جشن سرحد پر خوشی کا دیکھ کر اچھا لگا
دلی سے لاہور تک کا یہ سفر اچھا لگا

بن گیا تاریخ کا اک باب زریں یہ سفر
جگمگا اُٹھے اندھیروں میں کئی شمس و قمر
ایٹمی ہتھیاروں کی اس دوڑ میں یہ دیکھ کر
رشتوں کی بنجر زمیں نے اوڑھ لی دھانی چنر

بیتا پت جھڑ، پھولوں کے کھلنے کا موسم آگیا
اب تو آپس میں گلے ملنے کا موسم آگیا

تلخیوں کے جام دونوں پھینک کر آگے بڑھے
ہم قدم بن کر سمندر کی طرف پیاسے بڑھے
دشمنی کی دھوپ سمٹی، پیار کے سائے بڑھے
ایک دوجے کی طرف دو چاہنے والے بڑھے

شکر ہے، الجھی ہوئی گتھی کو سلجھانے لگے
بھول کر شکوے، گلے، دونوں قریب آنے لگے

دشت تاریکی میں نکلا چاند چھٹکی چاندنی
کوکھ سے مایوسی کی پھوٹی کرن امید کی
گھل گیا جیسے فضا میں رنگ امن و آشتی
مضمحل افسردہ ذہن و دل پہ چھائی تازگی

شام کو گھر آئے جیسے صبح کا بھولا ہوا
دیر سے ایسا ہوا پھر بھی بہت اچھا ہوا

گنگنائے خامشی نے جیسے نغمے پیار کے
کھل گئے جیسے دریچے موسم گلبار کے
جیت لے جیسے کسی کو کوئی خود کو ہار کے
اور، خوش ہو اپنی خوشیاں دوسروں پر وار کے

دوستی کے اس سفر کی ابتدا ایسی لگی
صحن گل میں ناچتی باد صبا جیسی لگی

موم پر رقصاں شراروں کو بجھانا چاہئے
ذہن و دل سے تلخ یادوں کو بھلانا چاہئے
فاصلہ باون برس کا یوں مٹانا چاہئے
ایک دوجے کے یہاں اب آنا جانا چاہئے

رسم و راہ و دوستی ہمسائے سے بڑھتی رہے
اے نیاز اب دوستی کا یہ سفر جاری رہے

(فیکس سے موصول)

نیاز جیراجپوری
ShobraEnterprises, 90FeetRoad,TilakNagar, Sakinaka, MUMBAI-400072

نتیجہ: بلا عنوان جنوری-فروری

جنوری۔فروری 1999 کے شب خون میں نعیم ضیاء الدین صاحب کی ایک کہانی بلا عنوان شائع کی گئی تھی۔ جس کا عنوان پروانوں کو تجویز کرنا تھا۔ اپنے بیوی بچوں کے ہمراہ زاہد دس برس سے اپنے ملک سے دور یورپ میں رہتا تھا۔ لیکن اسے ہمیشہ اپنے وطن میں رہنے والے عزیزوں، رشتہ داروں اور دوستوں کی فکر دامن گیر رہتی تھی۔

ایک رات اس نے پریشان کن خواب دیکھا کہ اس کا دانت ٹوٹ گیا ہے۔ لیکن جب آنکھ کھلی تو سب دانت صحیح سلامت تھے۔ زاہد کے دل میں یہ وہم جڑ پکڑ گیا کہ ضرور اس کا کوئی رشتہ دار دنیا سے جانے والا ہے۔ وہ کام پر بھی نہ جاسکا اور ذرا ذرا سی بات پر خوف سے اس کی حالت بگڑنے لگی۔ اسے اپنے بیوی، بچوں اور پھر ماں کی فکر کھائے جارہی تھی۔

اچانک ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔ انٹرنیشنل کال تھی۔ زاہد کے ہاتھ پیر اور پھول گئے۔ ٹیلی فون پر اطلاع تھی کہ اس کا بچپن کا دوست عزیز کمال چل بسا تھا۔ اتنی بری خبر سن کر بھی زاہد کو کچھ ایسا لگا کہ اس کے اعصاب کا تناؤ کم ہوگیا تھا۔ اس کے اپنے بیوی، بچے، ماں اور بھائی بہن خیریت سے تھے۔

بہت سے پروانوں نے اپنے پرائے، کشمکش، درد کا احساس، خوف کا احساس، احساس کا قفس، طویلے کی بلا، خبر کا دکھ، دکھ اور سکھ، چھٹی حس، پیشین گوئی، وہم، وہم کی آنچ، وہم کا کرب، ملے کا کرب، خواب کا کرب، خواب اور تعبیر، خواب کا گرداب، درد کی پرچھائیں، درد کے رشتے، پرچھائیں کا وار اور سوچا تھا کیا، کیا ہو گیا جیسے عنوانات بھیجے۔ کچھ اور عنوانات جو بہت سے پروانوں نے تجویز کئے: خدا کا شکر ہے، بری خبر، خبر کا تیر، خبر کا زخم، ہونی انہونی، ہونی کا وار، ہونی تو ہونی ہی تھی، اے دل ذرا ٹھہر جا، کہیں ایسا نہ ہو جائے، کہیں ویسا نہ ہو جائے، نیند کیوں رات بھر نہیں آتی۔

خود مصنف نے اس کہانی کا عنوان "خون گاڑھا کہ پانی" رکھا تھا۔ یہ عنوان کسی پروانے نے تجویز نہیں کیا۔

تمام عنوانات پر غور کرنے کے بعد، ججوں نے مرتضیٰ اشرفی (گیا، بہار) کے بھیجے ہوئے عنوان "عذاب آگہی" کو پہلے انعام کا حق دار منتخب کیا۔ انہیں پچاس روپے کی کتابیں انعام میں دی جائیں گی۔ عبدالعزیز (جے سی نگر، بنگلور 6) کے تجویز کردہ عنوان "کالی خوشی" کو دوسرے انعام کا اور نصرت علی خاں (فتح گڑھ) کے بھیجے ہوئے عنوان "کہنے کو تو سب اپنے ہیں" کو تیسرے انعام کا حق دار قرار دیا۔ انہیں بیس، بیس روپے کی کتابیں انعام میں دی جائیں گی۔

کچھ اور عنوانات جو ججوں کو پسند آئے یہ ہیں: اتفاق در اتفاق (ایم ایس قاضی، بھساول)، تعبیر کا خوف (آسیہ خاتون عاسی، کلکتہ 16) ہونی کی آنکھ مچولی (جے ایم نظیر احمد سیٹھ، اوٹی) خواب، خوف اور موت (ڈاکٹر سلطان احمد، پٹنہ 6) اندیشے کے بادل (پریم چند بنسل، مظفر نگر) کرب مسلسل (محمد اشفاق انصاری، موسیٰ بنی مائنز) ہم دور سے سن لیتے ہیں ہر خطرہ کی آہٹ (فرحت خاں، حیدر آباد 28) اپنا خون، پرایا خون (گور بچن سنگھ، سنبل، جموں)، خبر بری مگر اچھی (فخر پرواز جلگانوی، کلیان)، درد کا شجر (رفعت پروین، گرول، دربھنگہ) اندھیری صبح (محمد فخر الدین انصاری، موسیٰ بنی مائنز) پتہ کھڑکا، بندہ بھڑکا (تنویر احمد، واسع پور) ایک خواب ایک تعبیر (منصور حسن، برہان پور) ■■

55 www.taemeernews.com

ٹی وی کی دنیا

☆ 15 مارچ سے رات کے ساڑھے آٹھ بجے زی ٹی وی پر ہمیش ریشمیا کا سیریل "عاشقی" دکھایا جارہا ہے۔ یہ ہمیش کے سیریل "آنگن" کی جگہ دکھایا جارہا ہے۔ "آنگن" کی نمائش ملتوی کردی گئی ہے۔ "عاشقی" محبت کی کہانی ہے جس میں رشتوں، رومانس، جذبات اور ایثار کی جھلکیاں ہیں۔ ہمیش کوئی نووارد نہیں وہ اس سے پہلے "انداز" "امر پریم" "آشا" "ڈم ڈا ڈم" اور "جان" بناچکا ہے۔ ہمیش کے پچھلے سیریلوں کی طرح "عاشقی" کی کاسٹ بھی بڑے بڑے ناموں سے بھری ہے۔ ناموں میں سر فہرست فریدہ جلال ہیں دوسرے اردن گودل، پریکشت ساہنی، وجیندر گھٹگے، وویک مشران، انیتا راج، پوجا ڈاڈول، مدن جین اور پوجا سیٹھ ہیں۔

"عاشقی" کی کہانی اور اسکرین پلے ہمیش کا لکھا ہوا ہے۔ ہمیش کا کہنا ہے کہ یہ تین بہنوں (فریدہ جلال، انیتا راج اور پوجا ڈاڈول) کی ایک جذباتی داستان ہے جو ایک دوسرے سے بہت قریب ہیں۔ فریدہ جلال کی شادی اردن گودل سے ہوئی تھی مگر وہ بیس سال قبل ایک دوسرے سے جدا ہوگئے تھے کیوں کہ اردن فریدہ کو وہ محبت نہ دے سکا جو اس کا حق تھا۔ زندگی میں اس کے مقاصد دوسرے تھے اور ان میں بیوی کا خانہ ہی نہ تھا۔ انیتا راج کی کسی سے منگنی ہوئی تھی لیکن ٹوٹ گئی تھی۔ دوسری منگنی راجیت کپور سے ہوتی ہے لیکن ان کے رستے بھی جدا ہوجاتے ہیں کیوں کہ راجیت امریکہ جاکر وہاں بس جانا چاہتا ہے۔ لیکن انیتا اس کے لئے ہندوستان اور اپنے خاندان والوں کو یوں چھوڑ دینے پر راضی نہیں۔ فریدہ جلال، انیتا کو بتاتی ہے کہ دراصل انیتا کو اجیت سے اصلی محبت ہی نہ تھی ورنہ اسے منگیتر کے ساتھ امریکہ جاکر بس جانے سے گریز نہ ہوتا۔ فریدہ انیتا کو یہ بھی سمجھاتی ہے کہ اسے اسی شخص سے شادی کرنا چاہئے جسے وہ دل سے چاہے اور یہ بھی دلاسہ دیتی ہے کہ محبت کے اپنے سپنے پانے کے لئے ابھی وقت نہیں گزرا ہے۔ اس کے بعد کسی شادی کی تقریب میں انیتا وجیندر گھٹگے سے ملتی ہے اور اسے بہت پسند کرتی ہے۔ وجیندر کا چھوٹا بھائی وویک مشران انیتا کی چھوٹی بہن پوجا سے محبت کرنے لگتا ہے۔ اب محبت اپنے پورے زور پر ہے اور کہانی کو اپنے ساتھ نت نئے دوراہوں اور چوراہوں پر چھوڑتی ہوئی چلی جاتی ہے۔

شادی کی تقریب پر فریدہ بھی کبھی کے پرانے شوہر اردن گودل سے ملتی ہے۔ اور حیران رہ جاتی ہے کہ اردن اب رانڈ ہے ادھر اردن خود ششدر ہے کہ فریدہ نے شادی ہی نہیں کی۔ اس دوران ایک اور مرد پریکشت ساہنی، فریدہ پر فدا ہوجاتا ہے اور اس سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ غرض یوں یہ کہانی نت نئی پیچیدگیوں میں پھنستی جاتی ہے لیکن ہمیشہ کی طرح جیسے جیسے کہانی آگے بڑھتی ہے ایک کے بعد ایک سارے معاملات خوش بخوشی طے ہوتے چلے جاتے ہیں۔

سیریل کے ڈائریکٹر اردن فرینک کا کہنا ہے کہ "یہ محبت کی ایک پختہ کار کہانی ہے جس میں محبت میں مبتلا تین علیحدہ علیحدہ عمروں کے جوڑے ہیں۔ سیریل دراصل محبت میں گرفتار ہونے کے طریق عمل کے متعلق ہے جس میں یہ نکتہ ہے کہ محبت ہی کے ذریعے ایک کام یاب شادی وجود میں آتی ہے۔"

ہمیش ریشمیا ایک آل راؤنڈر ہے۔ وہ پروڈیوسر بھی ہے کہانی اور اسکرین پلے بیک لکھنے والا بھی اور اس کے ساتھ ساتھ موسیقار بھی ہے۔ وہ کام یاب سیریلوں کا بنانے والا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ وہ اپنے سیریل فقط زی ٹی وی کے لئے کیوں بناتا ہے۔ ہمیش کا کہنا ہے "دراصل زی نے مجھے شروع میں موقع دے کر مجھ پر احسان کیا تھا۔ میرے پہلے سیریل "انداز" کی کام یابی کا سہرا زی کے سر جاتا ہے۔ اس سیریل کی کام یابی کے بعد سے پھر میں نے پیچھے مڑکر نہیں دیکھا" ان سیریلوں کی کام یابی میں ہمیش کو اردن فرینک کی ڈائریکشن سے بھی مدد ملی ہے۔ ہمیش نے بتایا کہ وہ اس وجہ سے ہمیشہ فرینک کے ساتھ کام کرتا ہے کہ ان دونوں کے درمیان اچھا تال میل قائم ہوگیا ہے اور فرینک ایک باقاعدہ اور تیز رفتاری سے کام کرنے والا ڈائریکٹر ہے۔ لہٰذا وہ فرینک کے علاوہ کسی اور کے ساتھ کام کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔

زی ٹی وی پر گو ہمیش کا دوسرا سیریل "جان" ابھی سانس لے رہا ہے لیکن دیکھنا ہے کہ "عاشقی" بھی ہمیش کے پچھلے دوسرے سیریلوں کی طرح ہمیش کا نام مقبولیت کے چارٹ پر روشن کرپاتا ہے یا نہیں۔ اس کے ساتھ ہمیش نے اب زی کے گانوں کے پروگرام "کولگیٹ ٹاپ ٹین" کو سنبھالا ہے۔ وہ اس پروگرام کی 26 قسطیں بنائے گا اور ان کو وسط مئی سے ٹیلی وژن پر دکھایا جائے گا۔

"آنگن" کا کیا حشر ہوا؟ اس سوال کے جواب میں ہمیش نے بتایا کہ دراصل "آنگن" کے لئے زی ٹی وی پر نمائش کے لئے ایک نئے وقت کی تلاش ہے۔ سنا گیا ہے کہ یہ سیریل ہر روز سہ پہر کو زی کے عورتوں کی دل چسپی کے پروگراموں والے وقت دکھایا جائے گا۔ ہمیش کا کہنا ہے کہ اس بارے میں بات چیت چل رہی ہے مگر فی الحال یقین سے کچھ نہیں کہا جاسکتا۔

☆ مقبول تامل ڈرامے "کئی آلاڈ ماناسو" کو سونی ٹی وی نے اب ہندی پروگرام دیکھنے والوں کے لئے تیار کروایا ہے اس ڈرامے کی ہندی ادائیگی "چھوٹی سی آشا" کو کے بالاچندر نے لکھا ہے اور ڈائریکٹ کیا ہے اور اس کے پروڈیوسر ہیں۔ بی کیلاسم۔ اس تامل ڈرامے کا جادو اب سونی ٹی وی کے ہندی پروگراموں میں جائے گا۔ اس میں کام کرنے والے ہیں چرنی، سابل چڈھا، سندھیا مریڈل سنگھ، انوپ سونی اور وجیندر سنگھ۔ "چھوٹی سی آشا" زندگی کی سیدھی سادی تمناؤں اور چھوٹی چھوٹی خوشیوں کے متعلق ہے۔ ایک دل پر اثر کرنے والا ڈرامہ ہے جس میں جذبات ہیں، سوز و گداز ہے۔

کہانی کچھ یوں ہے۔ شاردا اور شیکھر ہنسی خوشی اپنے تین بچوں کے ساتھ زندگی گزار رہے ہیں۔ اچانک ان کی زندگی میں دکھ و غم کے بادل چھا جاتے ہیں۔ شیکھر کی ایک نومنزلہ عمارت کے گرنے پر موت ہوجاتی ہے اب شاردا دنیا میں تن تنہا تین بچوں کی پرورش کرنے کو رہ جاتی ہے۔ لیکن شاردا کو دل کی بیماری ہے جس کا علاج ایک مہنگا آپریشن ہے جو شاردا کی مالی استطاعت سے باہر ہے۔ یہ سمجھتے ہوئے کہ وہ اپنے بچوں کا مستقبل بہتر نہیں بنا سکتی۔ شاردا ایک جراءت مندانہ فیصلہ کرکے اپنے بچوں کو گود دینے کا فیصلہ کرتی ہے۔ بچوں سے یہ جدائی دکھ کا ایک پہاڑ ہے مگر شاردا کسی نہ کسی طرح یہ دکھ سہہ لیتی ہے اور اس کے بعد گویا موت کا انتظار کرنے لگتی ہے۔

مگر قسمت کو اور ہی کچھ منظور ہے۔ سڑک پر چلتے ہوئے ایک دن شاردا موٹر سے ٹکرا جاتی ہے۔ موٹر کا چلانے والا گورو گمبیا جو اس حادثہ کا ذمہ دار ہے بے حد تشویش مند ہوتا ہے۔ جب اسے شاردا کے دل کے مرض کا علم ہوتا ہے تو وہ شاردا کی جان بچانے کی ذمہ داری خود پر لیتا ہے۔ وہ دل کے آپریشن کا انتظام کرتا ہے جو کام یاب رہتا

www.taemeernews.com

فریدہ جلال اور پریکشت ساہنی - "ساحل" کا عکس

"چھوٹی سی آشا" کا ایک منظر

ہے اور شاردا کی جان خطرے سے نکل آتی ہے۔ اب جوں جوں شاردا کو گورو گینا سے میل جول بڑھتا ہے ویسے ویسے شاردا اس کی خوبیوں کو پہچانتی ہے اور اسے پسند کرنے لگتی ہے۔ اب وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ شاردا کو اپنے بچوں کی یاد ستانے لگتی ہے گورو گینا کیا شاردا کے بچوں کو واپس حاصل کرنے میں اس کی مدد کرے گا؟ یہ آپ کو سونی پر جمعہ کی رات ساڑھے نو بجے "چھوٹی سی آشا" کو ملاحظہ کرنے پر معلوم ہو سکے گا۔

☆انوپم کھیر کا چھوٹا بھائی راج کھیر اپنے پیدائشی شہر شملہ میں جنگلات کا افسر تھا۔ 1982 میں اپنے بھائی انوپم کھیر کے بلانے پر وہ ممبئی آ گیا جہاں چار سال اس نے ایک کمپنی میں ملازمت کی۔ اس کے بعد ملازمت چھوڑ کر وہ انوپم کھیر کا سکریٹری بن گیا جو بقول اس کے صلہ و ستائش سے خالی کام تھا۔ 1992 میں وہ انوپم کھیر کے ٹیلی وژن سیریل "امتحان" کا پروڈیوسر بن گیا۔ اور اسی کے ساتھ سیریل میں اس کی اداکاری کی بھی شروعات ہوئی۔ راج کھیر کا کہنا ہے کہ اداکاری اس کو مشکل نہیں معلوم ہوئی لہٰذا اس نے اداکار بننے کا فیصلہ کر لیا۔ اب کیا تھا مختلف سیریل میں کام کی پیش کش گویا درجنوں کے حساب سے اس کو ملنے لگیں اور اس کے کہنے کے مطابق اس نے کوئی تیس سیریلوں میں کام کیا۔ اور "تارا" - "قسمت" "امید" - "ایک راجہ ایک رانی" - "سیلاب" - "کروکشیترا" "بندھن" اور "گیمبلر" جیسے سیریلوں میں مختلف طرح کے رولز نبھائے۔ اس کے علاوہ اس نے کوئی دو سو پچاس سیریل کے پائلٹ بھی بنائے جو مالی طور پر اس کے لئے بڑے فائدہ مند ثابت ہوئے۔

اس دوران میں اداکاری کے ساتھ ساتھ راجو کھیر نے ایک سیریل بنانے اور اس کو ڈائریکٹ کرنے کی ٹھانی۔ اس نے کچھ اداکاروں کو جمع کیا اور انہیں اپنے پیدائشی شہر شملہ لے جا کر ایک پائلٹ اور اس کے ساتھ کچھ پُر فضا مقامات کی شوٹنگ کر ڈالی۔ اب یہ سیریل جس کا نام "سنسکار" ہے مکمل ہو گیا ہے اور زی ٹی وی کے تیسرے پہر کے دو بجے والے وقت پر 15 مارچ سے دکھایا جا رہا ہے۔

سیریل میں گزرے ہوئے زمانے کا مقابلہ موجودہ زمانے سے کیا گیا ہے۔ یعنی پہلے جب کہ محبت شفقت قدروں اور انسانی رشتوں کی اہمیت ہوا کرتی تھی اور آج جب کہ روپیہ پیسہ زندگی کی سب سے اہم چیز بن چکی ہے اور ہر چیز کی اہمیت اس کے بعد ہے۔ "سنسکار" دو ایسے خاندانوں کی داستان ہے جن کے اپنے اصول ہیں اور انہیں اصولوں کے تحت وہ رشتوں کو تولتے ہیں۔

پہلا خاندان رام کشور کا ہے۔ درمیانہ طبقے کے اس خاندان کی پرورش صحیح قدروں پر ہوئی ہے۔ دوسرا خاندان امرناتھ کا ہے جو ایک امیر اور خود پسند انسان ہے۔ جس میں عام انسانوں جیسے جذبات نہیں اور ہر چیز کو روپے سے خریدنے کی کوشش کرتا ہے اس سوال پر کہ راجو ڈائریکٹر کیسے بن گیا۔ راجو کا جواب ہے کہ دو سال پہلے جب اس کے پاس کافی روپیہ ہو گیا تو اس نے ڈائریکشن کر کے دیکھنے کی سوچی تھی۔ لیکن کیا اس کا نیا سیریل دو بجے والے وقت پر کامیاب رہے گا۔ راجو کہتا ہے "اگر سیریل اچھا ہے اور عوام اسے پسند کرتے ہیں تو یہ کامیاب رہے گا۔ ورنہ تو شام کے وقت پر دکھانے سے بھی کامیابی حاصل نہیں کر سکے گا۔ دراصل میں قسمت پر یقین کرتا ہوں اگر یہ قسمت ہے کہ سیریل کامیابی حاصل کرے تو اسے کسی بھی وقت دکھایا جائے یہ کامیاب رہے گا۔"

اب جب کہ راجو بن گیا ہے ڈائریکٹر تو کیا وہ اداکاری کو خیر باد کہے گا۔ - بالکل نہیں اداکاری میری پہلی ترجیح ہے۔ میں سب سے پہلے ایک اداکار ہوں ڈائریکٹر اور پروڈیوسر بعد میں ہوں۔"

☆سنیما کے پردے پر 1981 میں شروعات کرنے والی انیتا راج نے جلد ہی کامیابی کی سیڑھیاں طے کر لیں۔ پھر جب وہ اپنے کیریر کی چوٹی پر تھی تو اس نے اپنی فلم - "کرشمہ قدرت کا" - کے ڈائریکٹر سنیل ہنگورانی سے شادی کر لی۔ شادی کے بعد بھی اس نے فلموں میں کام کرنا جاری رکھا اور اسے اور زیادہ فلمیں ملیں۔ یہاں تک کہ کوئی 50 فلموں میں کام کرنے کے بعد انیتا نے 1993 میں فلموں کو خیر باد کہا کیوں کہ تب وہ اپنے گھر اور بچے پر زیادہ وقت صرف کرنا چاہتی تھی۔ انیتا کہتی ہے کہ پچھلے پانچ برسوں میں جب وہ رنگ روشنی کی فلمی دنیا سے دور اپنے بچے اور گھر کی دیکھ بھال میں لگی تھی اسے فلمی دنیا کی یاد نے بالکل نہیں ستایا۔ میں اپنے گھر میں بہت خوش تھی" انیتا نے بتایا۔

مگر اب بڑے پردے پر تو نہیں ٹیلی وژن کے کیمرے کے سامنے انیتا پھر اپنی اداکاری کے جوہر دکھا رہی ہے۔ وہ "عاشقی" سیریل میں بڑا اہم رول کر رہی ہے اور جلد ہی ایک اور سیریل "Ladies Only" (فقط خواتین کے لئے) میں زی ٹی وی پر نظر آئے گی۔

☆"حسرتیں" نے تین سالوں سے ناظرین کی نگاہوں کو ٹیلی وژن کے پردے پر گویا چپکا رکھا ہے۔ یہ

www.taemeernews.com

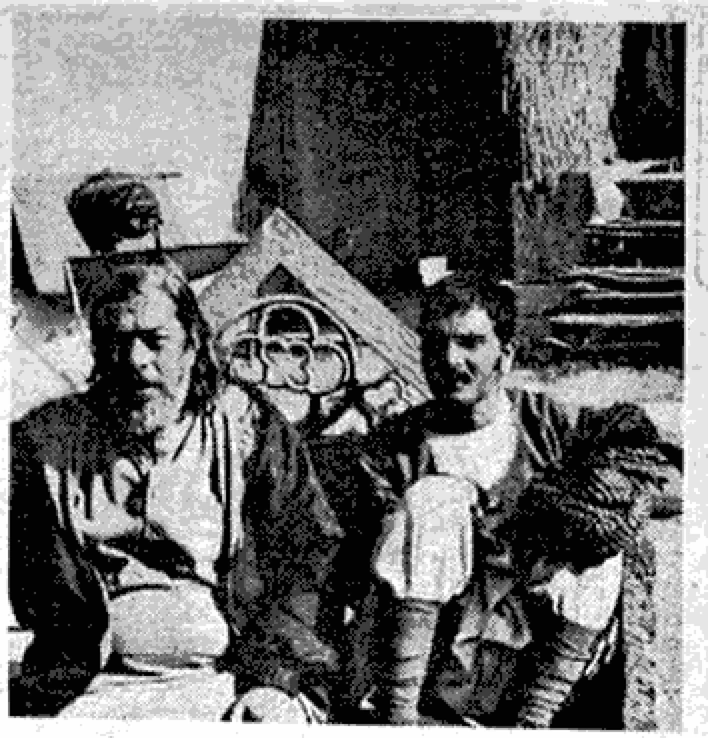

پوَن ملہوترہ اور سعید مرزا سیریل "ایک تھا راجہ" کے سیٹ پر

سیریل اگلے تین مہینوں میں ختم کیا جانے والا ہے۔ لیکن لگتا ہے کہ "حسرتیں" کے آخری چند مہینوں میں اس کے ایک کردار سادی (جس کو شیفالی چھایا کر رہی ہے) کی زندگی میں ایک نیا مرد آکر اس کی ساری حسرتیں مسرتوں میں بدل دے گا۔ اور اس نئے مرد کے ساتھ بقیہ زندگی میں سادی کے لئے راوی نے عیش ہی عیش لکھا ہے۔ سادی کا موجودہ ساتھی کے ٹی سادی کے ماضی میں گم ہو کر رہ جائے گا یا نہیں اس کے متعلق وثوق سے نہیں کہا جا سکتا۔ لیکن یہ یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ یہ نیا مرد سادی کی زندگی میں رومانس کی بھینی خوشبو واپس لے آئے گا۔ یہ نیا مرد کوئی چوڑے چکلے سینے میں حساس دل کا مالک نوجوان نہیں ہے بلکہ پختہ عمر کا تجربہ کار مرد ہے جس کا کردار انگ ڈیسائی کر رہا ہے۔ یہ مرد سادی کو اپنے تصور میں بسا کر اسے چاہنے لگتا ہے اور سادی کے پچھلے پرستاروں کی طرح سے دوبارہ سادی کو چاہتا ہے۔

پچھلے چند سالوں سے ناظرین کی توجہ کو اپنی گرفت میں رکھنے والے اس سیریل میں یہ ایک دل چسپ موڑ ضرور ہے مگر آخر یہ نیا مرد سادی کی زندگی میں کس چور دروازے سے داخل ہوتا ہے؟ انگ ڈیسائی نے بتایا۔ "دراصل میں ایک تاجر بنا ہوں اور سادی میری کمپنی میں نوکری حاصل کرنے آتی ہے۔ بس اس طرح ہم دونوں کی ملاقات ہوتی ہے اور یکایک ہماری ادھیڑ عمر کی زندگیوں میں محبت کے پھول کھلنے لگتے ہیں۔" انگ کو یہ تو ابھی معلوم نہیں کہ کیا وہ اور سادی سیریل میں شادی کر کے ہنسی خوشی زندگی گزارنے لگیں ہیں۔ مگر یہ یقین کے ساتھ کہتا ہے کہ سادی کی زندگی میں آخری مرد اور سیریل کا آخری بڑا کردار وہ بڑی ہنسی خوشی سے ادا کر رہا ہے۔

سادی کی زندگی کس مد و جزر سے گزرتی ہے اس کے متعلق یہ ہمیں معلوم ہے کہ اس کی زندگی میں ایک دفعہ پھر محبت کی بہاریں آجاتی ہیں۔ اور اس نئے مرد کو سادی بھی چاہتی ہے۔ وہ سادی کو شادی کا پیغام دیتا ہے مگر سادی شادی سے انکار کر دیتی ہے اور اس نقطہ پر سیریل ختم ہو جاتا ہے۔

☆سعید مرزا کی شناخت ایک عام روش سے ہٹ کر فلم بنانے والے اور کامیاب سیریلوں کے خالق کی ہے۔ ان کا نام "نکڑ" "انتظار" "منور نجبن" "امید" "سرکس" اور "نیا نکڑ" جیسے کامیاب سیریلوں سے جڑا ہے۔ لیکن وہ سیریل کی دنیا سے کوئی تین سال سے بچھڑے ہوئے تھے۔ وجہ؟ ان کی فلم سازی کی مصروفیات۔ اب وہ پھر ایک نیا سیریل بنانے پر آمادہ ہیں۔ وہ ایک بڑا زبردست مہنگی پوشاکوں والا سیریل بنا رہے ہیں۔ جس میں سیاسی رنگ ہیں۔ سیریل کا نام ہے "ایک تھا راجہ" سیریل کا ایکشن (عمل) آج سے دو سو برس کی ایک سلطنت میں واقع ہوتا ہے جو دلی کی سیاست سے سینکڑوں میل کے فاصلے پر ہے۔ لیکن دلی میں جو کچھ ہوتا ہے وہ سیاست اس سلطنت پر اثر انداز یقیناً ہوتی ہے یہ سیریل بڑے شان دار پیمانے پر بنایا جا رہا ہے۔ "ایک تھا راجہ ہمارے آج کے سماجی مسائل اور سیاست پر ایک طنزیہ عبارت ہے۔ سعید مرزا نے راجستھان میں سیریل کی 27 کڑیاں یا قسطیں فلمالیں ہیں۔ اور یہ سیریل عنقریب ہی آپ دوردرشن پر ملاحظہ کر سکیں گے۔

☆مصنف اور ڈائریکٹر انل چودھری کا طنزیہ اور چوٹیں کرتا سیریل 'مہاگیہ' تنازع کا باعث رہا ہے۔ وجہ اس کا سیاسی عنصر ہے۔ سونی ٹیلی ویژن نے شروع میں ہی چودھری سے چاہا کہ سیریل میں دکھائے گئے سیاست دانوں اور سیاسی معاملات کی ایسی کڑی تصویر کشی کو ذرا نرم کر دیں اور اس میں تصوری ڈرامے کا جز شامل کر دیں۔ مگر پھر ہوا یہ کہ حقیقی زندگی کے سیاست دانوں نے 'مہاگیہ' میں سیاست دانوں کی تصویر کشی پر ملامت و غصے کا اظہار شروع کر دیا۔ لیکن ان سب جھگڑوں ٹنٹوں کے باوجود 'مہاگیہ' نے سونی ٹی وی کے بڑے مقبول پروگراموں میں اپنی جگہ بنا لی ہے۔

☆"مہابھارت" میں کرشنا کا کردار کرنے کے بعد نتیش بھاردواج کئی سال تک ٹیلی ویژن کے پردے سے غائب رہا۔ نتیش جلد ہی پھر کرشنا کے کردار میں ٹیلی ویژن کے پردے پر نظر آئے گا۔ اس دفعہ وہ اپنی ذاتی پروڈکشن "گیتا رہاہے" میں یہ رول ادا کر رہا ہے جس کی ڈائریکشن بھی وہ خود ہی کر رہا ہے۔ یہ سیریل دوردرشن پر اتوار صبح 9 بجے 13 جون سے شروع کیا جا رہا ہے اور راما نند ساگر کے موجودہ سیریل "سری کرشنا" کی جگہ دکھایا جائے گا۔

نتیش کا کہنا ہے کہ ایک عرصے سے وہ بھگوت گیتا پر ایک سیریل بنانا چاہتا تھا۔ دراصل جب وہ "مہابھارت" میں کرشنا کا کردار کر رہا تھا تو اس نے محسوس کیا تھا کہ وہ مکمل کرشنا نہیں ہے کیوں کہ "مہابھارت" میں گیتا کا ذکر محض سرسری طور سے آتا ہے یہ احساس نتیش کے موجودہ سیریل "گیتا رہاہے" بنانے کا محرک بنا۔

اے ایل چوگلے

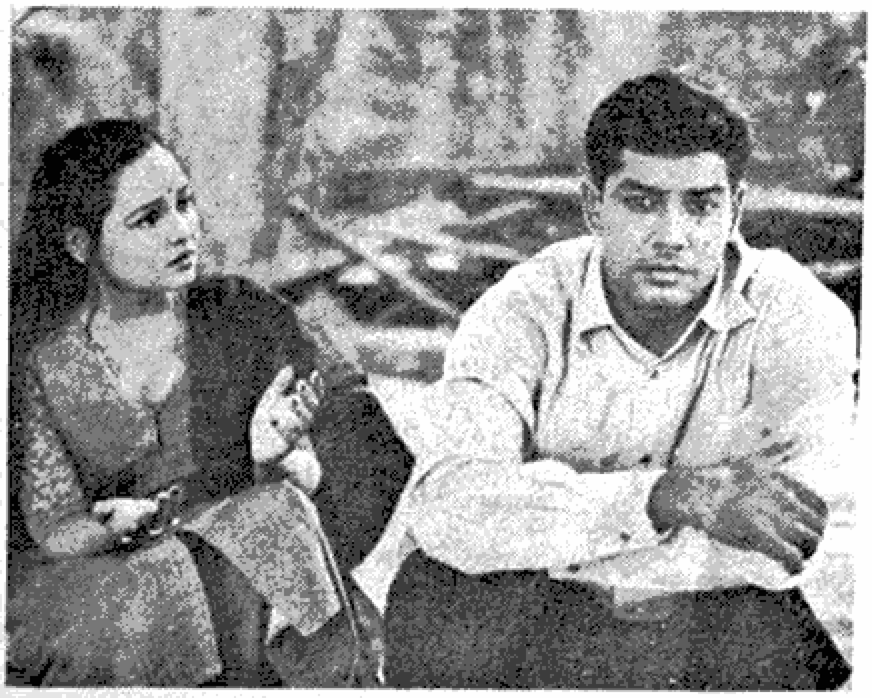

انوپ سونی اور پریتی گھرے "مہاگیہ" میں

SHAMA New Delhi APRIL 1999 RN 643/57 61st Year of Publication REDG. No. DL 11033/99